پاکستانی عورت دوراہے پر

امین احسن اصلاحی

مرکزی مکتبہ جماعت اسلامی پاکستان

1640

Marfat.com

59545

ناظم مکتبہ جماعت اسلامی نے مرکنٹائل پریس لاہور
سے چھپوا کر
مکتبہ جماعت اسلامی اچھرہ، لاہور
سے شائع کیا

بار اوّل　　تعداد اشاعت　　چار ہزار ۴۰۰۰

قیمت فی جلد .... دو روپئے بارہ آنے

Marfat.com

ذخیرہ

1640

فہرست مضامین

دیباچہ (از مؤلف)	۷
دیباچہ (از مولانا سید ابوالاعلیٰ صاحب مودودی)	١٠
١- تمہید،	١۵
٢- ہوا کا رُخ،	
عورتوں کی آزادی اور حقوق سے متعلق لیڈروں کے نظریات،	٢٣
بیگمات کے افکار و نظریات،	٢٧
زنانہ نیشنل گارڈز،	٣۵
زنانہ کالجوں کا رنگ،	۴٢
مخلوط کالجوں کا حال،	۴٣
ڈرامے اور مینا بازار،	۴۵
بیرونی ممالک میں ہماری خواتین کا تعارف،	۴٨
زہر آلود تحریریں،	۵٢
آغا خاں کی رہنمائی،	٦٧

Marfat.com

دھمکیاں،	۷۲
ان کوششوں کا مجموعی اثر،	۷۸
گذشتہ مباحث کا خلاصہ،	۸۳
نظام اسلامی کے قیام کا دعویٰ،	۹۰
۳۔ نظریہ مساوات مرد وزن شریعت کی کسوٹی پر،	۹۵
اسلامی نظریہ مساوات اور مغربی نظریہ مساوات کا فرق،	"
وہ مساوات جس کو اسلام تسلیم کرتا ہے،	۱۰۱
وہ مساوات جس کو اسلام تسلیم نہیں کرتا،	۱۰۹
مغربی نظریہ مساوات کے قائلوں سے گذارش،	۱۲۳
۴۔ پردہ،	۱۲۷
پردہ سے متعلق مسائل کی تفصیل قرآن وحدیث میں،	۱۲۸
عورت کا اصلی میدان عمل،	۱۲۹
عورتوں اور مردوں کے آزادانہ اختلاط کی ممانعت،	۱۳۲
گھر سے باہر نکلنے کی صورت میں عورت کیلئے ہدایات،	۱۳۶
گھر کے اندر کا پردہ،	۱۴۶
بعض تفصیلات حدیث میں،	۱۵۵
بعض مستثنیات،	۱۶۱

Marfat.com

1640

بعض شبہات کا ازالہ،	۱۶۳
مخالفین پردہ سے گذارش،	۱۶۵
۵۔ پیشِ نظر اخلاقی انقلاب،	۱۶۷
لیڈر عورتوں کے لئے قرآن کی ہدایات،	۱۷۲
عام عورتوں کے لئے اخلاقی نصب العین،	۱۷۷
احادیث میں عورتوں کے لئے اخلاقی نصب العین،	۱۸۸
خانہ داری،	۱۸۸
آئیڈیل بیوی،	۱۹۱
مردوں کی ریس کرنے والی عورت،	″
ہرجائی عورت،	۱۹۲
فیشن ایبل عورتیں،	۱۹۳
عفّت کی اہمیّت،	۱۹۵
۶۔ حکومت میں عورتوں کی مساویانہ حصّہ داری کے عقلی دلائل اور اُن پر تبصرہ	۱۹۷
پہلی دلیل،	۱۹۹
دوسری دلیل،	۲۰۲
تیسری دلیل،	۲۰۵

Marfat.com

چوتھی دلیل، ۲۰۶

پانچویں دلیل، ۲۰۸

چھٹی دلیل، ۲۱۰

بعض بے بنیاد دعاوی، ۲۱۲

۷۔ عورت کی معاشی اور سیاسی مصروفیتوں کے مضر پہلو، ۲۲۳

نقصانات جو خود عورت کو پہنچتے ہیں، ۲۲۴

نقصانات جو خاندان اور معاشرہ کو پہنچتے ہیں، ۲۳۰

روس کے تجربات، ۲۳۵

امریکہ میں خاندانی نظام اور معاشرہ کا حال، ۲۴۴

نقصان جو ریاست کو پہنچتا ہے، ۲۵۱

۸۔ اسلامی ریاست میں عورتوں کے حقوق و فرائض، ۲۵۵

عورت کے حقوق، ۲۵۷

عورت کی ذمہ داریاں، ۲۵۹

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

دیباچہ

(از مؤلف)

پاکستان کے قیام کے ساتھ ہی اس ملک میں عورتوں کو بگاڑنے کی جو تحریک ہمارے ارباب اقتدار کی طرف سے پورے زور و شور کے ساتھ اٹھائی گئی اس کا احساس مجھے روز اوّل ہی سے تھا اور میں چاہتا تھا کہ اس کے خطرات سے اس ملک کے دینی حس رکھنے والے مردوں اور عورتوں کو آگاہ کرنے کی کوشش کروں۔ لیکن مختلف اسباب سے، جن کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے میرا یہ ارادہ پورا نہ ہو سکا اور واقعہ یہ ہے کہ میں جن حالات میں گھرا ہوا تھا ان کی موجودگی میں اس کا بہت کم امکان تھا کہ یہ ارادہ کبھی پورا ہو سکتا لیکن حکومت کی عنایت سے جب مجھے اکتوبر ۴۸ء میں پنجاب سیفٹی ایکٹ کے ماتحت گرفتار کر لیا گیا اور اس طرح مجھے ان بہت سے کاموں کی تکمیل کے لئے فرصت مہیا کر دی گئی جن کے لئے عام حالات میں شاید ہی میں کبھی فرصت نکال سکتا۔

جیل کی تنہائی میں جس طرح ٹھوس مطالعہ اور خالص علمی و تحقیقی کاموں کے لئے کافی وقت ملتا تھا اسی طرح اخبارات پڑھنے کے لئے بھی کافی وقت مل جایا کرتا

Marfat.com

تھا اور ہم اس فرصت سے فائدہ اٹھا کر وہ چند اخبارات نہایت تفصیل کے ساتھ پڑھا کرتے تھے جو حکومت کی طرف سے ہمارے لئے مہیا کئے جاتے تھے۔ ان اخبارات کے تفصیلی مطالعہ سے مجھ پر یہ حقیقت واضح ہوتی کہ اس تحریک کی وسعتوں اور اسکی گہرائیوں کا پورا پورا اندازہ مجھے اب تک نہیں ہو سکا تھا، اس کے خطرات اس سے کہیں زیادہ ہیں جتنے بادی النظر میں نظر آتے ہیں۔ میں نے ایسا محسوس کیا کہ اس ملک کی عورتیں اس وقت ایک دوراہے پر کھڑی ہیں اور ہمارے ارباب کار پورا زور لگا رہے ہیں کہ ان کو اسلام کی سمت سے ہٹا کر جاہلیت کے رُخ پر ڈال دیں۔ اس احساس نے مجھے بیچین کر دیا۔ اس کے بعد سے یہ خیال مجھے صبح و شام پریشان رکھنے لگا کہ اس موقع پر لوگوں تک امر حق پہنچانا ضروری ہے، خواہ کوئی اس کو سنے یا نہ سنے۔ اگرچہ میں جانتا تھا کہ جیل کی مضبوط دیواریں میری آواز کو باہر نہیں پہنچنے دیں گی لیکن میں نے اس کی کوئی پروا نہیں کی۔ اس چیز سے بالکل بے نیاز ہو کر کہ یہ جذبات و خیالات لوگوں تک پہنچ بھی سکیں گے یا نہیں اور اگر پہنچ سکیں گے تو کب تک پہنچ سکیں گے، میں نے یہ کتاب لکھنی شروع کر دی اور چونکہ دل کے سچے جوش کے ساتھ لکھنی شروع کی اس لئے بہت جلدی تمام کر لی۔

دل کے جذبات کاغذ کے صفحات پر آجانے کے بعد دل کا بوجھ تو بہت بڑی حد تک ہلکا ہو گیا لیکن جیل کی پابندیوں کی وجہ سے چونکہ کتاب کی اشاعت کی کوئی صورت نظر نہیں آتی تھی اس وجہ سے ادائے فرض میں ایک غم انگیز کمی محسوس ہوتی تھی اور دل چاہتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح یہ چیز لکھوا دی ہے اسی طرح لوگوں تک اس کے پہنچانے کا سامان بھی کر دے! اسی دوران میں بالکل غیر متوقع طور پر ہماری رہائی کی صورت پیدا ہو گئی جس کے متعلق میرے دل کی گواہی یہ تھی کہ اسی کتاب کی

Marfat.com

اشاعت کے لئے یہ غیب سے راہ کھولی گئی ہے اور اگر میں یہ کہوں کہ مجھے اس رہائی پر خوشی بھی اسی پہلو سے ہوئی تھی تو شاید یہ کہنا غلط نہ ہو۔

جیل سے باہر نکلنے کے بعد پہلا کام جو پیش نظر تھا وہ اس کتاب کی اشاعت کا سامان کرنا تھا اور اس میں ذرا شبہ نہیں ہے کہ ہمارے مکتبہ کے کارکنوں نے اسکے لئے اپنا ایڑی چوٹی کا زور لگایا بھی لیکن بازار میں کاغذ نہ صرف کمیاب بلکہ نایاب تھا نتیجہ یہ نکلا کہ جیل میں لکھے جانے کی وجہ سے اسکی اشاعت میں جو دیر ہوتی تھی اس پر کاغذ کی نایابی نے مزید تاخیر کا اضافہ کر دیا۔ کتاب کی اشاعت میں یہ غیر معمولی تاخیر واقع ہو جانے کے سبب سے مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ ممکن ہے ناظرین اس کتاب کی پہلی فصل میں جو ہمارے لیڈروں کے افکار و نظریات اور انکی پیش نظر اسکیموں اور تجویزوں پر مشتمل ہے، کچھ باسی پن سا محسوس کریں۔ اسکے ازالہ کیلئے میرا ارادہ تھا کہ کتاب کے آخر میں ایک ضمیمہ لگا کر اس فصل کو بالکل مطابق حال (UP TO DATE) کر دیا جائے چنانچہ اس مقصد کیلئے میں نے اخبارات سے معلومات کا ایک بہت بڑا ذخیرہ فراہم کر بھی لیا تھا لیکن غور کرنے کے بعد میں نے محسوس کیا کہ اگرچہ اس کتاب کی اشاعت میں دیر ضرور ہو گئی ہے لیکن ابھی ضمیمہ کی محتاج نہیں ہوتی ہے اگر آئندہ ایڈیشن میں اسکی ضرورت محسوس ہوئی تو یہ اضافہ کر دیا جائیگا۔

اللہ گواہ ہے کہ یہ کتاب میں نے جذبہ خیر خواہی اور حق نصیحت سے مجبور ہو کر اپنی قوم کے لیڈروں اور اپنی دینی بہنوں کو متنبہ کرنے کیلئے لکھی ہے۔ مجھے امید ہے کہ پڑھنے والے بھی اسی جذبہ کے ساتھ اس کو پڑھیں گے اور اس سے فائدہ اٹھائیں گے۔

اس کتاب کی تالیف میں برادرم میاں طفیل محمد صاحب نے بڑی مدد کی ہے اور مولانا سید ابوالاعلیٰ صاحب نے بھی نہایت قیمتی مشورے دیئے ہیں جس کیلئے میں ان دونوں صاحبوں کا شکر گذار ہوں۔

امین احسن
اگست ۱۹۴۵ء

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

دیباچہ

از جناب مولانا سید ابوالاعلیٰ صاحب مودودی

پچھلے پچاس ساٹھ برس کے دوران میں ہماری قوم کا ہر طبقہ اور ہر عنصر فرنگی تہذیب سے کم و بیش متاثر ہوا ہے اور یہ تاثر مسلسل بڑھتا چلا گیا ہے، لیکن قیام پاکستان کے بعد ڈھائی سال کے اندر اس معاملہ میں جتنی "ترقی" ہوئی ہے وہ کم از کم اس ملک کے مسلمانوں کی تاریخ میں تو فی الواقع حیرت انگیز ہے۔ خصوصاً ہماری عورتوں نے اسلام سے فرار اور فرنگیت کی جانب پیش قدمی کی جتنی راہ پاکستان بننے کے بعد اس تھوڑی سی مدت میں طے کی ہے اتنی راہ وہ انگریز کی غلامی کے پورے ڈیڑھ سو برس میں بھی طے نہ کر سکی تھیں۔ بگڑنے والیوں کی کثرتِ تعداد، بگاڑ کی تیز رفتاری، بگاڑ میں بے باکی، اور بگاڑ کو عین پناو سمجھنے کی جہالت، غرض جس پہلو سے بھی دیکھا جائے بعدِ پاکستان کی مسلمان عورتیں قبلِ پاکستان کی مسلمان عورتوں سے فائق تر ہی نظر آتی ہیں۔ گویا کہ یہ ایک گھٹا ہوا طوفان تھا جو صرف بندِ غلامی سے رکا ہوا تھا، اس بند کا ٹوٹنا تھا کہ یہ سیلِ عرم کی طرح پھوٹ پڑا۔

یہ صورتِ حال ایسی نہ تھی کہ دین سے نسبت اور تعلق رکھنے والے لوگ اس کو ٹھنڈے دل سے برداشت کرتے، مگر بڑے رنج اور افسوس کی بات ہے کہ ضلالت کا یہ طوفانِ عظیم

Marfat.com

اُن لوگوں کے سامنے اُٹھنا اور بڑھتا اور پھیلتا رہا ہے جو دین کی نمائندگی اور علمبرداری کے مدعی ہیں، اور وہ سب مُنہ میں گھنگھنیاں ڈالے اس کو خاموش بیٹھے دیکھتے رہے ہیں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں بیان و اعلان کے قابل اب صرف وہی احکام و مسائل رہ گئے ہیں جن کو برسرِ اقتدار لوگوں کی طرف سے پروانۂ خوشنودی اور جاہل عوام کی طرف سے سندِ قبولیت حاصل ہو، اُن کے سوا دوسرے تمام "ناخوشگوار" احکام کو شاید اللہ میاں نے خود ہی واپس لے لیا ہے۔

اس کتاب کے مصنف مولانا امین احسن صاحب نے خدا کے دین اور رسول اللہ کی اُمت کا حق اُس وقت بھی پہچانا تھا جب وہ جیل سے باہر تھے اور یہ طوفان ابھی نیا نیا ہی اُٹھنا شروع ہوا تھا، چنانچہ اس وقت انہوں نے ایک مختصر رسالہ پردے کے احکام پر مرتب کر دیا تھا جو اردو اور انگریزی دونوں زبانوں میں شائع ہو چکا ہے، پھر انہوں نے یہ حق اس وقت بھی پہچانا جب کہ انہیں جیل بھیج دیا گیا تھا اور اُن پر سے فی الحقیقت خدا اور خلق دونوں کے سامنے ذمہ داری ساقط ہو چکی تھی، چنانچہ یہ کتاب انہوں نے جیل ہی میں لکھی ہے اور اب باہر آکر پہلی فرصت میں اسے شائع کیا جا رہا ہے۔

اس کتاب میں مولانا نے تین باتیں ثابت کی ہیں:۔

اوّل یہ کہ پاکستان کی مسلمان عورتوں کو اس وقت جس راہ پر چلایا جا رہا ہے وہ دراصل مذہب ملاّ کے خلاف نہیں بلکہ دینِ خدا کے خلاف ہے، اِس چیز کو انہوں نے قرآن کی آیات اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مستند ارشادات سے اس طرح ثابت کر دیا ہے

کہ اب پردے کو ملاؤں کی ایجاد صرف وہی شخص کہہ سکتا ہے جو در اصل خود اللہ تعالیٰ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو "ملا" کہنا چاہتا ہے مگر اخلاقی نامردی کی وجہ سے ایسا کہنے کی جرأت نہیں رکھتا۔

دوم یہ کہ خدا اور رسول کے قطعی اور واضح احکام کے مقابلہ میں جو روش اس وقت پاکستان کے کارفرماؤں اور ان کی بیگمات نے اختیار کی ہے اس کی حیثیت محض ایک فسق اور ایک گناہ کی نہیں ہے، بلکہ وہ صریح بغاوت کی نوعیت رکھتی ہے اس لئے کہ اس خلاف ورزیٔ احکام خدا اور رسول کو علانیہ برحق کہا جا رہا ہے، اس کی طرف کھلم کھلا مسلمانوں کو دعوت دی جا رہی ہے اور خدا اور رسول کے بتائے ہوئے طریقہ کو پوری جسارت وبیباکی کے ساتھ قدامت پرستی، تنگ خیالی، جہالت، پست اخلاقی، ملائیت اور ایک مانع ترقی رسم قرار دیا جا رہا ہے، اس چیز کو مولانا نے خود ان لیڈر صاحبان و صاحبات کے اقوال سے ثابت کیا ہے جو اس تحریک کے بانی مبانی ہیں اور ان کے ہر قول کی سند پورے حوالوں کے ساتھ بیان کر دی ہے، اس کو بھی اب وہی شخص جھٹلا سکتا ہے جو دن دہاڑے سورج کی موجودگی کا انکار کر دینے کی قابلیت رکھتا ہو۔

سوم یہ کہ خدا اور رسول کے احکام کے خلاف یہ کھلی کھلی بغاوت نری بغاوت ہی نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ وہ بدترین بے شرمانہ منافقت بھی شامل ہے جس کی مثال اس سے پہلے مسلمانوں کی پوری تاریخ میں کہیں نہیں ملتی، ہم مسلمان اس سے پہلے سب ہی طرح کے گناہوں میں آلودہ ہو چکے ہیں، کوئی گناہ بھی اب ہمارے لئے نیا نہیں رہا ہے

Marfat.com

مگر واقعہ یہ ہے کہ یہ حرکت ہماری اس امت میں کبھی کسی نے نہ کی تھی کہ ہر نافرمانی سے پہلے فرمانبرداری و اطاعت پر ایک وعظ کہے، ہر اسلام کُش کام کا آغاز اسلام کے اتباع کی تلقین سے کرے، اور اسلام کے سینہ میں ہر مرتبہ چھُری بھونکنے سے پہلے قرآن کی چھاؤں میں اسلام کو از سرِ نو زندہ اور تازہ اور قائم کرنے کا ارادہ ظاہر کرے۔ افسوس کہ اب یہ کسر بھی پوری ہوگئی اور آج یہ انوکھی قسم کی منافقت علی الاعلان ہمارے درمیان کی جا رہی ہے، مولانا نے اس بات کو بھی ناقابلِ تردید واقعات سے ثابت کیا ہے اور اس معاملہ میں بھی انہوں نے کسی واقعہ کو سند اور حوالہ کے بغیر درج نہیں کیا ہے۔

اس کے ساتھ مولانا نے یہ بھی پوری وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا ہے کہ مغرب کی یہ اندھی تقلید جس کی طرف اس وقت پاکستان کی عورتیں دھکیلی جا رہی ہیں، صرف ہمارے دین ہی کے خلاف نہیں ہے بلکہ درحقیقت اس سے ہماری دنیا بننے کی بھی کوئی توقع نہیں ہے۔ انہوں نے نہایت خوبی کے ساتھ اور بڑے مضبوط دلائل کے ساتھ یہ بتایا ہے کہ اس روش میں ظاہری چمک دمک خواہ کتنی ہی ہو، بہرحال یہ ہمارے قومی و ملکی مفاد کے لئے سخت نقصان دہ ہے، اور یہ کہ ہماری حقیقی قومی ضرورتیں جس قدر بھی ہیں وہ سب بدرجۂ اتم ان حدود کے اندر پوری ہو سکتی ہیں جو اسلام نے عورتوں کے لئے مقرر کئے ہیں۔

یہ سب کچھ اس غرض کے لئے بیان نہیں کیا گیا ہے کہ کسی کو مطعون کیا جائے، جن لوگوں پر اس تنقید کی زد پڑتی ہے وہ ہمارے اپنے ہیں کوئی غیر نہیں ہیں، ہمارا اپنا

Marfat.com

بھی خون اور گوشت ہیں۔ اپنے بھائیوں اور بہنوں کو مطعون کرنے میں کس کو خوشی ہو سکتی ہے۔
دراصل اس ساری بحث کی اولین غرض یہ ہے کہ ان لوگوں میں اگر ایمان کی کوئی رمق
بھی باقی ہے تو یہ چونکیں اور اپنی غلطی محسوس کر کے اپنے رویہ کی اصلاح پر آمادہ ہوں۔
بحث میں تلخی اگر ہے تو عداوت کی بنا پر نہیں ہے بلکہ اس رنج کی بنا پر ہے جو اپنے کسی عزیز
کو گھناؤنے کام کرتے دیکھ کر ایک دردمند عزیز کے دل کو پہنچتا ہے۔ اس کڑوی نصیحت کو
اگر قبول کر لیا جائے اور ہمارے یہ ضالّ مُضلّ بھائی اور بہنیں راہ راست پر آجائیں تو
ہم سے بڑھ کر کوئی بھی خوش نہ ہو گا، لیکن اگر یہ لوگ درست نہ ہوں تو پھر اس بحث کی
ثانوی غرض یہ ہے کہ مسلمانوں کو صاف صاف آگاہ کر دیا جائے کہ یہ روش جس پر قوم
کی ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کو چلایا جا رہا ہے دراصل خدا کے غضب کی راہ ہے، اس
کا انجام دنیا میں رسوائی اور آخرت میں تباہی ہے۔ اگر تم اس انجام کے لئے تیار ہو تو
بے شک تمہارے لئے موزوں ترین رہنما یہی صاحبان و صاحبات ہیں جو اس وقت
تمہارے ووٹوں کی بدولت تمہارے سربراہ کار بنے ہوئے ہیں۔ لیکن اگر تم اس انجام سے
بچنا چاہتے ہو تو رہنمائی کے منصب سے ان لوگوں کو ہٹا دو جو اسلام کا نام لے لے کر تم کو
اسلام کے بالکل مخالف راہ پر تیزی کے ساتھ لئے جا رہے ہیں۔
میں توقع رکھتا ہوں کہ اس مقصد کے لئے مولانا کی یہ کتاب وقت کی بہترین چیز ہے۔ اگر
اس سے اصلاح ہو جائے تو ہم سب کی خوش نصیبی ہے۔ اور اگر خدانخواستہ اصلاح نہ ہو تو یہ
ہماری طرف سے ہمارے رب کے سامنے معذرت ہے۔

ابوالاعلیٰ

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

تمہید

عورتوں کے اجتماعی حقوق و فرائض کا مسئلہ اسلام میں اس قدر واضح اور صاف ہے کہ اس کو سمجھنے اور سمجھانے کے لئے کسی خاص تحقیق و کاوش کی ضرورت نہیں ہے۔ ہمارے معاشرتی و اجتماعی مسائل میں سے جو مسائل قرآن و حدیث میں سب سے زیادہ تفصیل و وضاحت کے ساتھ بیان ہوتے ہیں ان میں سے شاید ایک واضح ترین مسئلہ یہی ہے۔ عورت کا درجہ خاندان میں، عورت کا مرتبہ اجتماعی زندگی میں، عورت کا موقف ریاست میں، یہ ساری باتیں تمام اصولی ہدایات کے ساتھ خود قرآن مجید میں بیان ہوگئی ہیں اور پھر ان کی ضروری عملی و قولی تشریحات صحیح احادیث میں آگئی ہیں۔ نہایت آسانی کے ساتھ صرف تھوڑی سی محنت کر کے، ان کو جمع اور ناظرین کے سامنے پیش کیا جا سکتا ہے لیکن پاکستان میں ہمارے ارباب کار کے ووٹ پن نے جس طرح ہر مسئلہ کو الجھا رکھا ہے اسی طرح اس مسئلہ میں بھی انہوں نے ایسی الجھنیں پیدا کر دی ہیں کہ اصل حقیقت تک پہنچنے کے لئے ہمیں بہت سی ناہمواریوں کو ہموار کرنا پڑے گا۔

ایک معقول آدمی کے لئے معقول رویہ تو یہ ہے کہ کفر اور اسلام میں سے جس پر اس کا دل ٹھک جائے اس کو مسلک زندگی کی حیثیت سے اختیار کرے اور پھر مشکلات و موانع

Marfat.com

سے بے پرواہو کر اس پر چل پڑے حق و باطل سے قطع نظر کرکے یہ یکسوئی بجائے خود ایک بڑی اہم طاقت ہے اور جس راہ میں بھی کوئی قابلِ ذکر کامیابی حاصل ہوتی ہے وہ اسی یکسوئی کی بدولت ہی حاصل ہوتی ہے۔ دنیا میں ہمیشہ کامیابی حاصل کرنے والوں نے اسی طریقہ کو اختیار کیا ہے اور اپنے اپنے مطمحِ نظر کے لحاظ سے اسی کے بل پر کامیابیاں حاصل کی ہیں۔ لیکن ہمارے ملک کے اربابِ کار نے یکسوئی کی یہ اولوالعزمانہ روش اختیار کرنے کے بجائے دورُخے پن کی بزدلانہ روش اختیار کی ہے جس کو اسلامی اصطلاح میں ہم نفاق سے تعبیر کرسکتے ہیں۔ نفاق انسان کی ایک مہلک بیماری کی حیثیت سے تو ضرور متعارف ہے اور ہر دور اور ہر سوسائٹی میں ایسے افراد و اشخاص پیدا ہوتے رہے ہیں جو اس بیماری میں مبتلا ہوئے ہیں لیکن ہمیں تاریخ میں کسی ایسی قوم کا سُراغ نہیں ملتا ہے جس کے لیڈروں نے متفق ہوکر نفاق کو قومی پالیسی کی حیثیت سے اختیار کیا ہو اور اس کو اپنی مشکلات کے حل کی کلید جانا ہو۔ پوری تاریخ انسانی میں اُس قسم کی کوئی قوم اگر ملتی ہے تو صرف ایک قوم ملتی ہے اور وہ بدقسمتی سے ہماری قوم ہے۔

ہمارے لیڈر حضرات متفق اللفظ ہوکر زبان سے تو اسلام اسلام پکارتے ہیں اسلام اور اسلامی نظام ہی کو پاکستان کے قیام کا واحد مقصد قرار دیتے ہیں، اسلامی اصولوں ہی کے اندر دنیا کے تمام موجودہ مصائب کا علاج بتاتے ہیں، حد یہ ہے کہ دستور ساز اسمبلی میں قرارداد بھی پاس کر دیتے ہیں کہ اس ملک کا دستور کتاب و سنت کی بنیادوں پر بنے گا۔ لیکن دوسری طرف عمل کی دنیا میں یہ حال ہے کہ اسلام کے مٹے ہوئے آثار و نقوش کو اجاگر

Marfat.com

کرنے کی کوشش کرنا تو الگ رہا، اسلامی تہذیب و روایات کے جو آثار انگریزی دور حکومت کی دستبرد سے تھوڑے بہت بچ رہے تھے ان کو بھی مٹانے اور ان کی جگہ مغربیت کو غالب کرنے کی کوشش ہو رہی ہے۔ اور لطف یہ ہے کہ اس دعویٰ کے ساتھ ہو رہی ہے کہ یہ اسلام قائم ہو رہا ہے۔ اس بات کی شہادت یوں تو ان حضرات کے ہر قول و فعل سے مل رہی ہے لیکن عورتوں کی اصلاح و ترقی کے معاملہ میں انہوں نے جو روش اختیار کی ہے اس کو دیکھنے کے بعد تو کوئی اندھا ہی ہوگا جو ان کے اصلی عزائم کی طرف سے کسی شبہ میں رہے گا۔

ان حضرات کی یہ روش بھی کچھ کم دردانگیز نہیں تھی کہ انہوں نے مسلمان ہوتے ہوئے اسلام کے بجائے غیر اسلام کو مسلمانوں پر مسلط کرنے کی ٹھانی ہے لیکن اس سے زیادہ دردانگیز ہمارے نزدیک ان کی یہ شترگربگی ہے کہ وہ بیک وقت کفر اور اسلام دونوں کی کشتیوں پر سوار رہنا چاہتے ہیں، عملاً تو یہ ساری جدوجہد مغربی جاہلیت کو مسلط کرنے کے لئے کر رہے ہیں لیکن بطور ڈپلومیسی کے اسلام کو بھی ساتھ ساتھ لگائے رکھنا چاہتے ہیں تاکہ مسلمان ان کی نام نہاد اصلاحات کی طرف سے بدگمان نہ ہوں اور جو زہر یہ پلا رہے ہیں اس کو شہد و شربت سمجھ کر بغیر کسی مزاحمت کے پی جائیں۔ اس منافقت کو ان حضرات نے کمال سیاست دانی سمجھ رکھا ہے اور خیال کر رہے ہیں کہ اپنی قوم کو "فرنگیانے" کی جو لاجواب سکیم انہوں نے ڈھونڈ نکالی ہے وہ کمال اتاترک اور امان اللہ خاں کو بھی نہ سوجھ سکی۔ حالانکہ قومی زندگی میں نفاق کی پالیسی ہمیشہ مہلک اور تباہ کن ثابت ہوئی ہے۔ اگر آپ اس طرح قوم کو کفر کی طرف دھکیلتے اور اسلام کی طرف بلاتے رہے تو اس کا نتیجہ صرف یہ نکلے گا کہ یہ

Marfat.com

قوم ہمیشہ کعبہ وکلیسا کے درمیان ڈانواڈول رہے گی۔ آپ کے دھکیلنے کی وجہ سے دو قدم اگر آگے بڑھائے گی تو آپ کے بلانے کی وجہ سے دو قدم پیچھے بھی ہٹائے گی اور اسی لیفٹ رائیٹ کے دوران میں خدانخواستہ اگر کوئی قومی آزمائش پیش آگئی تو ایسی ڈانواڈول قوم کا اللہ ہی حافظ ہے۔

جس چیز کو یہ حضرات انتشار (Disruption) کہتے ہیں اور جس کے سونگھ لینے کے لئے ان کی قوتِ شامہ اتنی تیز ہے کہ اُن گوشوں میں بھی اس کی بُو پالیتی ہے جن گوشوں میں دور دور تک اس کا کوئی شائبہ نہیں ہوتا وہ انتشار، اِس انتشار کے مقابل میں کوئی حقیقت نہیں رکھتا جو انتشار ان کی یہ دورُخی اور نشتر گریہ پالیسی پوری قوم کے فکر وعمل میں پھیلا رہی ہے۔ غور کرنے کی بات ہے کہ ایک طرف تو آپ اپنی مذہبی ساکھ قائم رکھنے کے لئے قوم کو اسلام اور قرآن یاد دلاتے رہتے ہیں، قوم کے اندر اپنے دین اور اپنی مذہبی روایات سے جو محبت ہے، اپنی اغراض کی خاطر اس کو جگاتے رہتے ہیں، قوم میں اپنے بزرگ اسلاف کے نقشِ قدم کی پیروی کا جو شوق دبا ہوا ہے، اپنی محبت اسلام کی دھونس جمانے کے لئے وقتاً فوقتاً اس رگِ حمیت کو بھی چھیڑتے رہتے ہیں اور حصولِ اقتدار کی مسابقت میں آپ میں سے ہر ایک اس اسلام بازی میں ایک دوسرے سے چار قدم آگے ہی رہنا چاہتا ہے اور دوسری طرف آپ کی یہ بھی کوشش ہے کہ قوم کی تمام بیٹیاں اور بہنیں اپنی دیرینہ تہذیب، اپنی پرانی روایات اور اپنی مانوس ومعروف معاشرت کو خیرباد کہہ کے مغربی متبرجات کے رنگ میں رنگ جائیں اور بیگم آفودی اور ریٹا ہیورتھ کو اپنے لئے نمونہ اور

مثال بنائیں۔ کیا کوئی دعوت اس دو طرفہ دعوت سے بھی زیادہ اس قوم میں انتشار پیدا کر سکتی ہے؟ یہ قوم جاہل ضرور ہے لیکن کیا اتنی جاہل ہے کہ یہ بھی نہ سمجھ سکے کہ حضرت فاطمہ زہراؓ اور آپ کے ان پیش کردہ نمونوں میں کیا فرق ہے؟ یہ قوم اپنی روایات سے نا آشنا ضرور ہو گئی ہے لیکن کیا فی الواقع اتنی نا آشنا ہو گئی ہے کہ مدینۃ الرسول اور ہالی وڈ کی تہذیب میں امتیاز نہ کر سکے؟ اس میں شبہ نہیں ہے کہ ہماری قوم کا مزاج بگڑ چکا ہے لیکن کیا سچ مچ اتنا بگڑ چکا ہے کہ اب وہ اسلامی تہذیب اور صریح تبرج جاہلیت میں بھی فرق نہیں کر سکتی؟ پھر اس مذاق سے کیا فائدہ کہ آپ قوم کو لے تو جانا چاہتے ہیں کفر کی طرف لیکن بات بات پر اس کو اسلام بھی یاد دلاتے جا رہے ہیں؟ اس کا نتیجہ اس کے سوا اور کیا ہو گا کہ یہ قوم پورے شرح صدر کے ساتھ نہ تو کفر کی طرف جائے گی اور نہ اسلام کی طرف بلکہ اپنی جگہ ہی پر ٹھٹھر کر رہ جائے گی اور پھر اس کے لازمی نتیجہ کے طور پر کسی بیرونی آفت کا شکار ہو جائے گی۔

ہمارے نزدیک صحت مند قومی زندگی کے لئے ناگزیر ہے کہ قوم کے ارباب کار قوم کو جس راستہ پر لے جانا چاہتے ہوں پوری یکسوئی اور پورے عزم کے ساتھ اسی راستہ کی طرف بلائیں اور اسی پر اس کو چلائیں۔ ایک راستہ پر قوم کو چلانا اور دوسرے راستہ کے مناظر کی دلکشیوں کی داستان سرائی کرنا نہایت ہی احمقانہ طریقہ ہے جس سے نقصان کے سوا کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔

یہ جذبہ ہے جس نے ہمیں مجبور کیا کہ عورتوں کی اصلاح اور آزادی کی جو اسکیم یہ حضرات اسلام کے نام سے چلا رہے ہیں اس کا ذرا تفصیل کے ساتھ جائزہ لیں۔ ان کے اصل عزائم

Marfat.com

کو خود ان کی تحریروں، تقریروں اور عملی پروگراموں سے معلوم کریں۔ پھر یہ جس اسلام کا بات بات میں اپنی "اصلاحات" کی تائید میں حوالہ دیتے ہیں اس کی روشنی میں تنقید کر کے دیکھیں کہ اصلاح کا جو نہج انہوں نے اختیار کیا ہے وہ اسلامی ہے یا غیر اسلامی، نیز اپنے پیش نظر مقاصد کی حمایت میں جو عقلی دلائل یہ حضرات دیتے ہیں ان کے اندر کوئی وزن ہے یا وہ یونہی عوام فریب مغالطے ہی ہیں؟ اس کے بعد ہم عورتوں کے اجتماعی حقوق و فرائض کا وہ نقشہ پیش کریں گے جو قرآن و حدیث میں بیان ہوا ہے تاکہ جو لوگ اپنے دعوائے اسلام میں سچے ہیں اور محض پالیسی کے طور پر اسلام بازی نہیں کر رہے ہیں وہ اس کو اپنی اصلاحی جدوجہد میں پیش نظر رکھ سکیں اور جو حضرات کلمۂ حق کو باطل کی اقامت کے لئے استعمال کر رہے ہیں اُن کے طلسمِ فریب کی اصل حقیقت لوگوں پر ظاہر ہو جائے۔

Marfat.com

ہوا کا رُخ

عورتوں کی آزادی اور حقوق سے متعلق ہمارے لیڈروں کے نظریات

ہوا کے رُخ کا اندازہ کرنے کے لئے ہم پہلے پاکستان کے بعض چوٹی کے لیڈروں اور بعض لیڈر خواتین کی تقریروں اور بیانات کے اقتباسات درج کرتے ہیں تاکہ خود ان کے الفاظ سے واضح طور پر معلوم ہو جائے کہ یہ حضرات اس ملک کی خواتین کو کس راستہ پر لے جانا چاہتے ہیں اور ان کی اجتماعی و سیاسی ترقی سے متعلق ان کے ذہنوں میں وہ کیا منصوبے ہیں جو انہوں نے اپنے زعم کے مطابق عین اسلام سے اخذ کئے ہیں۔

۱۴ جنوری ۱۹۴۹ء کو یونیورسٹی ہال لاہور میں مغربی پنجاب زنانہ مسلم لیگ اور پاکستان زنانہ رضاکار سروس کے زیر اہتمام جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے جناب لیاقت علی خاں صاحب وزیر اعظم پاکستان نے فرمایا:۔

"عورتوں پر ــــ بالخصوص پڑھی لکھی اور پردے کی قید سے آزاد عورتوں پر ــــ ایک بھاری ذمہ داری ہے۔ انہیں پاکستان کو مضبوط اور مستحکم بنانے کی خاطر

Marfat.com

ہر قربانی کے لئے تیار رہنا چاہئے اور اپنی تعلیم اور آزادی سے پورا فائدہ اٹھاتے ہوئے ایسی مثال قائم کرنی چاہئے کہ دنیا دیکھ لے کہ ایک چاردیواری میں مقید رہنے والی عورت اور اُس عورت میں کیا فرق ہوتا ہے جو اپنی تعلیم کی مدد سے اپنے ملک اور اپنی قوم کو مضبوط بنانے کی جدوجہد کرتی ہے .... جب میں اپنے ہاں کی عورتوں کو بھی مردوں کے ساتھ پاکستان کے استحکام کے لئے کوشاں دیکھتا ہوں تو مجھے بڑی مسرت ہوتی ہے۔ یہ بات بڑی ہی مسرت بخش ہے کہ ہماری بہنوں کی ایک کثیر تعداد زنانہ نیشنل گارڈز میں بھرتی ہو چکی ہے .... جو لوگ عورتوں کو فوجی تربیت دیئے جانے کی مخالفت کرتے ہیں اور پرانی بوسیدہ صورتِ حال ہی کو جاری رکھنا چاہتے ہیں انہیں ذرا سرحد کے پار ان ہزارہا چھنی ہوئی عورتوں کے حال پر نظر کرنی چاہیئے جو پاکستان کی راہ تک رہی ہیں۔ اگر وہ بدقسمت عورتیں اسلحہ کے استعمال سے واقف ہوتیں تو وہ چھینے جانے کی بجائے اپنے ناموس کی حفاظت میں کٹ مری ہوتیں[لہ]"

لہ کس قدر سچ فرمایا وزیر اعظم صاحب نے پچھلی جنگ عظیم میں روس، فرانس، اٹلی، جرمنی، پولینڈ، جاپان وغیرہ ملکوں میں اتنی اتنی لڑائیاں ہوئیں مگر کسی عورت کو کوئی شخص ہاتھ نہ لگا سکا۔ اس لئے کہ یہ پردے کی لعنت وہاں نہ تھی اور عورتیں اسلحہ کے استعمال سے واقف تھیں۔ خود ہمارے اسی برعظیم میں دیکھ لیجئے عورتیں صرف مسلمانوں ہی کی چھینی گئیں۔ ہندوؤں اور سکھوں کی عورتوں کے چھینے جانے کا ایک واقعہ بھی پیش نہ آیا۔ اس لئے کہ پردے کی لعنت تو ہم پر مسلط تھی!

59545

Marfat.com

عورتوں کی آزادی کے بارے میں جناب لیاقت علی خاں صاحب نے فرمایا:

"میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں عورتوں کے لئے مکمل آزادی کے معاملہ میں آپ سے متفق ہوں۔ مرد عورتوں کو آزادی دیئے جانے کے خلاف نہیں ہیں۔ جو بعض مرد اس کے بظاہر مخالف معلوم ہوتے ہیں انہیں دراصل کچھ منفرد غلط مثالوں[1] نے مذبذب بنا دیا ہے۔ آپ لوگوں کو آزادی صحیح طور پر استعمال کرنی چاہئے۔"

خواتین کے سپاس نامہ کا جواب دیتے ہوئے وزیر اعظم صاحب نے فرمایا:۔

"اپنے سپاسنامہ میں آپ لوگوں نے کہا ہے کہ عورتوں کو مرکز اور صوبوں میں معقول نمائندگی ملنی چاہئے۔ ہر چند میں آپ کی دل شکنی نہیں کرنا چاہتا لیکن یہ ضرور کہوں گا کہ اس صوبہ کے وزارتی جھمیلوں کی موجودگی میں آپ کو بہر دست اس سے الگ ہی رہنا

---

[1] منفرد غلط مثالوں سے وزیر اعظم صاحب کا اشارہ غالباً آزادی کے سوء استعمال کے ان شاذ و نادر واقعات کی طرف ہے جو بے پردہ سوسائٹی میں کہیں ہزاروں لاکھوں میں کبھی سوء اتفاق سے پیش آجایا کرتے ہیں مثلاً انگلستان کی سرکاری رپورٹ متعلق نکاح و ولادت بابت ۱۹۴۶ء میں درج ہے کہ اس سال ہر تیئیس بچوں میں صرف ایک بچہ حرامی پیدا ہوا۔ (یہ صرف ان ناجائز ولادتوں کی تعداد ہے جو غیر شادی شدہ عورتوں کے بطن سے ہوتی ہیں اور جن کا حکومت کو علم ہو سکا ہے) وزیر اعظم صاحب کا منشا یہ ہے کہ اس طرح کے منفرد واقعات نے بعض مردوں کو بظاہر شبہ میں ڈال دیا ہے ورنہ عورتوں کی مکمل آزادی سے کس بدبخت کو اختلاف ہو سکتا ہے اور اس کی برکات میں کون کافر شک لا سکتا ہے۔

چاہئے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ جہاں تک ممکن ہوگا عورتوں کو حکومت کے ہر محکمہ میں پوری نمائندگی دی جائے گی۔"

تقریر کے آخر میں وزیر اعظم صاحب نے ٹیپ کا بند یہ ارشاد فرمایا:

"پاکستان اس غرض کے لئے حاصل کیا گیا ہے تاکہ دنیا کو اسلامی اصولوں پر قائم شدہ ریاست کا نمونہ دکھایا جا سکے۔"

رسول اینڈ ملٹری گزٹ لاہور مورخہ ۲۵ر جنوری ۱۹۴۹ء

ہمارے وزیر خزانہ ملک غلام محمد صاحب جو ماشاء اللہ پاکستانی کابینہ کے دماغ سمجھے جاتے ہیں اور اپنی مذہبی بصیرت پر انہیں خود بھی بڑا اعتماد ہے اور بہت سے دوسرے حضرات کو بھی اس باب میں ان سے بڑی خوش گمانی ہے وہ "عمر بھر کے غور و مطالعہ" کے بعد عورتوں کے معاملہ میں جس نتیجہ پر پہنچے ہیں اس کا اظہار کراچی میں 'بین الاقوامی اسلامی اقتصادی کانفرنس' کے آخری اجلاس میں، ۱۰ر دسمبر ۱۹۴۹ء کو انہوں نے مندرجہ ذیل الفاظ میں فرمایا:

"مجھے افسوس ہے کہ ہماری اس کانفرنس میں کہیں سے کوئی عورت نمائندہ بن کر نہیں آئی[1] مجھے پوری پوری امید ہے کہ طہران میں منعقد ہونے والی کانفرنس کے آئندہ اجلاس میں کچھ نہ کچھ عورتیں بھی نمائندہ حیثیت سے ضرور شریک ہوں گی۔ اس طرف

---

[1] اس دینی شعور اور مذہبی حس کی داد دیجئے کہ پوری کانفرنس میں اسلامی نقطہ نظر سے جس ایک ہی چیز کی کمی رہ گئی تھی اس کو ہمارے وزیر مال نے کس طرح تاڑ لیا!

Marfat.com

توجہ دلانے کی ضرورت میں نے اس لئے محسوس کی کہ جب تک کسی ملک کی اقتصادی تعمیر میں عورتیں بھی پورا پورا حصہ نہ لیں اس کی اقتصادی حالت درست نہیں کی جا سکتی۔ تمام مذاہب میں سے اسلام ہی تو تھا جس نے سب سے پہلے عورت کو سیاسیات و اقتصادیات میں عزت و احترام کا وہ مقام عطا کیا جو اس سے پہلے اس کو حاصل نہیں تھا پس اسلامی ممالک کو چاہئے کہ اپنے ہاں کی تمام تحریکوں میں عورتوں کو صف اوّل میں جگہ دے کر ان کے ساتھ انصاف کریں۔ اس کے بغیر اقتصادی بحالی ناممکن نہیں تو سخت مشکل ضرور ہوگی۔ میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ جہالت اور تحکمانہ ملائیت نے مسلمان عورتوں کو بہت نقصان پہنچایا ہے۔ اب ہمیں ان کو اقتصادی بندشوں سے بھی آزاد کرانا ہے اور مردوں کے مقابل میں احترام اور برابری کا وہ مقام بھی ان کو دلانا ہے جو اسلام کا تقاضا ہے[۱]۔"

"آخر میں نہایت ادب کے ساتھ میں یہ بھی بیان کر دینا چاہتا ہوں کہ عمر بھر کے غور و مطالعہ[۲] کے بعد اب یہ میرا ایمان ہو چکا ہے کہ اسلام کوئی جامد شے نہیں ہے

---

[۱] دنیا کی سب سے بڑی اسلامی ریاست ہونے کی وجہ سے اسلامی ممالک کی رہنمائی کا جو مقام پاکستان کو حاصل ہے اس کے بین الاقوامی پروگرام کی بسم اللہ گویا آزادی نسواں کے جہاد سے ہوئی ہے۔

[۲] اگرچہ فیلڈ مارشل صاحب نے اس بات کی تصریح نہیں فرمائی کہ عمر بھر کس چیز کا مطالعہ کرنے کے بعد وہ اس نازک حقیقت تک پہنچے ہیں مگر سیاقِ کلام دلیل ہے کہ وہ ظاہر ہی فرمانا چاہتے ہیں۔

(باقی صفحہ ۲۶ پر)

Marfat.com

اسلام ایک زبردست طاقت اور ایک زندگی بخش قوت ہے . . . مستقبل کی تعمیر میں اس کا بہت اہم حصہ ہوگا۔ اس کی تعمیر کی ابتدا کی جا چکی ہے اب ہم میں سے ہر ایک کو اپنا اپنا جائزہ برابر لیتے رہنا چاہئے کہ جس کام کا بیڑا ہم نے اٹھایا ہے اس کے لئے آپ اپنے کو کس حد تک تیار کر رہے ہیں۔ ہمیں ان خیالات اور جہالتوں سے لڑنا ہے جو صدیوں سے ہم پر مسلط ہیں۔ مگر مجھے اس میں ذرہ برابر شک نہیں ہے کہ اگر ہم نے اسلام کی صحیح رُوح کو پیش نظر رکھ کر کام کیا تو ہم اپنے مقاصد میں کامیاب رہیں گے۔"

(پاکستان ٹائمز لاہور مورخہ ۸ دسمبر ۱۹۴۹ء)

بیگمات کے افکار و نظریات اب بعض بیگمات کی تقریروں اور بیانات کے اقتباسات ملاحظہ فرمائیے جو اس ملک کی خواتین کی لیڈر ہیں یا جن کو ارباب اقتدار کی جانب

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۵) کہ انہوں نے ساری زندگی اسلام کے مطالعہ میں بسر فرمائی ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کے بعد اسلام کے متعلق گل فشانیاں فرمانے اور ہر مجلس میں اسکی ترجمانی کرنیکے حق سے کس کی مجال ہے جو انہیں روک سکے۔

لہ غالباً آزادیٔ نسواں کے پروگرام کی طرف اشارہ ہے۔ اس لئے کہ اب تک ہماری اس سب سے بڑی اسلامی حکومت نے بین الاقوامی پیمانہ پر جس تعمیر ملی کا آغاز کیا ہے اس میں عام پبلک کے سامنے نمایاں طور پر یہی چیز آرہی ہے اور اسی چیز کی شہادت آل پاکستان ویمنز ایسوسی ایشن کی رپورٹ سے بھی مل رہی ہے۔

Marfat.com

سے اس لیڈری کی خدمت پر مامور کیا گیا ہے، اور جو مسلمان عورتوں کے لئے نمونہ اور مثال کی حیثیت سے بیشتر سرکاری خرچ پر اس ملک کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک اس لئے پھرائی جارہی ہیں کہ یہ ہماری ماؤں اور بہنوں کو دکھائیں اور بتائیں کہ ان کو کس نمونہ کی تقلید کرنی چاہیئے اور کیا بننا چاہیئے۔

اس زمرہ صالحات وطیبات کی گل سرسبد محترمہ بیگم لیاقت علی خاں ہیں۔ انہوں نے ۲۲ر جنوری ۴۹ء کو جہلم میں کالا ریفیوجی کیمپ میں جموں اور کشمیر کے پناہ گزینوں کو مخاطب کرتے ہوئے اپنی تقریر میں فرمایا:-

"اب وہ وقت نہیں رہا کہ مسلمان عورتیں گھروں کی چار دیواری میں بند بیٹھی رہیں۔ اب انہیں اس خواب غفلت سے بیدار ہونا ہوگا اور گھروں سے نکل کر مردوں کے شانہ بشانہ قوم کی فلاح وبہبود کے کاموں میں حصہ لینا ہوگا۔"[له]

مردوں کو مخاطب کر کے بیگم صاحبہ نے ارشاد فرمایا کہ "وہ اپنی عورتوں کی راہ میں حائل نہ ہوں۔ وہ انہیں اس بات کا موقع دیں کہ وہ ان فنون کو سیکھ سکیں جن کی اہلیت ان کے اندر پائی جاتی ہو۔"

(سول اینڈ ملٹری گزٹ، لاہور، مورخہ ۹ر جنوری ۴۹ء)

له جموں اور کشمیر کی پناہ گزین عورتوں کے سامنے جن کے پاس نہ مکانوں کی چار دیواری ہے نہ ستر پوشی کا کوئی سامان موجود ہے، بیگم صاحبہ کی یہ تقریر ممکن ہے بعض لوگوں کو بے محل معلوم ہو۔ مگر مقصد کا سچا عشق محل اور بے محل کے حدود کی پروا کب کرتا ہے!

Marfat.com

انہی بیگم صاحبہ نے ۲۶ اپریل ۱۹۴۹ء کو لندن میں غیر ملکی اخبار نویس عورتوں کے سامنے پاکستانی عورتوں کی رفتارِ ترقی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:-

"اگرچہ پاکستان کی شہری عورتیں پردہ بھی کرتی ہیں اور نقاب بھی اوڑھتی ہیں تاہم اسی فیصدی عورتیں جو دیہات میں رہتی ہیں وہ ایسا نہیں کرتی ہیں۔ نیز پردہ نشین عورتیں بھی اپنے مردوں پر ویسی ہی حاوی اور اپنے گھر کے معاملات میں ویسی ہی بااختیار ہیں جیسے کہ بے پردہ عورتیں"

آپ نے فرمایا کہ "مغرب میں بھی تو عورتوں کے مردانہ کاروائیوں اور مصروفیتوں میں حصہ لینے کا خیال ابھی نیا نیا ہی پیدا ہوا ہے۔ بہرحال پردہ دیر سویر ختم ہو کے رہیگا۔ لڑکیوں کی نئی پود جن کی تربیت لڑکوں اور لڑکیوں کی مخلوط درسگاہوں میں ہو رہی ہے نہ پردہ میں نہیں جائے گی"

(سول اینڈ ملٹری گزٹ لاہور، مورخہ ۲۷ اپریل ۱۹۴۹ء)

لہ بیگم صاحبہ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے ملک کی شہری عورتوں کے چہرہ پر یہ نقاب کے داغ دھبے کہیں کہیں جو نظر آجاتے ہیں اس کے سبب سے ہمیں ملامت کرنے میں جلدی نہ کیجئے! ابھی ہماری "اسلامی ریاست" کو وجود میں آئے ہوئے دن ہی کتنے ہوتے ہیں کہ ہماری خامیوں کا محاسبہ شروع کر دیا جائے۔ آخر مغرب کی عورتوں نے بھی تو اپنی موجودہ منزل تک پہنچنے میں کافی دن لگائے۔ ہماری اسلامی حکومت رہی بھی کچھ دن گذرنے دیجئے پھر دیکھئے درسگاہوں کی بدولت جاہلیت قدیمہ کا ایک نشان بھی باقی رہ جائے تو کہئے!

کل پاکستان زنانہ ایسوسی ایشن کا ذکر اکثر اخباروں میں آتا رہتا ہے اور ناظرین ایک حد تک اس سے واقف ہوں گے۔ یہ عورتوں کی ایک نیم سرکاری انجمن ہے جس کی سرپرست ہر ایکسیلینسی بیگم خواجہ ناظم الدین اور مس فاطمہ جناح ہیں بیگم لیاقت علی خاں اس کی صدر ہیں۔ اس کی شاخیں پاکستان کے ضلع ضلع میں قائم ہو چکی ہیں۔ ہر جگہ اس کی کرتا دھرتا سرکاری حکام کی بیگمات ہیں۔ حکومت پاکستان نے اس انجمن کو باضابطہ طور پر تسلیم کر کے یہ اعلان کر دیا ہے کہ جن معاملات کا تعلق عورتوں سے ہوگا ان معاملات میں حکومت اس انجمن سے مشورہ کئے بغیر کوئی قدم نہیں اٹھائے گی۔ حکومت جس شفقت کے ساتھ اس کی سرپرستی کر رہی ہے اس کا ادنیٰ ثبوت یہ ہے کہ اس کی کانفرنسیں بالعموم گورنمنٹ ہاؤس میں منعقد ہوا کرتی ہیں[1]۔ اس کی جنرل سیکرٹری بیگم جی۔ اے خاں نے اس کے اغراض و مقاصد سے متعلق نمائندہ پریس کو جو بیان دیا ہے وہ ملاحظہ ہو۔

"یہ ایسوسی ایشن پختہ عزم رکھتی ہے کہ پاکستان کی عورتوں کو تہذیبی اعتبار سے دوسرے ملکوں کی عورتوں کی سطح پر لا کھڑا کرے۔ چنانچہ ایسوسی ایشن عنقریب اپنے نمائندوں کو دوسرے ملکوں میں اس غرض سے بھیج رہی ہے تاکہ وہ خود اپنی آنکھوں سے دیکھ کر آئیں کہ وہاں کی ایسی تنظیمیں کس طرح کام کرتی ہیں۔۔۔۔۔
زینت خورشید جو ایسوسی ایشن ہذا کی رکن ہیں مذکورہ بالا مقصد کو پیش نظر رکھ کر

---

[1] ملاحظہ ہو ڈی ہیگنڈ ایر پاکستان ۶ فروری ۱۹۴۸ء ص ۲۷ اور سول اینڈ ملٹری گزٹ لاہور مورخہ ۵ فروری ۱۹۵۰ء

ہالینڈ جا رہی ہیں۔ جوں ہی ہمارے ارکان کی تعداد ۲۵ ہزار تک پہنچ گئی ہم اقوام متحدہ کی سماجی اور اقتصادی کونسل سے الحاق کی درخواست کر دیں گی"

(پاکستان ٹائمز، لاہور، مورخہ ۲۵ جون ۴۹ئہ)

یہ انجمن جس قسم کی ثقافتی و تہذیبی ترقی اس ملک کی خواتین میں پیدا کرنی چاہتی ہے اس کا اندازہ بیگم طیب جی کی مندرجہ ذیل تقریر سے ہوتا ہے جو انہوں نے اس انجمن کے ایک اجلاس میں ثقافتی ترقی کے ریزولیشن پر فرمائی:۔

"ایک عام شکایت جو ان دنوں میں نے بہت سنی ہے وہ یہ ہے کہ یہاں (پاکستان میں) عمدہ قسم کے گانوں کا کلی فقدان ہے۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ ماضی میں گانے بجانے کے تمام استاد اور معلمین مسلمان ہی رہے ہیں تو یہ موجودہ صورت حال بہت ہی ستم ظریفانہ معلوم ہوتی ہے۔ مغلوں کے زمانہ میں گانا بجانا لڑکیوں کی تربیت کا ایک لازمی جزو تھا۔ اور معمولی گانا بجانا نہیں بلکہ نہایت اونچے قسم کا۔ یہ بڑے ہی افسوس کی بات ہے اور در حقیقت یہ ایک بہت بڑا خسارہ ہے کہ ہمارے زمانہ کی لڑکیاں معیاری اور اونچے گانوں کی ابجد سے بھی واقف نہیں ہیں۔ ان کی بڑی سے بڑی امنگ بس فلمی گیتوں کے سیکھنے تک محدود ہے۔ یہ گانے بھی اگرچہ اپنے عام انداز میں اچھے ہوتے ہیں مگر یہ کانوں کو حقیقی حسن صوت کے امتیاز کے قابل نہیں چھوڑتے۔"

(دی سیکنڈ اپیہ۔ شائع کردہ پاکستان پبلیکیشن۔ ص ۲۷،۴)

اس ثقافتی ترقی کو عملاً بروئے کار لانے کے لئے ایک باضابطہ ادارہ بھی قائم ہو چکا ہے جس کو ازراہِ دینداری ہمارے وزیر خزانہ ملک غلام محمد صاحب نے اپنی سرپرستی سے مشرف فرمایا ہے۔ اس ادارہ کا اعلان ملاحظہ ہو:۔

"پاکستان اکاڈمی آف آرٹ!

پاکستان میں ناچ سکھانے کی اسکیم

راولپنڈی۔ ۹ار نومبر مشہور پاکستانی رقاصہ[1] آزوری رحال بیگم نزہت محمود نے بیان کیا کہ آئندہ سال کے شروع میں پاکستان میں جسم بنانے (Physical Culture) اور جسمانی حرکات میں تناسب و ہم آہنگی پیدا کرنے کا پہلا ادارہ قائم ہو جائے گا۔ اس کا اصل مرکز کراچی اور ضمنی مراکز مغربی اور مشرقی پاکستان کے اہم شہروں میں ہوں گے۔ اس ادارہ کا مقصد پاکستانی عورتوں اور بچوں میں تال سرعت اور جسمانی انضباط کا شعور پیدا کرنا ہے۔

بیگم محمود نے کہا کہ وہ اپنی اس اسکیم کے سلسلہ میں مسٹر غلام محمد صاحب، وزیر خزانہ پاکستان اور بیگم لیاقت علی خاں سے ملاقات کر چکی ہیں۔ ان دونوں صاحبوں

---

[1] یہ نامہ نگار کی کوتاہی ہے کہ اس نے بیگم صاحب کو محض "پاکستانی رقاصہ" لکھا ہے۔ وہ اپنے جذبات و حسیات کے لحاظ سے تو "اسلامی رقاصہ" کے لقب کی مستحق ہیں۔ اور ویسے بھی اب اس مملکت اسلامیہ میں کونسی شے غیر اسلامی کب رہ گئی ہے۔

Marfat.com

نے اس کام میں پوری مدد دینے کا وعدہ کیا ہے[1]۔ میرے پیشِ نظر سب سے بڑھ کر یہ بات ہے کہ رقص کو جو اکابر شاہان مغلیہ کی سرپرستی میں اپنے کمال کو پہنچ گیا تھا[2] اور اب پاکستان میں روبتنزل ہے پھر سے زندہ کیا جائے۔ اور بین الاقوامی نمائش فنون میں جو ۱۹۵۱ء میں لندن میں منعقد ہو رہی ہے پاکستان کو دنیا کے تہذیبی نقشہ پر جگہ دلائی جائے۔

اس عظیم الشان کام کو عملی جامہ پہنانے کے لئے پہلا قدم یہ ہوگا کہ آذوری لوٹینڈ ڈی میں ۱۰ر دسمبر ۱۹۴۹ء کو رقص اور جسم بنانے کے فن کی نمائش کریں گی۔

اپنے اس ادارہ کے مقاصد کی تفصیل کرتے ہوئے آپ نے بیان کیا کہ ان کے پیش نظر پاکستانی عورتوں کو صرف ناچ گانے کے فن ہی میں یکتائے روزگار بنانا نہیں

---

[1] بیگم صاحبہ نے کراچی کے اکابر و اکابرات سے ملنے ہی میں معلوم ہوتا ہے کوتاہی کی ورنہ انھی دو کی کیا خصوصیت ہے وہاں کے ابرار و صالحین میں سے کوئی بھی اس خالص دینی اور اسلامی خدمت میں شرکت و تعاون سے پیچھے رہنے والا نہیں ہے۔

[2] تاریخ کا جو شدید تھوڑا سا مطالعہ ہمارا ہے اس کی بنا پر یہ عرض ہے کہ یہ فن شریف مغل سلاطین کے اس دور میں اپنے کمال پہ پہنچا تھا جو دور خود ان سلاطین کے زوال کا دور آخر تھا اور بیگم صاحبہ ہمارے دورِ طفولیت ہی میں اس کے کمال کی متمنی ہیں۔ جب ابتدا اسی نقطہ سے ہو رہی ہے تو دیکھئے اس کی انتہا کیا ہو!

Marfat.com

ہے بلکہ ان کی شخصیتوں کو تہذیب کے رنگ میں رنگ دینا اور ان کو اپنی اصل جگہ حاصل کرنے اور آئندہ تعمیرِ ملّت[1] کے کاموں میں اپنا پورا حصہ ادا کرنے کے قابل بنانا ہے۔

آپ نے کہا کہ اس ادارہ کا دائرہ عمل صرف ناچ اور گانا سکھانے ہی تک محدود نہیں ہوگا بلکہ یہ بہت سے دوسرے فنون مثلاً مصوری وغیرہ سکھانے کا بندوبست بھی کرے گا۔

"خٹک ناچ" کا ذکر کرتے ہوئے آذوری نے بڑے دعویٰ سے کہا کہ "خٹک ناچ" مسلمانوں کا ناچ[2] ہے۔ یہ اپنی موجودہ طرز اور موجودہ کمال کو اکابر شاہانِ مغلیہ کی سرپرستی میں پہنچا۔ پاکستانی رقاصہ (آذوری) نے ہندوستان کے اس دعویٰ کی کہ خٹک ناچ ان کی چیز ہے پرزور تردید کی اور اس بات کو بہت زور دے کر کہا کہ اس ناچ کو ہمیں ہندوستان والوں سے پھر حاصل کرنا ہے[3]!

(سول اینڈ ملٹری گزٹ، لاہور، مورخہ ۳۰ نومبر ۱۹۵۹ء)

---

[1] اس مقام سے سرسری نہ گزر جائیے بلکہ یہاں اچھی طرح ذہن نشین کر لیجئے کہ ہمارے معمارانِ ملت کے نزدیک "تعمیرِ ملت" کی اصطلاح کا اصل مفہوم کیا ہے اور ملتِ اسلامیہ کی تعمیر درحقیقت کن اجزاء سے ہوتی ہے۔

[2] یہ بھی بیگم صاحبہ کی عنایت ہے کہ انہوں نے اسے صرف "مسلمانوں" کا ناچ قرار دیا۔ ورنہ انہیں تو اسے خالص اسلامی ناچ کہنا چاہئے تھا۔

[3] پاکستان کے تمام مسلمانوں کو آذوری صاحبہ کا شکر گزار ہونا چاہئے کہ انہوں نے ایک ایسے عظیم الشان قومی و ملی نقصان پر ہم کو متنبہ کیا ہے جس کی طرف اس سے پہلے کسی کی بھی توجہ نہیں گئی۔ (باقی صفحہ ۴۴ پر)

Marfat.com

ان بیگم صاحبہ کے متعلق ایک اور اعلان بھی قابل ملاحظہ ہے جو ۶ر فروری ۵۸ء کے احسان، لاہور، میں شائع ہوا ہے۔

"کراچی۔ ۴ر فروری۔ ملک میں آرٹ کو ترقی دینے کے لئے عنقریب اکاڈمی آف آرٹ کا قیام عمل میں آجائے گا۔ مادام آذوری جو مشہور آرٹسٹ ہیں انہوں نے ایسوسی ایٹڈ پریس آف پاکستان کو بتایا ہے کہ ملک کو زیادہ آرٹ آشنا بنانے کے لئے تحریک جاری کی جائیگی تاکہ پاکستان آرٹ کے لحاظ سے بھی دنیا کے ممالک میں اپنا صحیح مقام حاصل کرسکے۔ آپ نے کہا کہ دنیا کی کوئی قوم آرٹ کے بغیر ترقی کے منازل طے نہیں کرسکتی . . . . آپ نے مزید کہا کہ توقع ہے کہ پاکستان کے وزیر خزانہ اس نئی اکاڈمی کے صدر ہونگے۔ مادام آذوری نے کہا کہ دنیا کے تمام

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۳) ڈھاکہ کے اس پار کے نقصانات کا جب کبھی ذکر آیا تو کسی نے ہزاروں بہنوں بیٹیوں کی بے حرمتی کا غم کیا، کسی نے مساجد اور مزارات کا ماتم کیا، کسی نے ایک آہ سرد کے ساتھ دینی مدارس اور اسلامی کتب خانوں کو یاد کیا، لیکن اسے اسلامی بے حسی کہئے یا دینی بے خبری کہ ہمارے بڑوں اور چھوٹوں میں سے کسی کو بھی یہ خیال نہیں آیا کہ ہمارا خالص ملی و اسلامی ناچ "خٹک ناچ" بھی ڈھاکہ کے اس پار ہی رہ گیا اور ستم بالائے ستم یہ ہے کہ ظالم ہندو اسے اپنائے رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ ان کا ناچ ہے۔ اللہ اکبر، یہ ظلم! اگر اس رقص کو بھی ہم واپس نہ لے سکے تو پاکستان بنانے سے حاصل کیا ہوا؟

Marfat.com

ممالک میں آرٹ کی ترقی کے لئے ان کے اپنے قومی تھیٹر ہیں لیکن پاکستان میں کوئی تھیٹر نہیں۔ پاکستان کو ان تھیٹروں کی بہت ضرورت ہے۔"

ان اعلانات میں بار بار آرٹ کا لفظ جو استعمال ہوتا ہے اس سے ناظرین کو کوئی غلط فہمی نہیں ہونی چاہئے۔ اس طائفہ کی اصطلاح میں آرٹ سے مراد ناچ اور گانا ہے۔ نیز ان اعلانات میں جس آرٹ اکاڈمی کے قیام کی بشارت دی گئی ہے اس کے باضابطہ قیام کا اشتہار بھی آذوری صاحبہ کے رقص کی تصویر کے ساتھ ۹ فروری سنہ ۵۰ء کے ڈان، کراچی میں شائع ہو چکا ہے اور اس اشتہار پر "زیر سرپرستی آنریبل مسٹر غلام محمد وزیر مال" کے الفاظ بھی اہل پاکستان کی آنکھیں روشن کرنے کے لئے ثبت ہیں۔ یہاں پھر ایک مرتبہ پلٹ کر مسٹر غلام محمد کی اس تقریر کو پڑھ ڈالئے جو انہوں نے اسلامی اقتصادی کانفرنس میں کی تھی، یہ ہے عمر بھر کے مطالعہ اسلام کا نچوڑ۔

زنانہ نیشنل گارڈز پاکستان زنانہ نیشنل گارڈز کو جو اہمیت دی جا رہی ہے اور اس کی پریڈوں اور سلامیوں سے اس ملک کے ارباب اقتدار اور لیڈر صاحبان کو جس درجہ دلچسپی ہے اس کو پیش نظر رکھ کر یہ کہنا شاید بے جا نہ ہوگا کہ اس وقت دفاعی نقطۂ نظر سے اگر کسی اہمیت ہمارے ملک میں اگر کسی چیز کو حاصل ہے تو اسی چیز کو حاصل ہے۔ ہماری قیادتِ علیا کے اراکین اپنے مصروف پروگراموں میں اور کسی چیز کے لئے وقت نکال سکیں یا نہ نکال سکیں لیکن یہ ناممکن ہے کہ زنانہ نیشنل گارڈ کی پریڈوں اور سلامیوں کو قضا ہونے دیں۔ اور یہ پریڈیں اور سلامیاں جن اسلامی آداب و قواعد کے اہتمام کے ساتھ منعقد ہوتی ہیں اس کے متعلق چند رپورٹیں ملاحظہ ہوں۔

"قیام پاکستان کے بعد پہلی مرتبہ پاکستان زنانہ نیشنل گارڈز کی طرف سے

ڈھاکہ اسپورٹس ایسوسی ایشن کے وسیع میدان میں، قواعد کھیل اور رسہ کشی کا مظاہرہ کیا گیا۔ صوبہ کے گورنر سر فریڈرک بورن نے زنانہ نیشنل گارڈز کی سلامی قبول کی اور انعامات تقسیم کیے۔ نیشنل گارڈز کی جماعت میں شہر کے بعض مقتدر حضرات کی بیگمات اور کالج کی طالبات شریک ہیں اور باوجود روزمرہ کی مصروفیات کے یہ خواتین اس قومی ادارہ میں بہت دلچسپی کا اظہار کرتی ہیں۔ اس کے قیام کی پہلی سالگرہ کے موقع پر نہ صرف ڈھاکہ بلکہ دوسرے اضلاع کی خواتین بھی اسپورٹس میں شریک ہوئیں پنجاب رجمنٹ کے بینڈ کے ہمراہ سفید وردیوں اور سبز پٹیوں میں ملبوس خواتین نے مارچ پاسٹ کی رسم ادا کی۔ اس کے بعد سو گز کی دوڑ، لانگ جمپ (لمبی چھلانگ)، رسہ کشی اور دوسرے کھیلوں کے مظاہرے کیے گئے۔ اس موقع پر ہندوستان کے ہائی کمشنر مسٹر سنتوش کمار باسو، میجر جنرل ایوب خاں اور دوسرے اعلیٰ فوجی اور سول افسران بھی موجود تھے۔" (نوائے وقت ۱۶ مارچ ۱۹۴۹ء)

پچھلے دنوں اس زنانہ نیشنل گارڈ کے ایک دستہ کو مکہ اور مدینہ کی سند تصدیق بھی حاصل ہو گئی۔ سعودی عرب کے جو نمائندے بین الاقوامی اقتصادی کانفرنس میں شرکت کے لئے تشریف لاتے تھے انہوں نے ایک "چاق چوبند" دستہ کی پریڈ دیکھی اور نہ صرف اس کی تحسین فرمائی بلکہ یہ امید ظاہر کی کہ سعودی عرب کی خواتین بھی اس 'اسوۂ حسنہ' کی پیروی کریں گی۔ پاکستان کے مسلمان جو مکہ اور مدینہ کے فتووں کو ہمیشہ آخری دینی سند کی حیثیت دیتے رہے ہیں، علمبرداران کتاب و سنت کے اس فتوے کے بعد بھلا اب کسی کو زنانہ نیشنل گارڈ کے کسی پہلو پر نکتہ چینی کے

نے کا ہے کو لب ہلانے کی اجازت دیں گے۔ اصل خبر بالفاظہا ملاحظہ ہو:۔

"کراچی ۹ دسمبر۔ آج کراچی میں پاکستان زنانہ نیشنل گارڈ کے ایک چاق چوبند دستہ نے پریڈ کی بین الاقوامی اقتصادی کانفرنس میں شریک ہونے والے سعودی عرب کے ارکان وفد اور پاکستان میں سعودی عرب کے مدار المہام نے پریڈ کی سلامی سعودی عرب کے وفد کے لیڈر نے اس تقریب کے موقع پر تقریر کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان کی خواتین قومی زندگی میں مردوں کے دوش بدوش جس طرح کام کر رہی ہیں انشاء اللہ سعودی عرب کی عورتیں بھی اپنے فرائض اسی تندہی سے انجام دیں گی" (نوائے وقت ۱۱ر دسمبر ۱۹۴۹ء)

اس زنانہ نیشنل گارڈ کی تمام تربیت مرد فوجی افسروں کے سپرد ہے اور وہ ان دستوں کی تربیت جن شرعی و اخلاقی ذمہ داریوں کے ساتھ کر رہے ہیں اور اس کے جو نتائج سامنے آ رہے ہیں اس کے متعلق ایک واقف حال کی شہادت ملاحظہ ہو۔ سول اینڈ ملٹری گزٹ لاہور نے اپنی ۲۳ ر اپریل ۱۹۴۹ء کی اشاعت میں اپنے ایک مراسلہ نگار "حقیقت پسند" کا مندرجہ ذیل مراسلہ شائع کیا ہے:۔

"جناب من!

پیشتر اس کے کہ آپ تتلیوں اور پردے کی بحث ختم کریں، کیا آپ ایک حقیقت پسند شخص کو بھی اپنے احساسات پیش کرنے کا موقع دیں گے۔

فوج سے متعلق اپنے ۳۰ سالہ تجربہ کی بنا پر میرا یہ خیال ہے کہ فوج کے صرف

Marfat.com

وہ افسر عورتوں کے آمادہ بھرتی کرنے کے حق میں ہیں جو محض جنگی ضرورت کی پیداوار ہیں...... یہ لوگ نوجوان ہیں اور عورتوں کی یہ آزادی اس لئے چاہتے ہیں تاکہ جہاں موقع میسر آئے یہ عورتیں ان کی تفریح کا سامان بن سکیں۔ ان کے ہاں کھانے کی میزوں پر سب سے زیادہ پردہ ہی بحث کا موضوع ہوتا ہے اور یہ لوگ تصویر کا دوسرا رُخ کبھی دیکھنے کی کوشش ہی نہیں کرتے۔

میں کیپٹن ظفراللہ اور اُن کے ہم خیال لوگوں کی توجہ انہی دنوں کی صرف اس خبر کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں جس میں ان زنانہ نیشنل گارڈوں کا ذکر تھا۔ جن کا معاملہ نرسنگ اور دوسرے ڈاکٹری شعبوں میں بھرتی کے لئے زیر غور تھا اور اس سلسلہ میں ان کے ڈاکٹری معائنہ کی ضرورت پیش آئی اس ڈاکٹری معائنہ کا خوفناک نتیجہ بیان کرنے سے میں دانستہ احتراز کرتا ہوں۔ یہی ایک بات ہمارے سمجھ دار دوستوں کی آنکھیں کھول دینے کے لئے کافی ہے[1]۔ آخر اس کی وجہ مردوں اور عورتوں کے آزادانہ اختلاط کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے؟"

"حقیقت پسند" لاہور

---

[1] نامہ نگار صاحب کی یہ سادہ مزاجی قابل داد ہے کہ وہ عیاں کرتے ہیں کہ اس طرح کے خوفناک نتائج ان حضرات کی آنکھیں کھولنے والے ثابت ہوتے ہیں۔ یہی تو وہ چاہتے ہیں کہ یہ مبارک نتائج برآمد ہوں اور ان میں زیادہ سے زیادہ حصہ خود ان کا ہو۔

اگر آپ یہ اندازہ کرنا چاہیں کہ دفاع ملکی اور نیکی و خیرات کے خشک و بے مزہ اور کڑوے کسیلے کاموں کو ہماری اس زنانہ نیشنل گارڈ نے کس قدر لذیذ اور پُرکشش بنا دیا ہے تو اس کے لئے اس کی تیسویں بٹالین کے اس تفریحی پروگرام کی رُوداد ملاحظہ فرمائیے جو کنگ ہال میں زیرِ سرپرستی بیگم لیاقت علی خاں ۲۷، ۲۸، ۲۹ اگست کی تاریخوں میں منعقد ہوا۔ یہ رُوداد 'ڈان' میں اس کے نامہ نگار کے قلم سے شائع ہوئی ہے۔ نامہ نگار لکھتا ہے :۔

• پاکستان زنانہ نیشنل گارڈ کا تیسواں بریگیڈ گذشتہ تین روز سے ایک نایاب نظارۂ جمال فراہم کر رہا ہے۔ لوگ جب کسی نیک مقصد میں مدد کے لئے خیراتی فنڈ کا کوئی تماشہ دیکھنے جاتے ہیں تو ٹکٹ خریدتے ہوئے عموماً وہ کسی اونچے معیار کی توقع نہیں رکھتے۔ اس وجہ سے ان کے لئے یہ پُر مسرت اور تعجب انگیز امر تھا جب انہوں نے دیکھا کہ موسیقی، رنگ اور زریں ملبوسات کا ایک طوفان ان پر اُمنڈ پڑا۔

. . . .

تماشہ کی ابتداء سازندوں کے ایک طائفہ نے کی۔ نوخیز، خوش جمال اور خوش پوشاک لڑکیاں ستار، اسراج، وائلن اور بانسری پورے کمالِ فن کے ساتھ بجا رہی تھیں۔ یہ انبوہِ جمال و موسیقی دیکھنے والوں اور سننے والوں کے لئے جنت نگاہ اور فردوس گوش تھا۔ پھر چھ مہ وش لڑکیوں نے فصلی ناچ شروع کیا۔ یہ ناچ حسن و شباب اور مسرت و انبساط کا پورا پورا مظاہرہ تھا۔ منی پوری ناچ تو کمال فن کا ایک نادر نمونہ تھا جو ایسے تفریحی تماشوں میں دیکھنے کا کم ہی اتفاق ہوتا ہے۔ مصری ناچ اپنی

Marfat.com

خصوصیات کے مطابق حرکاتی تیزی اور نغماتی ہم آہنگی کا ایک دلکش مرقع تھا پھر پنجاب کا مشہور دیہاتی ناچ لڈی تو بس طوفان نغمہ و رنگ تھا۔ ستار پر مسٹر نذیر احمد کا نغمہ تنہائی اور اس پر رنگ برنگ روشنیوں کا بہاؤ آواز کے جادو کو دوبالا کر رہا تھا۔ پردوں کے پس منظر میں غالب کی غزل سے

بازیچۂ اطفال ہے دنیا مرے آگے

ہوتا ہے شب و روز تماشہ مرے آگے

ایسے دل آویز انداز میں گائی جا رہی تھی کہ دل کے تاروں کو مرتعش کئے دیتی تھی۔۔۔

۔ ۔ ۔ ۔ ۔

رنگ و لباس اس تفریحی تماشہ کی دو بڑی خصوصیتیں تھیں۔ ان خصوصیتوں کا مظاہرہ سوزن کاری کی فیشن پریڈ کے ذریعہ کیا گیا۔ مسلمانوں کے مختلف قسم کے ملبوسات آب و تاب، ریشمی چمک اور جواہراتی دمک کے ساتھ وہاں موجود تھے۔ دہلوی بیگمات اپنی ناممکن التقلید خصوصیات کے ساتھ، حیدر آبادی بیگم آنکھوں کو خیرہ کر دینے والے پر شکوہ ملبوس میں، لکھنوی بیگم اپنے مخصوص ناز و ادا کے ساتھ جو واجد علی شاہی دربار کا طرہ امتیاز تھا، رامپوری بیگم اپنے دل ربا انداز، نئی پاکستانی خاتون قدامت کے لوچ کے ساتھ نئی تیزی اور نفاست لئے ہوئے تھیں۔ اور سورتی بیگمات اپنے دل آویز کاڑھے ہوئے ملبوسات کے ساتھ اسٹیج کے آر پار تھرک تھرک کر ایک ہوش ربا منظر پیش کر رہی تھیں۔

تماشہ کا اختتام درجن بھر عورتوں کی دلفریب قوالی سے کیا گیا۔ نہ صرف یہ کہ موسیقی اور نغمہ کسی بہتر سے بہتر قوالی کے معیار کا تھا بلکہ ان پُرفن عورتوں نے تو اپنے پرسحر ناز وادا سے قوالی میں کمال ہی کر دیا۔ اس میں شبہ نہیں کہ اس کامیابی میں ان کے حسن ولباس کو بہت کچھ دخل تھا۔

نغمہ و رقص سے مرکب چار سین کا ایک پر مذاق ڈرامہ بھی پیش کیا گیا جس کا نام حبیبؔ تھا۔ یہ ایک مسلمان رئیس کے گھر کا نقشہ پیش کرتا تھا . . . .

. . . ہیروئن مسرت و انبساط کی تصویر تھی۔ مذاق اور شوخی و شرارت سے بھری ہوئی اداکاری اور فن کاری کا مرقع۔ تینوں منگیتر نہایت زندہ اور نوجوان تھے لیکن جیتنے والا حمید تو واقعی فاتح تھا . . . . . .

بیگم لیاقت علی خاں دلی مبارک باد کی مستحق ہیں کہ انہوں نے کمال مہربانی سے سرپرستی فرما کر اس تماشہ کو پیش کرنے کی ہمت افزائی فرمائی، یہ صرف انہی کی پرتجسس نگاہیں تھیں جنہوں نے بہت سے پوشیدہ جواہرات کو ڈھونڈ نکالا۔ آرٹ اور اس کے متعلقات سے ان کی دلچسپی نے ہماری معاشرت میں آرٹ اور موسیقی کو دوبارہ زندگی بخشی ہے۔

یہ تماشہ کہاں تک پسند کیا گیا اس کا اندازہ اس واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ تماشہ کے دوران میں قریب قریب ہر پیش کش پر ریلیف فنڈ کے لئے عطیات کے اعلان ہوتے رہے۔" (ڈان۔ مورخہ ۳۰ اگست ۴۸ء)

Marfat.com

یہ ہے ہماری اس زنانہ نیشنل گارڈ کی تصویر جس کو اس وقت پاکستان کی دفاعی تیاریوں میں عالی اہمیت حاصل ہے، یہ ہے ہماری وہ فوج ظفر موج جس کے لئے قرآن و حدیث سے دلیلیں فراہم کی گئی ہیں کہ مسلمان خواتین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جنگی کاموں میں حصہ لیتی تھیں، یہ ہیں وہ طریقے جن میں ماہر ہو جانے کے بعد ہماری بہنیں اور بیٹیاں دشمنوں کے چھکے چھڑا دیں گی اور یہ ہیں وہ اسلامی طریقے جن سے ہماری قوم کا جذبۂ انفاق فی سبیل اللہ ابھرتا ہے اور جن سے کام لے کر وہ اپنے جہاد کے لئے روپے فراہم کر سکتی ہے۔"

زنانہ کالجوں کا رنگ ہمارے زنانہ کالجوں میں لڑکیوں کو جس طرح اسلامیت کے رنگ میں رنگا جا رہا ہے اس کے ثبوت میں صرف مس فاطمہ جناح میڈیکل کالج لاہور کا حوالہ دے دینا شاید کافی ہوگا۔ اخباروں میں آئے دن اس کالج سے متعلق ایسی تصویریں چھپتی رہتی ہیں جن میں ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے وزرائے عظام یا حکام عالی مقام میں سے کوئی بزرگ نہایت شان سے براجمان ہیں اور ان کے ارد گرد کالج کی طالبات اور معلمات اس طرح جمع ہیں جس طرح شمع کے گرد پروانے جمع ہوں۔

لاہور کا اسلامیہ کالج فار ویمن ایک پردہ کالج ہونے کے لحاظ سے مشہور رہا ہے۔ اب ہمارے ارباب کار اس کو جو شکل دینے کی کوشش کر رہے ہیں اس کا اندازہ ذیل کے مراسلہ سے فرمایئے جو سول اینڈ ملٹری گزٹ لاہور کی ۲۰ جنوری ۱۹۴۹ء کی اشاعت میں شائع ہوا ہے۔ ایک طالبہ کا باپ اخبار مذکور کے ایڈیٹر کو لکھتا ہے:-

جناب من،

Marfat.com

زنانہ اسلامیہ کالج لاہور خالصتہً باپردہ ادارہ ہے اور اس بنا پر اسے مسلمانوں سے عطیات اور امدادی و خیراتی رقوم حاصل ہوتی رہی ہیں۔ مگر آج کل ہم دیکھ رہے ہیں کہ اس کالج میں ایسے مرد اور ان کے دوست احباب آتے ہیں جن کا اس ادارے سے کسی قسم کا تعلق نہیں۔ اسی پر بس نہیں بلکہ جب ایسے لوگ کالج میں آتے ہیں۔ اور یہ وقتاً فوقتاً آتے ہی رہتے ہیں۔ تو لڑکیوں کو حکماً ننگے سر اور بے نقاب رہنے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ میں ایک طالبہ کے والد کی حیثیت سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا اب یہ کالج باپردہ نہیں رہا؟ اگر نہیں رہا تو پبلک کو اس سے آگاہ کیوں نہیں کیا گیا؟[1]

ایم۔ اے۔ مجید قریشی۔ لاہور

مخلوط کالجوں کا حال لڑکوں اور لڑکیوں کے مخلوط کالجوں اور اسکولوں کے متعلق ہر نیک دل مسلمان کو یہ گمان تھا کہ تہذیب شیطانی کی یہ لعنت کبریٰ پاکستان بننے کے بعد ایک لمحہ کے لئے بھی برداشت نہیں کی جائے گی لیکن اوپر بیگم لیاقت علی خاں کا بیان آپ پڑھ چکے ہیں کہ آزادیٔ نسواں اور پردہ شکنی کے لئے جو جہاد انہوں نے شروع کر رکھا ہے اس میں اتنی

---

[1] نامہ نگار صاحب سے گذارش ہے کہ جب پبلک اتنی اندھی ہو جائے کہ دن دہاڑے اور ڈنکے کی چوٹ عملاً جو کچھ کیا جا رہا ہے اسے نظر نہ آتے تو آخر اسے آگاہ کیسے بنایا جائے۔ وہ تو اپنے سامنے The world is full of fools. "دنیا بیوقوفوں کی بستی ہے" کا قاعدہ کلیہ رکھ کر چل رہے ہیں۔ اعمال کا اب تک کا تجربہ اسی قاعدہ کی تصدیق کرتا ہے۔

Marfat.com

ساری کامیابی کا انحصار وہ انہی کالجوں پر سمجھتی ہیں۔ انہی کالجوں کے اندر، ان کے خیال ہیں۔ اس فوج ظفر موج کے افسر اور کمانڈر تیار ہو رہے ہیں جو اس ملک میں اس خالص اسلامی تہذیب کو قائم کرے گی جس کیلئے بیگم صاحبہ میلاد کی مجلسوں میں والہانہ انداز میں تقریریں فرمایا کرتی ہیں اور جس کے قائم کرنے کیلئے ہی ان کے محترم شوہر نے پاکستان دستور ساز اسمبلی میں مشہور قرار داد مقاصد پاس کرائی ہے۔

ان کالجوں میں پڑھنے والیوں اور پڑھنے والوں کے متعلق تو ہمیں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے البتہ ایک واقعہ یاد آگیا ہے جس کو ہم محض اس خیال سے یہاں ذکر کرتے ہیں کہ اس سے فی الجملہ اندازہ ہو سکے گا کہ موجودہ تعلیم کس ٹائپ کے اشخاص تیار کرتی ہے اور کس ذہنیت اور کس مذاق کے لوگ ہیں جن کو اس نظام تعلیم میں یہ درجہ بخشا گیا ہے کہ وہ ہماری نوجوان نسل کے لڑکوں اور لڑکیوں کو ایک مکتب میں بٹھا کر تعلیم دے رہے ہیں اور پھر یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ اس سے اخلاق بگڑتے نہیں بلکہ بن رہے ہیں۔

غالباً اپریل ۱۹۵۰ء کا واقعہ ہے کہ مولانا سید ابوالاعلیٰ صاحب مودودی اور اُن کے بعض رفقاء کو پاکستان کے ایک کالج میں تقریر کے لئے دعوت دی گئی جو لڑکوں اور لڑکیوں کا مخلوط کالج تھا۔ مہمان کی تقریر سننے کے لئے ہال میں جس طرح لڑکے جمع ہوئے اسی طرح طالبات بھی جمع ہوئیں اور تہذیب جدید کے آداب کے مطابق لڑکیاں ہال کی اگلی بنچوں پر بیٹھیں اور ایک آدھ کے سوا سب بہنیں بے نقاب تھیں جب حاضرین اور مہمان اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گئے تو کالج کے پرنسپل صاحب معزز مہمان کے خیر مقدم اور حاضرین سے ان کے تعارف کے لئے کھڑے

Marfat.com

ہوئے اور اپنی فصیح و بلیغ تقریر کا آغاز انہوں نے ایک مصرعہ سے فرمایا جس کو اپنے ادبی ذوق اور اپنی اخلاقی حس دونوں پر انتہائی ظلم کر کے میں محض اس لئے نقل کر رہا ہوں کہ ناظرین اس سے عبرت حاصل کر سکیں۔ مصرعہ یہ تھا۔

خدا جب حُسن دیتا ہے نزاکت آ ہی جاتی ہے

پرنسپل صاحب نے یہ مصرعہ اس بے تکلفی سے پڑھ دیا گویا خطبہ مسنونہ تلاوت فرما رہے ہیں اور دوسروں کا تو پتہ نہیں مگر میرا جو حال ہوا اس کا اندازہ اس سے فرمائیے کہ باوجودیکہ اب اس واقعہ پر ایک مدت گزر چکی ہے لیکن آج بھی اگر اس اجتماع اور اس مصرعہ کا خیال آ جاتا ہے تو مجھے ایسی شرمندگی ہوتی ہے کہ گویا اس مصرعہ کے پڑھنے کا جرم پرنسپل صاحب سے نہیں بلکہ مجھ سے ہی صادر ہوا تھا۔

اس واقعہ کے بیان کرنے سے مقصود کسی خاص کالج اور اس کے پرنسپل صاحب کو زیر بحث لانا نہیں ہے بلکہ مقصود محض یہ ظاہر کرنا ہے کہ جن مخلوط کالجوں کی نسبت بیگم لیاقت علی خاں صاحب اور ہمارے ارباب کار کو یہ گمان ہے کہ ان کے اندر اس ملک میں آئندہ قائم ہونے والی تہذیب کے نمونے ڈھالے جا رہے ہیں ان کے طلبہ اور طالبات تو الگ رہے ان کے پرنسپلوں تک کے مذاقِ سلیم کا یہ حال ہے کہ ان کی صحبت سے ثقہ اور سنجیدہ لوگوں کو پرہیز کرنا واجب ہے۔

ڈرامے اور مینا بازار آزادیٔ نسواں اور پردہ شکنی کی اس تحریک ہی کو مقبول بنانے کے لئے ڈراموں، ناچ گانے کی مجلسوں اور مینا بازاروں کا سلسلہ بھی شروع کیا گیا ہے جس کی ہردلعزیزی اس تیزی کے ساتھ بڑھ رہی ہے کہ اندیشہ ہوتا ہے کہ شاید پاکستان میں تہذیب و

Marfat.com

ثقافت نام ہی ان چند چیزوں کا رہ جائے گا۔ ڈراموں میں بیشتر زنانہ نیشنل گارڈز، کالجوں کی طالبات اور سرکاری اداروں کی پناہ گزیں لڑکیاں حصہ لیتی ہیں جس کے معنی یہ ہیں کہ اس "آرٹ" کو فروغ دینے کے لئے ہمارے اندر سے ایک مستقل طبقہ اس تحریک کے کارکنوں کے ہاتھ آگیا ہے جو عجب نہیں کہ بگڑتے بگڑتے ایک دن اس کو پیشہ ہی بنا بیٹھے۔

مینا بازار پاکستان میں بیگم لیاقت علی خاں صاحب کی اولیات میں سے ہے۔ انہی نے کراچی میں اس کا آغاز فرمایا اور اب یہ حال ہے کہ پاکستان میں قومی و ملی مقاصد کے لئے روپے اکٹھے کرنے کا اس کو واحد کامیاب ذریعہ خیال کیا جانے لگا ہے۔ پاکستان کے تقریباً ہر بڑے شہر میں کراچی کے مینا بازار کی تقلید کی جا چکی ہے اور جو شہر باقی رہ گئے ہیں وہ بھی جلد از جلد اس اسوۂ حسنہ کی پیروی سے سعادت اندوز ہونے کے لئے تیاریاں کر رہے ہیں۔ یہ مینا بازار ظاہر میں تو اس غرض کے لئے منعقد کئے جاتے ہیں کہ ان سے قومی اغراض کے لئے روپیہ اکٹھا کیا جائے لیکن درحقیقت ان کا مقصد عورتوں کو اس آزادی و بے قیدی کی چاٹ لگانا ہے جو اس ملک کے ارباب اقتدار یہاں پھیلانے کے دل سے خواہشمند ہیں۔ چنانچہ اسی مقصد کو پیش نظر رکھ کر یہاں مینا بازار کی ایک خاص قسم رائج کی گئی ہے جو پردہ شکنی کی تحریک اور جنسی جذبات کو بھڑکانے میں خاص طور پر معین ہے اور چونکہ جنسی جذبہ کی زود اشتعالی اور اثر انگیزی

لہ اس کا اندازہ کرنے کے لئے ناظرین کو ۱۴ مارچ ۱۹۴۹ء کے سول اینڈ ملٹری گزٹ لاہور میں کراچی کے مینا بازار میں معروف بیگم لیاقت علی خاں صاحب اور ملک غلام محمد صاحب وزیر خزانہ پاکستان کی ملاقات کی ایک تصویر دیکھ لینا کافی ہوگا۔

Marfat.com

معلوم ہے اور اس کے ذریعہ سے بڑی آسانی کے ساتھ عوام کی بھیڑیں اکٹھی کی جا سکتی ہیں اس لئے اس نسخہ کو پوری آزادی کے ساتھ استعمال کیا جا رہا ہے۔ کوئی نہیں سوچتا کہ قوم کو اگر ایک آزاد اور طاقتور قوم کی حیثیت سے زندہ رکھنا ہے تو اس کو ایسی تربیت دینے کی ضرورت ہے کہ اس کے اعلیٰ قومی اور مذہبی جذبات بیدار رہوں اور تمام پیش نظر مہمات میں وہی جذبات اس کی رہنمائی کریں۔ اگر ہر کام ناچ گانے کی مجلسوں، ڈراموں اور مینا بازاروں ہی کے واسطہ سے لیا گیا تو کچھ عرصہ کے بعد آپ دیکھیں گے کہ ایک جنسی جذبہ کے سوا اس قوم کے دوسرے سارے جذبات بالکل مردہ ہو جائیں گے۔ یہاں تک کہ اگر آپ کوئی مسجد بنانے کے لئے بھی اس سے چندہ مانگیں گے تو اس وقت تک وہ آپ کو ایک حبہ نہیں دینے کی۔ جب تک آپ پہلے اس کو مینا بازار کی سیر نہ کرائیں لیکن افسوس ہے کہ یہاں یہ ذوق روز بروز ترقی کرتا جا رہا ہے اور مینا بازاروں کی نت نئی قسمیں ایجاد ہوتی جا رہی ہیں۔

۱۳ دسمبر ۱۹۴۹ء کو ایک مینا بازار سیالکوٹ میں لگایا گیا تھا۔ اس کا افتتاح پاکستان کے کمانڈر انچیف سر ڈگلس گریسی نے فرمایا۔ اس کے پروگرام میں ایک دن عورتوں کے لئے مخصوص کیا گیا تھا۔ اس خاص دن کے متعلق ایک خاتون کا بیان ملاحظہ فرمائیے جو انہوں نے عینی مشاہدہ کے بعد اخبار سول اینڈ ملٹری گزٹ میں شائع کرایا ہے۔ اس سے آپ کو اندازہ ہو سکے گا کہ پاکستان میں مینا بازاروں کا مقصد کیا ہے۔ خاتون مذکور لکھتی ہیں:

• جناب من:

سیالکوٹ چھاؤنی میں جو مینا بازار لگایا گیا تھا اس کے متعلق یہ اعلان کیا

Marfat.com

گویا کہ اس کا دوسرا دن عورتوں کے لئے خاص ہوگا میں یہ اعلان ہی سن کر حیران رہ گئی کیونکہ مینا بازار تو کہتے ہی اس بازار کو ہیں جو عورتیں عورتوں کے لئے لگائیں۔

لیکن جب میں اس مینا بازار میں گئی تو وہاں کا باوا آدم ہی نرالا تھا۔ وہاں کی ہر چیز کو اپنی توقعات کے بالکل برعکس پایا۔ تقریباً سبھی دوکانیں اور اسٹالوں کو مرد ہی چلا رہے تھے۔ اس احاطہ میں سب سے نمایاں چھ پولیس افسر تھے جو اس نمائش کے وسط میں براجمان تھے۔ اس سے بھی زیادہ مضحکہ انگیز وہ چار جی۔ ایم۔ پی کے آدمی تھے جو ہر طرف پھر رہے تھے۔ تقریباً سو آدمی مختلف ٹولیوں میں ہر طرف گشت لگا رہے تھے"

بیگم ایم بشیر سیالکوٹ

(سول اینڈ ملٹری گزٹ۔ لاہور۔ ۱۹ دسمبر ۱۹۵۹ء)

بیرونی ممالک میں ہماری خواتین کا تعارف

آزادیٔ نسواں کی یہ تحریک اب اندرون ملک ہی تک محدود نہیں رہی ہے بلکہ اس کی منادی دوسرے ممالک میں بھی شروع ہوگئی ہے۔

آل پاکستان ویمنز ایسوسی ایشن کی ششماہی رپورٹ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ پاکستان کی خواتین نے بیرونی ممالک سے اپنے تعلقات جس قدر وسیع کر لئے ہیں خود حکومت پاکستان بھی اپنے تعلقات اب تک اس قدر وسیع نہیں کر سکی ہے۔ یہاں تک کہ بعض وہ اخبارات بھی جو اس تحریک کی حوصلہ افزائی میں پیش پیش ہیں، اس وسعت تعلقات کو دیکھ کر گھبرا اٹھے ہیں اور وہ عورتوں کو مشورہ دینے لگے ہیں کہ وہ اپنی سرگرمیاں اندرون ملک ہی تک محدود رکھیں تو زیادہ اچھا ہے۔ بیرونی ممالک میں ہماری اسلامی حکومت کی خواتین جس پہلو سے متعارف ہو رہی

Marfat.com

ہیں اس کو واضح کرنے کے لئے ہم یہاں اس وفد کی کارگذاری پیش کرتے ہیں جو آل پاکستان ویمینز ایسوسی ایشن کی طرف سے امریکہ میں منعقد ہونے والی بین الاقوامی زنانہ نمائش میں شرکت کے لئے گیا تھا۔ اس سے آپ کو اندازہ ہوسکے گا کہ جہاں ہر مذہب و ملت کی خواتین نے اپنی اپنی تہذیب و روایات کی نمائش کی وہاں ایک خالص اسلامی حکومت کی نمائندہ خواتین نے اسلامی تہذیب و روایات کے کیا نمونے دکھلائے۔

"بین الاقوامی زنانہ نمائش" کا چھبیسواں سالانہ اجلاس جو ۷ نومبر ۴۹ء کو نیو یارک میں شروع ہوا۔ اس میں پاکستان کی نمائندگی بیگم حسین ملک قائد وفد، بیگم نذیر احمد اور مسز پیا نے کی . . . . شام کو پاکستانی وفد بیگمات ملکہ رہ نے حاضرین کی تواضع کے لئے ایک دلچسپ پروگرام پیش کیا . . . . بیگم حسین ملک نے جنہوں نے اس پروگرام کا افتتاح کیا، پاکستانی عورتوں کی طرف سے امریکن عورتوں کو خیر سگالی کا پیغام پہنچایا۔ اپنی افتتاحی تقریر میں انہوں نے فرمایا کہ پاکستانی عورتوں کو تعمیر ملی کے کاموں میں عملاً شریک کرنے کے لئے ان کی ہر طرح حوصلہ افزائی کی جاتی ہے . . . . پردہ کے نفاذ سے عورتوں کو ان کے سیاسی اور شہری حقوق سے محروم کرنا مقصود نہیں تھا۔[1] بہرحال اب پردہ پاکستان سے بڑی تیزی سے رخصت ہو رہا ہے بیگم حسین ملک کے بعد بیگم نذیر احمد نے

---

[1] بیگم صاحبہ نے یہ اپالوجی و معذرت، غالباً اسلام کی طرف سے پیش کی ہے جس کیلئے وہ مسلمانوں کی طرف سے تشکریہ کی مستحق ہیں۔

Marfat.com

حاضرین کو پاکستانی گیت سے محظوظ کیا۔ پروگرام کے آخر میں مشہور عالم رقاصہ زہرہ اور اس کے ساتھی نے مغلوں کا درباری رقص پیش کیا۔[1]

اس پروگرام میں ہمارے سفارت خانہ کے افسروں، ان کے متعلقین، اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں شریک ہونے والے پاکستانی وفد کے اراکین اور امریکہ میں مقیم پاکستانیوں کی ایک کثیر تعداد شریک تھی۔"

(۲۳ - اور ۲۵ نومبر ۱۹۴۹ء ڈان - کراچی)

پاکستانی خواتین کی ترقی پر نیویارک کے "کرسچین سائنس مانیٹر Christian Science Monitor" میں ایک مضمون شائع ہوا ہے جو ڈان کراچی نے اپنی ۲۹ دسمبر ۱۹۴۹ء کی اشاعت میں نقل کیا ہے۔ ہم اس کا ضروری اقتباس یہاں پیش کرتے ہیں۔ اس سے بھی اندازہ ہو سکے گا کہ باہر کی دنیا میں پاکستانی خواتین کے حال اور مستقبل کو کس نگاہ سے دیکھا جا رہا ہے اور کس عنوان سے پیش کیا جا رہا ہے۔

"نیویارک - ۲۸ دسمبر - پاکستانی خواتین برابر ترقی کی شاہراہ پر آگے بڑھ رہی ہیں ...... ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو یعنی پاکستان کے قیام کے ساتھ ہی، آزاد قومی زندگی کی لہر حرم کے اندرونی گوشوں تک پہنچ گئی۔ بہت سی پردہ نشین عورتوں

---

[1] انصاف کے ساتھ فرمایئے کہ اگر خدا نخواستہ پاکستان قائم نہ ہوا ہوتا تو اس عظیم الشان اسلامی ثقافت کا محافظ کون ہوتا اور امریکہ جیسے دور دراز کفرستان میں آج اس کا مظاہرہ کر کے اسلام کا بول بالا کون کرتا!!

Marfat.com

نے بھی آزادی کا مطالبہ کیا اور یک لخت ان میں سے سینکڑوں دُبلے زرد ڈھانچے لئے ہوتے پناہ گزینوں کی مدد کے لئے گھروں سے باہر نکل آئیں۔ . . . . . بیگم رعنا لیاقت علی خاں — وزیر اعظم پاکستان کی نرم و نازک، زندہ دل حسین بیوی[1] — نہایت ہوشیاری کے ساتھ پردہ کو سرے سے اڑا دینے کے خواہاں اور اس کے دقیانوسی حامی گروہوں کے بین بین راستہ اختیار کر رہی ہیں . . . . حال ہی میں صوبہ سرحد میں ایک حیرت انگیز واقعہ پیش آیا کہ پاکستانی گورنر کو خوش آمدید کہنے کے لئے سینکڑوں پٹھان عورتیں گھروں سے باہر نکل آئیں"

(ڈان، کراچی۔ مورخہ ۲۹ ردسمبر ۱۹۴۹ء)

شاہ ایران کے ساتھ جو ایرانی اخبار نویس پاکستان آئے تھے انہوں نے واپس جاکر اپنے اخبارات میں جن تاثرات کا اظہار کیا ہے ان کا ایک نمونہ مسٹر ممتاز احمد خاں صاحب،

---

[1] قرآن نے جن خواتین کو مسلمان عورتوں کی رہنمائی پر متعین کیا ان کے اوصاف سورۂ احزاب میں یہ گنائے ہیں: مسلمات (خدا کی فرمانبردار)، مومنات (خدا پر ایمان رکھنے والیاں)، قانتات (مطیع)، صادقات (راستباز)، صابرات (ثابت قدم)، خاشعات (خدا ترس)، متصدقات (صدقہ دینے والیاں)، صائمات (روزہ رکھنے والیاں)، حافظات (اپنے ناموس کی حفاظت کرنے والیاں)، ذاکرات (اللہ کو یاد رکھنے والیاں)۔ (احزاب: ۳۵) لیکن یہ اوصاف تو بقول نامہ نگار دقیانوسی قیادت کے ہیں، نئی قیادت جن محاسن سے مسلح ہو کر میدان میں آئی ہے وہ نرمی، نزاکت اور زندہ دلی اور حسن ہے۔ بیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

Marfat.com

جو شاہ کے ہمراہ طہران گئے تھے، کے الفاظ میں ملاحظہ ہو:۔

ممتاز احمد خاں صاحب اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں۔

".... ایرانی اخبار نویسوں نے جو شاہ ایران کے ساتھ پاکستان آئے تھے، واپس جا کر پاکستان پر ہر پہلو سے بہت ہی ہوشربا مضامین لکھے اور ان میں پاکستان کی فوج سے لے کر اس کی شاندار ساڑیوں اور غرارے تک ہر شے کا ذکر کیا۔

ہفتہ وار اخبار "ترقی" کے ایڈیٹر آقائے لطف اللہ صاحب نے لاہور پر ایک مضمون لکھا جس میں پاکستانی عورتوں کی دولتِ حسن کو، جو ملک کے ہر حصے سے اس خوبصورت رومانی شہر میں جمع کی گئی تھی، بہت نمایاں کر کے بیان کیا۔ اپنے اس مضمون میں انہوں نے "حسنِ نمکین ہندی" کا ذکر کرتے ہوئے لکھا کہ ایران کے قدیم شاعروں مصنفوں اور سیاحوں نے ہندی لڑکیوں کی غزال چشمی کے جو نقشے کھینچے تھے آج کا لاہور اس کا ہو بہو نقشہ پیش کرتا ہے۔۔۔۔

یہ مضامین دکانوں، ہوٹلوں، بازاروں اور گھروں میں ہر جگہ خوب مزے لے کر اور شوق سے پڑھے گئے۔"

(سول اینڈ ملٹری گزٹ لاہور، مورخہ ۴ اپریل ۱۹۵۶ء)

زہر آلود تحریریں اس تحریک کو جلدی سے جلدی کامیاب بنا دینے کے لئے جس قسم کا لٹریچر دن رات فراہم ہو رہا ہے اور وہ جس طرح بے روک ٹوک اخبارات و رسائل کے ذریعہ

سے گھر گھر پہنچ رہا ہے افسوس ہے کہ اس کی پوری تفصیل پیش کرنا سردست میرے لئے ممکن نہیں ہے۔ تاہم چند مراسلات کے نمونے نذر ناظرین ہیں۔ ان سے آپ اندازہ فرما سکیں گے کہ ہماری اس اسلامی حکومت کے ارکان جو اپنی ذات پر معمولی سے معمولی تنقید بھی برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے اور اگر کوئی اخبار یا رسالہ بھول کر بھی ان کی شان میں ایک حرف گستاخی کی قسم کا لکھ دیتا ہے تو فوراً چراغ پا ہو جاتے ہیں اور اس "غدار" کی سیفٹی ایکٹ سے خبر لے ڈالتے ہیں۔ وہ کتنے روادار اور فیاض و حریت نواز واقع ہوتے ہیں اس قسم کی تحریروں کے لئے جو ان کے اس محبوب مقصد آزادیٔ نسواں کو تقویت پہنچائیں اگرچہ ان میں خاندان رسالت اور صحابہ و صحابیات کی کھلی ہوئی توہین کی گئی ہو، اگرچہ ان میں ہمارے تمام اسلاف صالحین کو بد اخلاق ٹھہرایا گیا ہو، اور گرچہ ان کے ایک ایک حرف سے اسلام کے خلاف غصہ اور نفرت کی بدبو پھوٹ رہی ہو۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں:-

راولپنڈی کے کوئی بزرگ کیپٹن ظفر اللہ پوشنی ہیں۔ ان کا ایک مراسلہ جو سول اینڈ ملٹری گزٹ لاہور کی ۲۷ اپریل ۱۹۵۰ء کی اشاعت میں شائع ہوا ہے، ملاحظہ ہو۔

"جناب من۔ مس جبین نے میرے خط کا جو جواب دیا ہے اس نے اس قیدی کی یاد تازہ کر دی ہے جو مدتوں قید رہنے کی وجہ سے اُس کوٹھری ہی سے محبت کرنے لگ جاتا ہے جس میں وہ بند رکھا گیا ہے۔

ہاں میں جانتا ہوں کہ پیغمبر کی بیٹی فاطمہ پردہ کرتی تھیں مگر مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ قائد اعظم کی بہن فاطمہ ایسا نہیں کرتیں اور یہی دوسری اللہ کر فاطمہ کا طریقہ

صحیح ہے۔ کیونکہ ہمارا ملک دوسرا ہے، ہماری دنیا دوسری ہے، ہمارے حالات دوسرے ہیں اور یہ سب کچھ اس سے مختلف ہے جو تیرہ سو سال پہلے تھا۔[۲]

---

[۱] یہ تقابل ملاحظہ ہو مس فاطمہ جناح کا حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے ساتھ جو تمام خواتین جنت کی سردار اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی ہیں اور جن کی زندگی تمام خواتین امت کیلئے اسوہ اور جن کی محبت لازمہ ایمان قرار دی گئی ہے پھر یہ ستم ظریفی ملاحظہ ہو کہ اس تقابل میں مس فاطمہ جناح کے طریق زندگی کو اہل بیت رسالت کے اسوۂ حسنہ پر کھلم کھلا ترجیح دی گئی ہے لیکن ہماری اسلامی حکومت کے ائمہ میں سے کسی کی غیرت بھی اس پر حرکت میں نہ آئی۔ پچھلے دنوں کسی اخبار کی محض اس اطلاع پر کہ امریکہ کی کسی فلم کمپنی کی کسی فلم میں کسی نوعیت سے حضرت فاطمہ کا ذکر آگیا ہے پاکستان کے مسلمانوں کی غیرت بھڑک اٹھی تھی حالانکہ وہ محض افواہ ہی تھی اور یہاں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ ایک شخص سیدہ پاک کی کھلی ہوئی توہین و تحقیر کرتا ہے لیکن کسی کے کان پر جوں بھی نہیں رینگتی۔ ہمارے بعض بزرگ مسلمانوں کی اس ادا پر بھی قربان ہوتے ہیں کہ وہ خود اپنے بزرگوں اور ائمہ دین کی چاہے جتنی توہین کر ڈالیں مگر کوئی دوسرا ان کے خلاف زبان کھولے تو اس کی جان اور اپنی جان ایک کر کے رہیں۔

[۲] جب سب کچھ دوسرا ہے تو صاف صاف یہ کیوں نہیں کہتے کہ ہمارا دین بھی دوسرا ہے اسلام کا انکار کر کے تم جس وادی میں چاہو بھٹکو اور جس کو چاہو اپنا امام اور ہادی بناؤ کسی مسلمان کو تم سے بحث نہیں ہوگی لیکن مسلمان کہلا کے تمہیں ان کی توہین کرنے کا کیا حق ہے جن کی محبت اور جن کی پیروی امت کیلئے جزء ایمان اور ذریعہ نجات قرار دی گئی ہے؟

Marfat.com

یہ بالکل بے تکے پن سے ہر معاملہ میں قدیم زمانہ سے جواز تلاش کرنے کا رجحان صرف احمقانہ[1] ہی نہیں بلکہ خطرناک بھی ہے۔ اس کا نتیجہ سماجی جمود اور ذہنی پستی ہوگا۔

بہن جبین، سنو! آپ کی جو بہنیں قید سے رہائی پا چکی ہیں ان پر تتلیوں اور بلبلوں کی پھبتی چست کر کے اپنے دل کو اطمینان دلانے کی کوشش نہ کرو۔ اپنے دل کے اندرونی گوشوں میں تم جانتی ہو کہ تتلیاں اُڑ سکتی ہیں اور بلبلیں گا سکتی ہیں مگر تم پنجرے میں بند، رد چڑیا کی مانند رہائی یافتہ ساتھیوں پر حسرت بھری نظر سے تکتی ہوئی محض چیں چیں ہی کر سکتی ہو۔"

سول اینڈ ملٹری گزٹ، لاہور، مورخہ ۲۷ اپریل ۱۹۴۹ء

ایک صاحب احساس، صاحبہ کا ایک مراسلہ ملاحظہ ہو جو مذکورہ بالا اخبار کی ۲۰ اپریل ۱۹۴۹ء کی اشاعت کی زینت ہے۔ وہ اخبار کے ایڈیٹر کو مخاطب کر کے رقمطراز ہیں۔

"جناب من

اس وقت اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ روزانہ زندگی کے مسائل کو حقیقت پسندانہ طریق پر حل کرنے کی کوشش کی جائے۔ پردہ کے معنی چہرے کو اس طرح چھپانے کے نہیں ہیں جس طرح ہمارے ہاں چھپایا جاتا ہے۔ اصل شے اخلاقی طرز عمل ہے۔ ہم عورتوں پر پردہ ان لوگوں نے ٹھونسا تھا جن کی اخلاقی حالت

---

[1] آپ کچھ سمجھے کہ یہ ذات شریف کس بات کو احمقانہ قرار دے رہے ہیں؟ اس بات کو کہ مسلمان

(باقی صفحہ ۵۶ پر)

Marfat.com

کافی بلند نہیں تھی۔ انہوں نے محسوس کیا کہ وہ اپنے اخلاق کو باسانی بلند نہیں کر سکتے اس لئے انہوں نے عورتوں کو اس ظالمانہ طریقہ سے قید کر دینے کی راہ نکال لی اور وہ سمجھے کہ اس خرابی پر قابو پانے کا یہی ٹھیک طریقہ ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس میں شک نہیں کہ اگر ہم عورتیں بھی مردوں کی طرح باہر پھرنے لگیں تو شروع

(بقیہ حاشیہ ص۵۵) ہر معاملہ میں رسول اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے طریقہ سے سندِ جواز ڈھونڈھنے کی کوشش کریں، ہر امر میں خلافت راشدہ اور سلف صالحین کے تعامل کی دلیل تلاش کریں، ہر قدم اٹھاتے وقت اس بات کی جستجو کریں کہ پیغمبر اور صحابہ کی زندگی کی روشنی میں یہ قدم اٹھانا صحیح ہے یا غلط؛ یہ رجحان ان حضرت کے نزدیک "احمقانہ" ہی نہیں بلکہ خطرناک بھی ہے"! لطف یہ ہے کہ یہ مراسلہ اس اخبار میں شائع ہوا ہے جو ۱۹۴۹ء کے وسط میں سیفٹی ایکٹ کے تحت تین مہینے کے لئے اس جرم میں بند کیا گیا کہ اس نے کشمیر کے متعلق ایک ایسی افواہ چھاپ دی تھی جس سے ہمارے وزیر اعظم صاحب کے متعلق عوام میں غلط فہمی پیدا ہو سکتی تھی۔ لیکن اسی اخبار نے جب مسلمانوں کے اتباع صحابہ و رسول کے فعل کو احمقانہ اور خطرناک قرار دیا تو کسی کو اس کی ذرہ برابر پروا نہ ہوئی۔

؎ یہ اخلاقی پستی کا الزام "صاحبِ احساس" صاحبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ بلکہ نعوذ باللہ خود اللہ میاں پر بھی عائد کر رہی ہیں کیونکہ آگے چل کر آپ دیکھیں گے کہ پردہ سے متعلق تمام جزئیات و تفصیلات خود قرآن پاک اور حدیث شریف میں بیان ہوئی ہیں اور ہمارے ائمہ و فقہا میں سے کسی نے بھی اس "تبرج" کو جائز نہیں قرار دیا ہے جس کی حمایت میں موصوفہ یہ تقریر فرما رہی ہیں۔

Marfat.com

شروع میں ہمیں کچھ تکلیف ہوگی مگر یہ صرف عارضی شئے ہوگی جب ہم سب اس کے عادی ہوجائیں گے تو کوئی بھی ضرورت سے زیادہ ہماری طرف متوجہ نہیں ہوگا۔[1] ہمارے دیہات میں کوئی پردہ نہیں ہے۔ عورتیں آزادانہ پھرتی ہیں اور مردوں کے ساتھ کام کرتی ہیں[2] لیکن اس کے باوجود ان کا احترام کیا جاتا ہے۔ اور وہ ٹھیک طرح سے رہتی ہیں۔

کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ شہروں میں بھی یہی فضا پیدا کرنے کی کوشش کی جائے؟ شہری لوگ تو بہرحال نسبتہً زیادہ ہی پڑھے لکھے اور زیادہ ذمہ داری کا احساس رکھنے والے ہوتے ہیں؟"

(سول اینڈ ملٹری گزٹ لاہور مورخہ ۳۰ر اپریل ۴۹ء)

اس تحریک کو غذا اور قوت پہنچانے کے لئے اسلامی تاریخ بالخصوص صدِ اول کی تاریخ کو جس رنگ میں پیش کیا جارہا ہے اس کا بھی ایک نمونہ ملاحظہ ہو۔ پاکستان ٹائمز لاہور

---

[1] جی ہاں! بالکل اسی طرح جس طرح ننگوں کے کلب میں اول اول کپڑے اتاریئے تو بڑی شرم محسوس ہوتی ہے مگر کچھ مدت کے بعد کسی مرد و عورت کو یہ احساس تک نہیں رہتا کہ برہنگی کوئی شرمناک چیز ہے۔

[2] "صاحبِ احساس" خاتون اور ان کے ہم مشرب لوگوں کو شاید معلوم نہیں ہے کہ اگر ہمارے دیہات میں کوئی عورت ان آزادمنش خواتین کے سے بناؤ سنگار کرکے ان کی سی چال چلتی ہوئی باہر نکلے اور مردوں کے ساتھ ان کی طرح خلا ملا رکھے تو شاید اسے گاؤں کے غیور لوگ زندہ ہی نہ رہنے دیں۔

Marfat.com

کے میگزین سیکشن مورخہ ۴ر اکتوبر ۱۹۵۷ء میں ایک بزرگ اپنے ایک مضمون کے سلسلہ میں لکھتے ہیں:-

"پہلا ادبی مرکز جس کا ہماری موجودہ تاریخ پتہ چلا سکی ہے اس کے قائم کرنے کا فخر حضرت سکینہ کو حاصل ہوا جو سید الشہداء حضرت امام حسینؓ کی صاحبزادی اور حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی نواسی تھیں۔ مدینہ میں ان کا خوبصورت محل وقت کے تمام بڑے بڑے بذلہ سنجوں، گویّوں، شاعروں اور اہل علم کا مرکز تھا۔ عین اس زمانہ میں جبکہ بہادران اسلام کی تلواریں اسپین اور سندھ کو زیر نگین کرنے میں مصروف تھیں، یہ ناموَر خاتون وقت کے ذہین طبقہ کے دلوں اور دماغوں پر حکمرانی کر رہی تھیں۔ یہ ایام اسلامی فتوحات کے ایام بہار تھے۔ ایک طرف ملک کے بعد ملک فتح ہو رہے تھے، دوسری طرف اجتماعی اور تہذیبی دائروں کے اندر بھی فتح کے بعد فتح حاصل ہو رہی تھی۔

حضرت سکینہ فیشن میں ہماری سب سے بڑی اور سب سے پہلی لیڈر ہیں۔ وقت کی تمام مجلسی خواتین ان کے طرّہ کی نقل کرنے کی کوشش کرتی تھیں اور اس کو طرّہ سکینہ کہا جاتا تھا۔ وہ موسیقی میں خاص دلچسپی لیتی تھیں، چنانچہ انھوں نے اپنے ایک غلام سُریج نامی کو اس زمانہ کے شہرۂ آفاق گویّے طویس سے تربیت دلائی تھی۔

اس ادبی مرکز کے جواب میں ایک دوسرا ادبی مرکز، حجاز کے مشہور صحت افزا

لاحول ولا قوۃ

رسالہ شیطان بابیت کے مطابق

مقام طائف میں قائم تھا۔ اس مرکز کی روح رواں عائشہ تھیں جو مشہور صحابی حضرت طلحہؓ کی صاحبزادی تھیں۔ ان (عائشہ) کی ماں حضرت ابوبکرؓ کی بیٹی اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بہن تھیں جن کے نام ہی پر بھانجی کا یہ نام رکھا گیا تھا۔

ان کی کھلے بندوں پبلک میں آمد و شد حضرت سکینہ سے بھی زیادہ نمایاں اور جاذب نظر تھی۔ ایک مشہور قدیم مورخ نے لکھا ہے کہ ان کے دوسرے شوہر ابن زبیر نے جب ان کی اس بات پر اعتراض کیا کہ وہ کبھی چہرے پر نقاب نہیں ڈالتی ہیں تو انہوں نے برجستہ جواب دیا کہ "جب خدائے جمیل نے مجھے اپنے فضل سے حسن و جمال بخشا ہے تو میں اس کے حسن صنعت کو لوگوں کی نگاہوں سے کیوں چھپاؤں، لوگ اس طرح خدا کی صناعی کا مشاہدہ کر سکتے ہیں[1]" (پاکستان ٹائمز میگزین سیکشن مورخہ ۴ اکتوبر ۱۹۵۹ء)

یہ اہل بیت رسالت اور خاندان صدیق اکبر کی بہو بیٹیوں کی تصویر کھینچی گئی ہے اور مضمون نگار صاحب نے بڑے اعتماد کے ساتھ یہ دعویٰ کیا ہے کہ یہی اس زمانہ کا عام رنگ تھا۔

---

[1] یہ پوری بکواس بلا حوالہ ہے۔ حدیث یا تاریخ کی کسی کتاب کا نام اشارۃً بھی نہیں دیا گیا ہے جس سے پتہ چل سکے کہ ان روایات کا ماخذ کیا ہے اور ان کے تاریخی استناد کا کیا پایہ ہے۔ آگے ہم اس معاملہ کی اصل حقیقت واضح کریں گے۔

Marfat.com

اسی طرح عورتیں کھلے بندوں اپنے حسن و جمال کی نمائش کرتی پھرتی تھیں تاکہ لوگ خدا کی صنعت کاری کی نشانیاں دیکھ سکیں، جگہ جگہ صحت افزا مقاموں پر نازنینان وقت لٹریری سیلون بنا کے بیٹھتی تھیں اور بھانڈ اور گویتے اور شعرا ان کے ارد گرد جمع رہتے تھے۔ وہ فیشن کے نئے نئے نمونے ایجاد کرتی تھیں اور وہ نمونے مقابلہ کے بازاروں میں آتے تھے اور ترجیح و انتخاب کے بعد تمام شہروں میں پھیلتے تھے۔ اور دلدادگان حسن وادا ان کو قبول کرتے تھے۔

اسلامی تاریخ کا وہ دور مبارک جس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیر القرون سے تعبیر فرمایا ہے ان مضمون نگار صاحب کے نزدیک نسوانی ترقی کی ان تمام "نورانیتوں" سے منور تھا، لیکن بعد میں ایسے لوگ پیدا ہوتے جن کو اپنے آپ پر یا اپنی عورتوں پر اعتماد نہیں رہا اور انہوں نے عورتوں کی اس ترقی کو پیچھے دھکیل دیا۔ چنانچہ اسی مضمون میں مضمون نگار صاحب ارشاد فرماتے ہیں۔

"یہ تو بعد کے عباسیوں کے زمانے میں جب انحطاط شروع ہوا تو عورتوں کی ترقی کو پیچھے دھکیل دیا گیا۔ اس زمانہ میں بے حیائی اتنی بڑھ گئی تھی کہ جن لوگوں کو اپنے آپ پر یا اپنی عورتوں پر اعتماد باقی نہ رہا انہوں نے عورتوں کو چہار دیواری کے اندر بند کر دیا۔"

اس قسم کی نادر تحقیقات جو یہ حضرات فرما رہے ہیں اس بات کی غمازی کرتی ہیں کہ ان کی نگاہوں میں جلال و جمال تو سمایا ہوا ہے ہالی ووڈ کے ایکٹروں اور ایکٹرسوں کا، اور وہی سوسائٹی جو ہالی ووڈ میں قائم ہے یہ حضرات پاکستان میں بھی قائم کرنے کے متمنی ہیں لیکن ظاہر ہے کہ

Marfat.com

ہالی وڈ کے نام سے ہالی وڈ کی تہذیب کو یہاں مقبول بنانا ممکن نہیں ہے اس لئے انہوں نے اس پر مدینہ اور طائف کے لیبل لگانے شروع کر دیئے اور یہ ثابت کر رہے ہیں کہ ہالی وڈ کی ساری تہذیب تو درحقیقت سرقہ ہے ہماری اس اسلامی تہذیب کا جو خیر القرون میں مکہ و مدینہ اور طائف میں رائج تھی لیکن بعد میں عباسیوں کے دور زوال میں آکے اس تہذیب کو پیچھے دھکیل دیا گیا۔

جن پاکیزہ خاندانوں کی عفیفات کی یہ تصویر دکھائی گئی ہے ان کی تصویر ذرا ایک نظر اس رنگ میں بھی ملاحظہ فرمایئے جس رنگ میں قرآن نے ان کو نمایاں کیا ہے۔ اس سے اچھی طرح اندازہ ہو سکے گا کہ یہ تصویر کتنی مختلف ہے اُس تصویر سے جو یہ حضرات پیش کرتے ہیں۔ قرآن مجید میں اہل بیت کو مخاطب کر کے یہ تعلیم دی گئی ہے۔

"وقار کے ساتھ اپنے گھروں میں بیٹھو، اور گذرے ہوئے زمانہ جاہلیت کے طریقہ پر اپنی نمائش نہ کرتی پھرو۔ نماز قائم کرو، زکوٰۃ دو اور اللہ اور رسول کی اطاعت کرتی رہو۔ اس حکم سے اللہ یہ چاہتا ہے اسے رسول کے گھر والو کہ تم سے ناپاکی کو دور کرے اور تم کو پاکیزہ بنائے جیسا کہ چاہئے۔ اور تمہارے گھروں میں اللہ کی جو آیتیں اور دانائی کی جو باتیں سنائی جاتی ہیں ان کا چرچا کرو۔ اللہ باریک بین اور خبر رکھنے والا ہے۔ فرمانبرداری کرنے والے مرد اور فرمانبرداری کرنے والی عورتیں، ایمان رکھنے والے مرد اور ایمان رکھنے والی عورتیں، یکسو ہونے والے مرد اور یکسو ہونے والی عورتیں، راستباز مرد اور راستباز عورتیں، ثابت قدم مرد اور ثابت قدم عورتیں

Marfat.com

صاحب نے اس گروہ کے کن "قدیم مورخ" کی خوشہ چینی سے تحقیقات کے یہ نوادر فراہم فرمائے ہیں حوالہ کی غیر موجودگی میں مذکورہ بالا بیانات کی تردید یا تصدیق کا معاملہ تو مشکل ہے لیکن عام ناظرین کی واقفیت کے لئے یہ بتا دینا فائدہ سے خالی نہیں ہوگا کہ ہمارے یہاں ادب و تاریخ کی بہت سی کتابیں ایسی ہیں جو زمانہ انحطاط کے بگڑے ہوئے خلفاء اور امراء نے اپنے نمک خواروں سے اس لئے لکھوائی تھیں کہ ان کی تفریح طبع کا سامان مہیا ہو سکے۔ان کتابوں میں گپوں اور قصوں، عشقیہ حکایتوں اور فسانوں، راگوں اور گیتوں کی لپیٹ میں صحابہ و صحابیات یا ان کے وابستگان سے متعلق ایسے واقعات بھی جمع کرنے کی کوشش کی گئی ہے جن سے ان فاسق امراء کی رنگ رلیوں کے لئے دلیل ہاتھ آئے۔ ہمارے عربی لٹریچر میں کتاب الاغانی اس طرز کی ایک مشہور کتاب ہے۔ اس میں عربی گیتوں اور راگوں، گویوں اور گانے والیوں کے ذکر کے سلسلہ میں بہت سے ایسے واقعات بھی ضمناً آتے ہیں جن کا مقصد پڑھنے والے کے ذہن پر یہ اثر ڈالنا ہوتا ہے کہ یہ رنگینیاں کچھ اسی زمانہ کے ساتھ مخصوص نہیں ہیں بلکہ رسول اور صحابہ کے زمانہ میں بھی اسی طرح موجود تھیں جس طرح آج موجود ہیں۔ اس قسم کے جتنے واقعات ان کتابوں میں ملتے ہیں بیشتر یا تو محض گپ ہیں یا ان میں صداقت کا کوئی ذرہ ہے تو اس کی نوعیت بس یہ ہے کہ عام فطری کمزوری کے تحت ذرا سی کوئی بات کسی سے صادر ہوتی ہے اور اس کو نمک مرچ لگا کر ایک پوری یوسف زلیخا تیار کر لی گئی ہے۔ کوئی صاحب نقد اور صاحب علم تو اس طرز کی کتابوں کو ہاتھ لگانا بھی پسند نہیں کرتا۔ لیکن جو لوگ مکھیوں کی طبیعت رکھتے ہیں اور بیشتر گندی ہی چیزوں پر بیٹھنا پسند کرتے ہیں وہ اس قسم کی کتابوں سے بڑی

Marfat.com

دلچسپی لیتے ہیں۔ یہ کتابیں جس مقصد کو پیش نظر رکھ کر لکھی گئی ہیں۔ اگر کوئی شخص اسی مقصد کے لئے

ل میں نے اس اتہام کے ماخذ کے متعلق بر رائے محض اپنے ذوق کی بنا پر قائم کی تھی اور چونکہ ملتان جیل میں، جہاں میں نے یہ کتاب لکھی ہے، اس معاملہ کی تحقیق کے لئے ضروری کتابیں میسر نہیں تھیں اس وجہ سے پورے اعتماد کے ساتھ اس کی تردید یا تصدیق میرے لئے مشکل تھی۔ لیکن حسن اتفاق سے ایک روز جیل کی لائبریری کی فہرست الٹتے پلٹتے مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کی نظر ایک کتاب پر پڑ گئی جس کا نام تھا "سکینہ بنت حسین"۔ کتاب نکلوا کر دیکھی گئی تو معلوم ہوا کہ اس کے مصنف مولوی عبدالحلیم شرر لکھنوی ہیں۔ کتاب کی نوعیت کا اندازہ تو شرر صاحب کے نام ہی سے ہو گیا تھا لیکن مزید اطمینان کے لئے کتاب پڑھی تو اس کے ماخذ کے متعلق میرا گمان صحیح نکلا۔ شرر صاحب نے اپنے مذاق کے مطابق یہ ایک ناولانہ مضمون لکھا ہے جس میں انہوں نے اگرچہ بیان کردہ واقعات کے حوالے نہیں دیئے ہیں اور نہ ایک ناولانہ مضمون میں اس کی ضرورت تھی لیکن بحیثیت مجموعی کتاب کے ماخذ کا پتہ دے دیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا اکثر و بیشتر حصہ کتاب الاغانی سے ماخوذ ہے۔

یہ کتاب ہمارے بزرگ اسلاف کی زندگی کا اشتہار دینے کے لئے لکھی گئی ہے تاکہ لوگوں کو زندگی و ہوسناکی کے لئے دلیل اور سند ہاتھ آئے چنانچہ مصنف نے اپنا مقصد کتاب کے شروع میں خود ہی ظاہر کر دیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔

"ہمارے قدیم مورخین چونکہ عموماً لوگوں کے ثقہ اور پارسا ہونے ہی کی فکر میں زیادہ

(باقی صفحہ ۶۶ پر)

ان کی طرف رجوع کرے تو ہر چند ہمارے نزدیک یہ ایک بہت بڑی بے ذوقی ہے تاہم اس کی آزادیٔ انتخاب کا حق تسلیم کر کے ہم اس پر صبر کر لیں گے۔ لیکن یہ تو بڑا ظلم ہے کہ حدیث اور رجال اور تاریخ و سیرت کی مستند کتابوں کو چھوڑ کر اب اس طرح کی خرافات میں سے جھوٹی سچی روایتیں جمع کی جائیں اور دنیا کو یقین دلایا جائے کہ دیکھو یہ ہیں اسلامی تہذیب، اسلامی اخلاق اور اسلامی سیرت کے اصل نمونے۔ یہ حرکت بالکل اسی طرح کی ہے جیسے کوئی شخص اسرائیلی خرافات میں سے وہ سارا مواد جمع کرے جس میں خدا کے پیغمبروں پر جھوٹ، زنا، چوری، شراب خوری اور طرح طرح کی بداخلاقیوں کی تہمتیں لگائی گئی ہیں اور پھر کہے کہ دیکھو، یہ ہیں وہ اصل کام جن کے لئے خدا نے اپنے پیغمبر دنیا میں بھیجے تھے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۵) رہتے ہیں لہٰذا ہم افسوس کے ساتھ ظاہر کرتے ہیں . . . ."

مصنف کے مذاق اور رجحان کا اندازہ اس کے مندرجۂ ذیل الفاظ سے کیا جا سکتا ہے جو اس نے حضرت عمر بن عبدالعزیز جیسے خلیفہ راشد کے متعلق لکھے ہیں:

"عمر بن عبدالعزیز کو جو تمام خلفائے اسلام میں ملاؤں اور خشک مزاج زاہدوں کی شان رکھتا تھا اس کو حضرت سکینہ کے جوڑے کی عام تقلید کو روکنے کے لئے اپنی شاہی قوت سے کام لینا پڑا اور ہاتھ میں ڈنڈے لئے پھرتا اور جس کے سر پر جمۂ سکینہ دیکھتا مونڈ دیتا۔"

شرر صاحب نے کتاب الاغانی وغیرہ جیسی کتابوں سے اخذ کر کے اس قسم کے بہت سے فتنے اپنے ناولوں کے ذریعہ سے مسلمانوں میں پھیلائے ہیں اور اب ہمارے نئے محققین نے شرر صاحب کے ناولوں ہی کو اپنی تحقیقات کا ماخذ بنا لیا ہے۔

Marfat.com

آغاخاں کی رہنمائی | یہ سطریں لکھ ہی رہا تھا کہ ڈان میں مسلمانوں کے قدیم ناصح مشفق جناب سر آغاخاں بالقابہ کی وہ تقریر نظر سے گذری جو انہوں نے ۸ فروری ۱۹۵۱ء کو مسٹر زاہد حسین گورنر اسٹیٹ بینک کے مکان پر بین الاقوامی امور سے متعلق ادارہ کے اہتمام میں کراچی کے اونچے طبقہ کے ایک اجتماع کو مخاطب کر کے مرشدانہ انداز میں فرمائی ہے۔ تقریر کا موضوع تھا "مسلمان سلطنتوں کا عروج و زوال اور ان کا مستقبل"۔ اس تقریر میں آپ نے تاریخ کا تجزیہ اور اس پر تبصرہ کرتے ہوئے پاکستان کے ارباب کار کو جو قیمتی مشورے دیئے ہیں ان میں سب سے زیادہ زریں مشورہ، خود اُن کے الفاظ میں یہ ہے۔

"یقین کیجئے کہ حقیقی اسلام کبھی بھی جامد نہیں تھا۔ یہ ہمیشہ ایک متحرک شئے رہا ہے۔ بنوامیہ کے عظیم الشان دور میں، جبکہ اس کی بنیادیں گہرائی اور وسعت کے ساتھ رکھی گئیں، یہ تحریک نہایت سادہ اور واضح تھا . . . اپنے مورخوں اور مفکروں کو ہدایت کیجئے کہ وہ اپنی ساری توجہ بنوامیہ کے اس عظیم الشان صد سالہ دور پر مرتکز کریں اور آپ اس اموی دور کو نمونہ کے طور پر سامنے رکھئے"

آگے چل کر اس مثالی دور کے فضائل و محاسن کی تفصیل کرتے ہوئے آپنے اسلامی تہذیب و معاشرت کے انہی دو نمونوں کا ذکر فرمایا ہے جن کا ذکر پاکستان ٹائمز کے مضمون نگار صاحب کے حوالہ سے اوپر گذر چکا ہے۔ آپ نے فرمایا:

"اس سلسلہ میں دو مثالیں بالکل واضح طور پر پیش کی جا سکتی ہیں۔ حضرت امام حسین کی صاحبزادی سکینہ اور طلحہ کی صاحبزادی (حضرت ابوبکر صدیق کی نواسی)

نے عرب کی زندگی میں معاشرتی اور علمی حیثیت سے جو امتیاز حاصل کیا اس کا موازنہ انیسویں صدی کی خواتین کے مرتبہ سے بآسانی کیا جا سکتا ہے نیز ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ ابتدائی اُموی خلفاء کے زمانہ ہی میں مکہ اور مدینہ میں گانے بجانے کا معیار کس قدر بلند ہو چکا تھا۔ اب اس کے مقابلہ میں ذرا اس نفرت وحقارت کو رکھئے جو اس ملک کے بعض گمراہ مسلمانوں کو فنونِ لطیفہ (گانے بجانے) سے ہے۔"

ڈان، کراچی مورخہ ۹ فروری ۱۹۵۰ء

اس تقریر کو پڑھ کر آغاخاں بالقابہ کی مرشدانہ قابلیت کی داد دینی پڑتی ہے کہ اسلام کا دم بھرتے ہوئے اسلام سے فرار کی جو راہ انہوں نے سجھائی ہے وہ اب تک یہاں کے نکتہ وروں کو نہیں سوجھی تھی۔ ہمارے ارباب کار ہاتھ پاؤں مار رہے تھے کہ کوئی ایسی راہ ڈھونڈ نکالیں کہ اسلام کے ساتھ ناتہ بھی نہ ٹوٹے اور یہ اسلام ان کے پیش نظر مقاصد میں خلل انداز بھی نہ ہو سکے لیکن ایسی راہ ڈھونڈ نکالنا جو کفر و اسلام، شیطان و رحمٰن، یزدان و اہرمن دونوں کو جمع کر سکے ہر مدعی کا کام نہیں ہے۔ اس کے لئے ایک مرشد کامل کی ضرورت تھی اور اس تقریر کو پڑھنے کے بعد ہر شخص تسلیم کرے گا کہ یہ مرشد کامل اگر کوئی ہو سکتا تھا تو بس ہمارے آغاخاں بہادر بالقابہ ہی ہو سکتے تھے جو اسلام اور اسلام کی تاریخ پر اتنی عمیق نگاہ رکھتے ہیں۔

ہز آغاخاں بالقابہ نے ہمارے ارباب کار کو جو راہ سوجھائی ہے وہ یہ ہے کہ اگر اسلام کے نعرہ کے ساتھ کفر قائم کرنا چاہتے ہو تو اس کا راستہ یہ ہے کہ اپنے مورخوں اور مفکروں کو اس کام پر لگاؤ کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے دور کو چھوڑ کر بنی اُمیہ کے

Marfat.com

صد سالہ دور کو اسلامی تاریخ کا خیر القرون ثابت کرنے پر اپنی تمام مساعی مرتکز کر دیں۔ کیونکہ یہی وہ دورِ میمون ہے جس میں اسلام کی بنیادیں "گہرائی اور وسعت کے ساتھ رکھی گئیں" جس میں سکینہ اور عائشہ جیسی فیشن ایبل خواتین، جو بیسویں صدی کی خواتین کے لئے بھی قابلِ رشک ہو سکتی ہیں، پیدا ہوئیں۔ جس میں گانے بجانے کا وہ فن شریف۔ اپنے عروج و کمال کو پہنچا جس کو اس زمانہ کے گمراہ مسلمان نفرت و حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

اگر ہمارے اربابِ حل و عقد سر آغا خاں کے اس زریں مشورہ کو قبول کر لیں تو قرار دادِ مقاصد پاس کر دینے کے بعد سے وہ جس الجھن میں پھنس گئے ہیں اس سے بیک جنبش وہ رہائی حاصل کر سکتے ہیں۔ اس "دورِ مبارک" میں، جس میں آغا خاں کے حسبِ ارشاد "اسلام کی بنیادیں پوری وسعت اور گہرائی کے ساتھ رکھی گئیں" صرف سکینہ اور عائشہ کے قابلِ اتباع اور رقص و سرود کے ہنگامے ہی موجود نہیں ہیں بلکہ اس کی گہرائیوں اور وسعتوں میں وہ سب کچھ موجود ہے جس کی ہمارے اربابِ کار کو تلاش ہے اور وہ مل نہیں رہا ہے اور اگر مل رہا ہے تو اسلام کے لیبل کے ساتھ نہیں مل رہا ہے۔

اس کے لئے بس ایک کام، جیسا کہ سر آغا صاحب نے مشورہ دیا ہے، کرنے کی ضرورت ہے۔ وہ یہ کہ اسلامی ریسرچ کے پورے ڈیپارٹمنٹ کو کچھ مزید توسیع کے ساتھ اس کام پر مامور کر دیجئے کہ وہ اس وسعت و گہرائیوں میں اچھی طرح اتر کر جو گوہرِ مقصود ہاتھ آئیں ان کو اکٹھا کر لیں اگر ہم حامیوں کی معلومات بھی اس کارِ عظیم میں کچھ مفید ہو سکیں تو اس دور کی بابت جو کچھ ہم جانتے ہیں وہ بھی اشارات کی صورت میں یہاں نوٹ کئے دیتے ہیں، شاید یہ تلاش مقصود میں

Marfat.com

کچھ رہنمائی کر سکیں۔

اس دور کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے "ملک عضوض" اور "جبریت" کے دور سے تعبیر فرمایا ہے۔ اگر ہمارے ارباب اقتدار اپنی مطلق العنانی اور اپنے استبداد کے استحکام کے خواہاں ہوں تو یہ دور جبریت اس کے لئے نہایت گہری بنیادیں مہیا کر سکتا ہے۔ اس دور میں اسلام کے جمہوری و شورائی نظام کو عجمی ملوکیت اور ولی عہدی سے بدل ڈالا گیا۔ اگر ہمارے ارباب کار تخت و تاج کے قیام کے ارمان رکھتے ہوں تو اس دور سے بڑھ کر ہماری تاریخ کا کوئی دور بھی اس ارمان کی حوصلہ افزائی کرنے والا نہیں ہے۔ اس دور نے خلفائے راشدین کے خدمت خلق اور محنت بے مزد کے طریقہ کو قیصریت و کسرویت سے بدلا۔ اگر ہمارے حکمران قیصریت و کسرویت کے احیاء کے متمنی ہیں تو صرف یہی دور ہے جو ان کے لئے مشعل کا کام دے سکتا ہے اس دور میں مروانی امراء کی عیاشیاں اور سفاکیاں ظہور میں آئیں۔ اگر ہمارے ارباب کار ان کے راستوں پر چلنا چاہتے ہیں تو بلاشبہ ان چیزوں کے لئے تاریخ کا قابل فخر دور یہی ہے۔ اس دور نے یزید اور اس کے آن شقی امراء کو جنم دیا جنہوں نے حسینؓ اور آل رسول کو کربلا میں اس جرم میں قتل کیا کہ وہ ان کی بادشاہی کے آگے خدا کی بادشاہی کا علم بلند کرنا چاہتے ہیں۔ اگر ہمارے ارباب حل و عقد اپنی تاریخ کو بھی کربلا کی ٹریجڈی سے نورانی کرنا چاہتے ہوں تو اس کے لئے بلاشبہ اسی دور سے رہنمائی مل سکے گی۔ اسی دور میں حجاج بن یوسف ثقفی، خالد قسری اور ابن ہبیرہ جیسے درندے پیدا ہوئے جن کی سفاکیوں سے خدا کی زمین چیخ اٹھی۔ اگر ان کے کارناموں کو پھر زندہ کرنا پیش نظر ہو تو لازماً اسی دور کی گہرائیوں اور وسعتوں کا مطالعہ کرنا پڑے گا۔

Marfat.com

اس دور کے بعض مصلحین نے اپنے زمانہ کے اُمرا سے خطاب کر کے کہا تھا کہ خدا نے تم کو اپنی مخلوق کا چرواہا بنایا تھا مگر تم نے بھیڑیئے بن کر ان کی کھالیں ادھیڑ دیں، ان کے گوشت کھا لئے اور ان کی ہڈیوں کے ڈھانچے چھوڑ دیئے۔ اگر ہمارے خداوندان نعمت بھی یہی چاہتے ہیں کہ گڈریے کے بجائے بھیڑیئے بن کر ہماری کھالیں کھینچیں اور ہمارے گوشت نوچیں تو بلا شبہ اس سیرت کی بہترین مثالیں بنو امیہ کے اسی جلیل سادہ دور میں مل سکیں گی نیز یہی وہ ہے جس نے آغا خاں کے بقول فاطمہ زہرا کی جگہ سکینہ اور عائشہ صدیقہ کی جگہ عائشہ بنت طلحہ کو جنم دیا۔ جن کی آزادی حسن کے فیشن اور حسن کی مجلس آرائیوں کو آغا خاں بیسویں صدی کی خواتین کے لئے بھی قابل رشک قرار دیتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اگر یہ بات ہے تو عورتوں کی اصلاح کی جو تحریک ہمارے لیڈروں نے چلائی ہے اس کی تقویت و تائید کے لئے بھی بہترین دینی مواد اسی دور کی تاریخ سے مل سکے گا۔

غرض سر آغا خاں بہادر نے اپنے اس ایک اشارہ سے ہمارے ارباب اقتدار کی وہ ساری الجھنیں دور کر دی ہیں جن میں وہ قرار واد مقاصد پاس کر کے مبتلا ہو گئے تھے۔ اب اگر ہمارے مورخوں اور مفکروں نے سر جوڑ کے اس عہد سادہ دور کے مطالعہ میں محنت کی اور اس کی گہرائیوں میں اتر کر اس دور کے سارے ماثر بے نقاب کر دیئے تو پھر آپ دیکھیں گے کہ تجدید و اصلاح کا وہ عظیم الشان کام جو ہماری قیادت علیا کے پیش نظر ہے اس کے لئے کوئی چیز امریکہ و انگلستان سے برآمد نہیں کرنی پڑے گی بلکہ پورا سامان تعمیر اور سارا مسالہ اپنے ہی گھر سے فراہم ہو جائے گا جس کو کوئی شخص بھی پردیسی یا "غیر اسلامی" کہنے کی جرات نہ کر سکے گا۔

Marfat.com

سر آغاخاں کی یہ تقریر پاکستان کے اونچے حلقوں میں بہت پسند کی گئی۔ یہاں تک کہ ڈان نے اس پر داد دی ہے کہ اقبال کے بعد آغا خاں کے سوا یہ حکیمانہ باتیں اور کوئی نہ کہہ سکتا تھا۔

دھمکیاں سر آغاخاں کی یہ تقریر جیسی کچھ بھی ہے اس کا ایک پہلو کم از کم یہ قابل تعریف ہے کہ وہ ماضی کے ساتھ ہمارے ربط کو قائم رکھنا چاہتے ہیں اگرچہ وہ ماضی عہد رسالت اور دور خلفائے راشدین کے بجائے دورِ بنی اُمیہ ہی ہو۔ لیکن یہاں تو اب علی الاعلان یہ بھی کہا جانے لگا ہے کہ ہم اب تک جس انداز سے اور جن زاویہ ہائے نگاہ سے اپنی زندگی کے معاملات پر غور کرتے رہے ہیں اب آزادی کے حصول کے بعد ان میں تبدیلی کرنی پڑے گی اور اگر طوعاً یہ تبدیلی نہ کی گئی تو مصطفیٰ کمال کی طرح جبراً یہ تبدیلی کرائی جائے گی۔ اور ساتھ ہی تمام اسلامی اقدار کی کھلم کھلا توہین کرتے ہوئے عورتوں کو سوسائٹی کے خلاف بغاوت پر اُبھارا جا رہا ہے۔ لاہور کے ایک روزنامہ کے ادارتی مقالہ کی مندرجہ ذیل سطریں ملاحظہ ہوں:-

> "عورتوں کی آزادی یا پردہ و نقاب پوشی کے سوال پر فرنگی اقتدار کے دور میں ہم جس انداز سے اور جن زاویہ ہائے نگاہ سے بحث کرتے رہے ہیں، اب اس میں بنیادی تبدیلی کرنے کی ضرورت ہے ورنہ ہماری معاشرت میں وہ توازن و ہم آہنگی اور وہ تناسب و یکرنگی پیدا نہ ہو سکے گی جس کے بغیر قوموں کی سربلندی محال ہے۔" (احسان لاہور مورخہ ۳ر فروری ۱۹۴۸ء)

پردہ کا مسئلہ جب بھی زیر بحث آیا ہے، خواہ فرنگی اقتدار کے دور میں یا اس اسلامی

اقتدار کے عہد میں، اس بحث میں کم از کم پردہ کے حامیوں کا نقطہ نظر اور زاویہ نگاہ اسلام کے سوا کچھ اور نہیں رہا ہے۔ اب اگر قومی سربلندی اور معاشرت میں توازن و ہم آہنگی پیدا کرنے کے لئے یہ لازمی ہے کہ اس نقطہ نظر میں تبدیلی پیدا کی جائے تو دوسرے الفاظ میں اس کے معنی یہ ہیں کہ اب زندگی کے مسائل پر اسلامی نقطہ نظر سے غور کرنے کے بجائے صرف قومی نقطہ نظر سے غور کیا جائے اور اسلام کو خیرباد کہہ دیا جائے۔

اس سلسلہ میں آگے چل کر ایڈیٹر صاحب دھمکی دیتے ہیں کہ لوگوں کو چاہئے کہ سیدھے سیدھے وقت کے تقاضوں کے آگے سرِ تسلیم خم کریں اور معاشرت میں ہم آہنگی پیدا کرنے کے لئے عورتوں کو آزادی دیں ورنہ یہاں بھی مصطفےٰ کمال کا طریقہ اختیار کر کے صبح و شام میں عورتوں کو پردہ سے باہر نکال لیا جائے گا کیونکہ معاشرت میں انتشار باقی رکھ کے دشمن کو فائدہ اٹھانے کا موقع بہرحال نہیں دیا جا سکتا۔ ارشاد ہوتا ہے۔

"آزادی کے حصول کے بعد معاشرت کے مختلف دائروں میں ہم آہنگی و یک جہتی پیدا کر کے قوم و ملت کی عمارت کو مضبوط بنیادوں پر قائم کرنے کا کام دو ہی طرح ہو سکتا ہے:۔ یا تو مصطفےٰ کمال کی قسم کا کوئی آمر مطلق پیدا ہو جو ڈکٹیٹر بن کر اس قسم کے احکام نافذ کرے کہ فلاں تاریخ اور فلاں وقت کے بعد سے کوئی عورت پردہ کے اندر نہ رہ سکے گی اور زندگی کے میدان میں مردوں کے سر کا بوجھ بننے کے بجائے اپنی راہ آپ تلاش کرے گی۔ اور یا پھر عوام میں خود اتنا شعور ہونا چاہئے کہ وہ اپنے قومی و ملی مفاد کو سمجھیں اور شخصی تعصبات کو ملکی

منافادات کے ساتھ متصادم نہ ہونے دیں ۔ پاکستان میں ابھی تک اس دوسری شکل کا دروازہ کھلا ہوا ہے لیکن اگر اس طرف توجہ نہ کی گئی تو پھر لازماً دو ہی نتیجے برآمد ہوں گے یا تو ہم میں کوئی آمر مطلق پیدا ہو جائے یا ہمارے اس اندرونی اختلال و انتشار سے اغیار ناجائز فائدہ اٹھائیں ۔"

(احسان، ۰

اس آمرانہ دھمکی کے بعد ایڈیٹر صاحب سوسائٹی کے موجودہ معروف و منکر کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور تلقین فرماتے ہیں کہ جب تک معروف و منکر کے موجودہ معیارات قائم رہیں گے اس وقت تک ترقی کے راستہ پر قدم بڑھانا ممکن نہیں ہے۔ بلکہ جو خواتین اس راہ میں آگے بڑھ گئی ہیں وہ بھی نکو بن کے رہ جائیں گی۔ اس وجہ سے سب سے مقدم کام یہ ہے کہ خیر و شر کے موجودہ انداز و پیمانے بدلیں یہاں تک کہ جن باتوں کو آج عورت کے لئے ہنر سمجھا جاتا ہے وہ عیب خیال کی جانے لگیں اور جن چیزوں کو عیب سمجھا جاتا ہے وہ ہنر سمجھی جانے لگیں۔ فرماتے ہیں۔

"اصل سوال یہ ہے کہ آیا ہم اس قسم کے مشاغل (نرسنگ کی طرف اشارہ ہے) کو مسلم خواتین کے لئے باعثِ عزت سمجھتے ہیں یا مجبوری و بے شرمی کا حیلہ قرار دیتے ہیں۔ پھر سوال صرف نرسنگ ہی کا نہیں ہے۔ اس کے ساتھ اسی قسم کے دوسرے بیسیوں مسائل بھی اُلجھے ہوتے ہیں۔ اب تک ہماری عورتوں کو صرف مردوں کا دست نگر ہونا سکھایا جاتا ہے۔ ان سے صرف یہ توقع کی جاتی ہے کہ وہ شادی سے پہلے باپ بھائی کی اور شادی کے بعد شوہر کی خدمت گزاری و اطاعت شعاری کا ہنر سیکھیں۔ گھر کے مرد جو کچھ پیدا کریں اسی میں تنگی ترشی

کے ساتھ اپنا وقت گذاریں اور قومی زندگی کو خوشگوار بنانے میں اپنا دائرہ عمل صرف زچہ خانے اور باورچی خانے تک محدود رکھیں۔ سوال یہ ہے کہ کیا زندگی کا یہ نظریہ اب بھی ہمارے لئے سود مند ہے یا نہیں؟ کیا خواتین کو قومی و ملی مشاغل کے وسیع تر میدانوں سے علیحدہ رکھنے اور انہیں صرف مردوں کی خدمت گذاری یا تفریح طبع کا آلہ کار بنائے رکھنے کا یہ طریقہ نفع بخش ہے یا خطرناک؟

اس وقت تک تو ہماری معاشرت کا ڈھانچہ یہ ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

۔ ۔ کہ اگر کوئی عورت بغاوت کر کے اپنا راستہ بنائے تو اسے یا تو مجبوری کی بنا پر معاف کر دیا جاتا ہے مگر حقارت کے ساتھ یا اس کی اس حرکت کو شرمناک قرار دے کر اس کے خلاف نت نئے شگوفے چھوڑے جاتے ہیں۔

ہم نے عصمت و عفت کو صرف عورت کے ساتھ مخصوص کر کے عصمت و عفت کی حفاظت و صیانت کی راہ بھی خود ہی تجویز کر رکھی ہے؛

اپنی اس حالت پر ماتم کرنے کے بعد ایڈیٹر صاحب زندہ قوموں کا اسوۂ حسنہ اختیار کرنے کی تلقین فرماتے ہیں اور عورتوں کو مخاطب کر کے للکارتے ہیں کہ تم خود اخلاقی جرأت کا مظاہرہ کرو اور خود اعتمادی کے عزائم کے ساتھ معاشرت کے موجودہ ڈھانچہ کو توڑ پھوڑ دو۔ اور اگر کچھ بد خود غلط لوگ اس پر طعن کرتے ہیں تو اس کی پروا نہ کرو۔ بھلا یہ بھی زندگی کا کوئی مطمح نظر ہوا کہ شادی کے لئے ایک شوہر تلاش کر لیا اور اسی شوہر کی خدمت گذاری میں زندگی گذار دی۔ اپنی خودی اور خود داری کو ابھارو اور زندگی کے وسیع میدانوں میں جولانیاں

Marfat.com

دکھاؤ۔ اس سوسائٹی کی پرواکرنے کی ضرورت نہیں ہے جواب تک یہ بھی نہ سمجھ سکی کہ وقت کے نئے تقاضوں کے ساتھ گذرے ہوئے ماضی کا جوڑ لگانا ممکن نہیں ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

"ہم سمجھتے ہیں کہ نہ صرف نرسنگ میں بلکہ ان تمام قومی و ملی مشاغل کے میدانوں میں خواتین کو آگے آنا چاہئے جن میں ان کی خدمت قوم و ملک کے وسیع تر مفاد کے لئے سودمند ہو سکتی ہے۔ ہماری خواتین کو چاہئے کہ اگر ضرورت ہو تو اس سلسلہ میں تھوڑی سی جرأت اخلاقی کا مظاہرہ کرنے سے بھی نہ ہچکچائیں ...... ہماری خواتین کو محسوس کرنا چاہئے کہ بیچ کی چند صدیوں نے ہماری معاشرت کا جو ڈھانچہ بنا دیا ہے وہ ہرگز ایسا نہیں ہے کہ اس کی ہر ہر گلی اور اس کے ہر ہر کوچے کو مقدس سمجھ کر آنکھیں بند کئے اس پر چلتی رہیں۔ اگر کچھ بزعم خود غلط حلقے ان کو مطعون کرتے ہیں تو اس کی پروا نہ کریں صرف اپنے ضمیر اور اپنے خدا[1] کے آگے خود کو جوابدہ سمجھیں اور تعمیر پاکستان کی ان منزلوں میں قدم بڑھانے سے محض اس لئے نہ ہچکچائیں کہ وہ دنیا کیا کہے گی جو دنیا ابھی تک ماضی و مستقبل کے درمیان حد فاصل کھینچنے ہی میں مجرمانہ تغافل سے کام لے رہی ہے۔ شادی کے لئے ایک شوہر تلاش کر لینا اور زندگی کو اسی شوہر

---

[1] خدا کا نام لینے کی یہ ادا غالباً ایڈیٹر صاحب نے اپنے خداوندانِ کراچی سے سیکھی ہے۔ وہ بھی خدا اور اس کے دین کی خوب مرمت کر لینے کے بعد اسی طرح خدا کا حوالہ دیا کرتے ہیں۔

Marfat.com

کی خدمت گذاری کے سانچہ میں ڈھالتے رہنے کی کوشش کرنا کوئی مطمحِ نظر نہیں، کوئی مقصد نہیں۔ اصل مقصد اور اصل مطمحِ نظر یہ ہونا چاہئے کہ تعمیرِ ملت کے وسیع تر مفاد کے لئے خود کو سازگار بنائیں اور اپنی خودی اور خودداری کو دبانے کے بجائے اسے اُبھاریں اور جِلا بخشیں۔"

(روزنامہ احسان مورخہ ۴ فروری سنہ ۵۰ء)

یہ ایڈیٹر صاحب اخباری رقابت کے تحت کمیونسٹوں پر اکثر نہایت تیز و تند تنقیدیں کرتے رہتے ہیں اور اس سلسلہ میں اگر ضرورت پیش آتی ہے تو مذہب کو بھی اپنی حمایت میں استعمال فرماتے ہیں لیکن مذکورہ بالا سطریں غور سے ملاحظہ فرما کر فیصلہ کیجئے کہ کیا کوئی شخص ایک لمحہ کے لئے بھی تصور کر سکتا ہے کہ ان کا لکھنے والا اسلام سے دور پرے کا بھی کوئی رشتہ رکھتا ہے۔ کیا لینن اور اسٹالین کا کوئی کٹر سے کٹر مرید بھی اسلام اور اسلامی روایات پر اس سے زیادہ بیباکانہ حملہ کر سکتا ہے؟

اسلام پر پیدا ہونے اور اسلامیت کے دعوٰی کے باوجود ان کے اخلاقی و معاشرتی نظریے بعینہٖ وہ ہیں جو دنیا کی دوسری مادیت پرست اور کافر قوموں کے ہیں۔ چنانچہ انہی صاحب کے ایک اور ایڈیٹوریل کی مندرجہ ذیل سطریں ملاحظہ ہوں:۔

"خدا نے انسان کو بالکل آزاد بنا کر پیدا کیا ہے مگر انسان نے اپنے معاشرتی مفاد کی خاطر خود ہی اپنے اوپر مختلف قسم کی پابندیاں عاید کر رکھی ہیں۔ قدرت کا قانون تو یہ ہے کہ ہر عورت ہر مرد کے لئے "کھلی ہوئی" ہے لیکن ہم نے

Marfat.com

معاشرت میں نفاست و حسن پیدا کرنے اور انسانی نسل کو اخلاقی بلندیوں کی بلند سطح پر لانے کے لئے جنگل کے جانوروں کی اتباع میں جنسی جذبات کو کھلی چھٹی نہیں دے رکھی ہے۔ اس کے برعکس ہم نے ازدواج و مناکحت کی پابندیاں عاید کرنا خود اپنے اوپر لازم کر رکھا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس ہم کسی انسان کی آزادی پر بھی گرفت کرتے ہیں کہ عصمت فروشی میں بے باکی سے کام نہ لے حالانکہ یہ اس کی آزادی میں مداخلت ہے۔"

(احسان لاہور، مورخہ ۲۸ر جنوری ۱۹۵۰ء)

ان کوششوں کا مجموعی اثر بات کہاں سے کہاں نکل گئی۔ کہنا یہ تھا کہ اس طرح کا فاسدانہ زہریلا لٹریچر ہے جو اس تحریک آزادی نسواں کی حمایت کے لئے اس ملک کا پورا انگریزی پریس اور اردو پریس کا ایک بہت بڑا حصہ رات دن پوری سرگرمی کے ساتھ گھر گھر پھیلا رہا ہے۔ ظاہر ہے کہ جس تحریک کو قوم کے لیڈروں کی سرپرستی حاصل ہو جس کے اندر عمال حکومت اپنے سرکاری فرائض سے زیادہ دلچسپی لے رہے ہوں جس کی حمایت کے لئے پریس کو کھلی چھٹی دے دی گئی ہو کہ جس طرح کا بھی فاسدانہ محرک و مہیج مواد ہاتھ لگے اس کو پھیلائیں وہ اگر جنگل کی آگ سے بھی زیادہ تیزی کے ساتھ پھیلے تو اس پر تعجب نہیں کرنا چاہئے چنانچہ ایک طرف تو مشہور قرارداد مقاصد ہے جو کتاب و سنت والی تہذیب قائم کرنے کے لئے پاس کی گئی ہے لیکن اس کے تقاضوں کی تکمیل میں اب تک ایک مردہ سنت بھی پورے ڈیڑھ سال کے عرصہ میں زندہ نہ کی جا سکی، اور دوسری طرف اس تحریک کی گرما گرمی

کا یہ عالم ہے کہ اگر تہذیب اسلامی کے کچھ نقوش اپنی سخت جانی کی وجہ سے ہماری حیات اجتماعی کے کسی گوشہ میں دبے دبائے پڑے رہ گئے تھے تو وہ بھی صبح و شام میں مٹا چاہتے ہیں۔ اس کا صحیح صحیح اندازہ آپ کو کرنا ہو تو آپ مشرقی پاکستان کے حالات کا جائزہ لیجئے۔ یہ علاقہ مغربی پاکستان کے مقابل میں نسبتاً اپنی مشرقیت اور اسلامیت کے لئے مشہور یا ہمارے تجدد پسند حضرات کے نقطہ نظر سے اپنی رجعت پسندی کے لئے بدنام رہا ہے۔ بالخصوص عورتوں کے معاملہ میں تو اس کا حال مغربی پاکستان بالخصوص پنجاب سے بالکل ہی مختلف رہا ہے۔ لیکن ان مشترکہ مساعی کا نتیجہ یہ ہے کہ دیکھتے دیکھتے آزادیٔ نسواں کی تحریک اب وہاں اس منزل میں پہنچ گئی ہے کہ مشرقی بنگال مسلم لیگ[1] کونسل تک اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے پر مجبور ہوگئی۔ چنانچہ اُس کا مندرجہ ذیل ریزولیوشن ملاحظہ ہو:۔

> "یہ کونسل مشرقی پاکستان کے کلبوں میں عورتوں اور مردوں کے آزادانہ اختلاط اور دوسری اس قسم کی خلاف شریعت اخلاق سوز حرکات کی پُرزور مذمت کرتی ہے .... ان چیزوں کو دیکھ کر عوام کا غصہ اس قدر بھڑک رہا ہے کہ اگر حکومت نے فوراً مداخلت کر کے ان حرکات کو روک نہ دیا تو عوام کوئی سخت کارروائی کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔

خوب ڈان۔ کراچی۔ مورخہ ۲۳ رجون ۱۹۴۹ء

---

[1] یہ ملحوظ رہے کہ یہ تجویز اس مسلم لیگ نے پاس کی ہے جس کے لیڈر اور جس کی حکومت ہی ان

(باقی صفحہ ۹۰ پر)

Marfat.com

قوم کی واحد نمائندہ جماعت کے اس احتجاج کے بعد، جس میں یہ دھمکی بھی دی گئی تھی کہ اگر ان خلاف شریعت اور اخلاق سوز حرکات کی روک تھام کے لئے حکومت نے کوئی موثر قدم نہ اٹھایا تو عوام قانون اپنے ہاتھ میں لے لیں گے، یہ تحریک ہر احتجاج و اعتراض سے بالکل بے نیاز ہو کر جس طرح آگے بڑھتی رہی ہے اس کا اندازہ بیگم شاہ نواز کے مندرجہ ذیل بیان سے ہوگا جو انہوں نے مذکورہ بالا تجویز کے پورے سات ماہ بعد ۲۲ دسمبر ۱۹۴۹ء کو مشرقی پاکستان کے دورہ سے واپس آکر کراچی میں پریس کو دیا ہے۔

"مشرقی پاکستان میں عورتوں کی ترقی کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئیں کہ بہت سے شعبہائے زندگی میں مشرقی پاکستان کی عورتیں مغربی پاکستان کی عورتوں سے آگے نکل گئی ہیں۔ مثال کے طور پر آپ نے میڈیکل کالج میں لیڈی پروفیسر اور ان چار لڑکیوں کا ذکر کیا جنہوں نے ہوائی جہاز چلانے کے لائسنس حاصل کئے ہیں۔ آپ نے کہا کہ مشرقی پاکستان کے بڑے بڑے ذمہ دار افسروں بلکہ وزراء تک کی بیویاں بھی گھروں میں بند نہیں رہتیں، وہ مردوں کے پہلو بہ پہلو تعمیر ملت[1] کے کاموں میں حصہ لینے کے لئے باہر

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۹) ساری حرکات کے ذمہ دار ہیں اور پھر یہ بھی ملحوظ رہے کہ جس "آزادانہ اختلاط" اور جن "اخلاق سوز حرکات" کو یہ حضرات بھی اخلاق سوز اور خلاف شریعت قرار دیں اسکی نوعیت کیا کچھ ہو سکتی ہے

[1] "تعمیر ملت" ایک اصطلاح ہے جس سے مراد اسی طرح کے کارنامے ہیں جن کا ذکر اوپر مشرقی بنگال

(باقی صفحہ ۸۱ پر)

Marfat.com

نکل آتی ہیں:

(سول اینڈ ملٹری گزٹ، لاہور، مورخہ ۲۳ دسمبر ۱۹۴۹ء)

عوام کی ذہنیتیں جس تیزی کے ساتھ متغیر ہو رہی ہیں اور ہر محفل میں عورتوں کو پیش پیش رکھنے اور ان سے رہنمائی حاصل کرنے کا مذاق جس سرعت کے ساتھ لوگوں میں ترقی کر رہا ہے اس کا اندازہ صرف اس ایک بات سے کیا جا سکتا ہے کہ اب مسلمان میلاد کی مجلسیں بھی منعقد کرتے ہیں تو ان کی کوشش یہی ہوتی ہے کہ ان میں تقریر کرنے کے لئے کسی عالم دین یا کسی مرد لیڈر کے بجائے کسی خاتون ہی کو بلائیں۔ اس وقت جبکہ یہ سطریں لکھ رہا ہوں، میرے سامنے ۱۶ر جنوری ۱۹۵۰ء کے ڈان کا پرچہ پڑا ہوا ہے۔ اس میں حیدر آباد (سندھ) کی ایک انجمن کے جلسۂ میلاد کی روداد شائع ہوئی ہے۔ انجمن کا نام ماشاء اللہ مجلس اسوۂ رسولؐ ہے جلسہ بھی میلاد نبوی کا ہے، لیکن آپ کو یہ سن کر تعجب ہوگا کہ اس مجلس اسوۂ رسول نے، اسوۂ رسول بیان کرنے کے لئے جس عالمہ کتاب و سنت اور پیکرِ اسوۂ رسول کو دعوت دی تھی وہ مس فاطمہ جناح ہیں۔ چنانچہ اخبار نے غالباً موصوفہ کی پیروی اسوۂ رسول ہی کو نمایاں کرنے کے لئے ان کی تقریر کے ساتھ ان کی تصویر بھی شائع کی ہے تاکہ مسلمان خواتین اپنی آنکھوں سے

(بقیہ حاشیہ صفحہ) مسلم لیگ کونسل کے ریزولیوشن میں آیا ہے اور جن کے خلاف کونسل کو صدائے احتجاج بلند کرنے پر مجبور ہونا پڑا ہے۔ کہیں لفظ ملت سے کوئی شخص ملت ابراہیم و محمد (علی اصحابہا الصلوٰۃ و السلام) مراد نہ لے بیٹھے۔ یہ ان لوگوں کی اپنی ملت ہے۔ بہر حال یہ لفظ لازماً اسلامی ہی نہیں ملتا۔

Marfat.com

دیکھ سکیں کہ اسوۂ رسول در اصل یہ ہے جس پر ملّاؤں نے پردہ ڈال دیا تھا اور جو پاکستان بننے کے بعد اب بے نقاب ہو کر سامنے آیا ہے۔ اس جلسہ میں موصوفہ نے اسوۂ رسول پر جو تقریر ارشاد فرمائی ہے وہ بھی نہایت سبق آموز ہے۔ ہمارے پاکستان میں کچھ فیشن سا ہو گیا ہے کہ جو صاحب بھی کوئی تقریر کرنے کے لئے کھڑے ہوتے ہیں وہ کلمہ "اتحاد، یقین، نظم" (Unity, Faith, Disipline) کی تلاوت سے اس کا آغاز فرماتے ہیں اور ظاہر کرنے کی کوشش فرماتے ہیں کہ یہی تین کلمات کُن فیکون ہیں جن سے دنیا وجود میں آتی ہے اور انہی تین کلمات کے بل پر یہ پُورا کارخانہ کائنات چل رہا ہے۔ چنانچہ اسی عام روش کی تقلید کرتے ہوئے موصوفہ نے بھی اپنی تقریر میں یہ ثابت کرنے کی کوشش فرمائی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی دنیا میں جو عظیم الشان کامیابیاں حاصل کیں وہ بھی انہی تین میں سے ایک کلمہ یقین (Faith) کی مرہونِ احسان ہیں ۔ معلوم ہوا کہ تکمیلِ دین تو اب کہیں جا کر بیسویں صدی میں ہوئی ہے جبکہ بقیہ دو کلمے بھی اس کے ساتھ مل گئے ہیں۔ اس سے پہلے سارا کام ایک تہائی دین ہی سے چل رہا تھا۔ سبحان اللہ وبحمدہ۔

اس مجلس اُسوۂ رسول کے جلسۂ میلاد النبی کا سب سے زیادہ دلچسپ پہلو یہ ہے کہ اس میں مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی بھی تشریف فرما تھے۔ اور انہوں نے وہاں تقریر بھی فرمائی لیکن اے۔ پی۔ پی کے رپورٹر نے اپنی طویل رپورٹ میں، جو اخبار کے پورے ڈیڑھ کالموں میں شائع ہوئی ہے، ان کا ذکر صرف ڈیڑھ سطر میں اس طرح کیا ہے کہ "جلسہ میں وہ بھی موجود تھے اور انہوں نے مس فاطمہ جناح کی تقریر سے پہلے ایک تقریر فرمائی"۔ ناظرین واقف

ہوں گے کہ یہ مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی تھانہ بھون کے ایک مشہور عالم، علوم دینی کے مدرس، اور حدیث وفقہ کی متعدد کتابوں کے مصنف ہیں۔ ان کی قدر و عافیت اس اسلامی مملکت میں اب یہ رہ گئی ہے کہ میلاد کی مجلسوں میں بھی بیچارے اگر بلائے جاتے ہیں تو مس فاطمہ جناح کے ایک تابع مہمل کی حیثیت سے۔ قانون سازی اور دستور سازی وغیرہ تو مولویوں کی دسترس اور ان کے مبلغ علم سے بالاتر خیال کی ہی جاتی تھیں اب نوبت یہاں تک پہنچی کہ مسلمانوں کو میلاد بھی بیگمات ہی کا پسند آتا ہے، ہمارے علمائے کرام اب اس کام کے لئے بھی کچھ بہت زیادہ موزوں نہیں خیال کئے جاتے۔ اگر مسلمانوں کے ذہنی تغیر کی رفتار یہی رہی تو ہمارا اندازہ یہ ہے کہ تھوڑے ہی دنوں کے اندر اندر آپ دیکھیں گے کہ ہمارے یہ حضرات علماً نماز جنازہ کے لئے بھی ناموزوں قرار دے دیئے جائیں گے اور اگر کسی لیڈر صاحب کی وفات ہوگی تو مسلمان یہی چاہیں گے کہ ان کی نماز جنازہ بھی شیخ الاسلام صاحب کے بجائے کوئی لیڈر صاحب یا لیڈرانی صاحبہ ہی پڑھائیں۔

گذشتہ مباحث کا خلاصہ | یہ ساری تفصیل ہم نے ان لوگوں کی آنکھیں کھولنے کے لئے پیش کی ہے جن کو سب کچھ دیکھنے کے باوجود بھی کچھ سوجھائی نہیں دیتا اور جو ابھی تک یہی خواب دیکھے چلے جا رہے ہیں کہ ان کے لیڈر رات دن اسلامی نظام قائم کرنے کی تیاریوں میں سرگرم ہیں اور اگر کوئی شخص ان کو آنکھیں کھولنے اور اصل حقیقت پر غور کرنے کی دعوت دیتا ہے تو بجائے اس کے کہ اس کے مشورہ کو قبول کریں الٹے اس کے سر ہو جاتے ہیں کہ تم تو ہمارے لیڈروں سے بدگمانی کرتے ہو۔ اس قسم کی خوش گمانی کے مریضوں کے لئے ہم نے

Marfat.com

چند مہینوں کے صرف چند اخباروں سے یہ اقتباسات پیش کئے ہیں۔ اور واضح رہے کہ جمع شدہ مواد کا نہایت قلیل حصہ اس مضمون میں دیا جا سکا ہے۔ امید ہے کہ یہ مواد سرمۂ بصیرت کا کام دیگا اور وہ اس کی مدد سے اصل حقیقت کو دیکھنے اور سمجھنے کی کوشش کریں گے۔

ہمیں امید ہے کہ جو سمجھ دار اور منصف مزاج آدمی بھی اس پورے سلسلہ کو غور سے پڑھے گا اس پر یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ اس ملک کے ارباب اقتدار مغرب زدگی کی جو لعنت اس ملک پر مسلط کرنے کے متمنی ہیں اس کا پہلا تجربہ ایک سوچی سمجھی سکیم کے ماتحت وہ پہلے ہماری بہنوں اور بیٹیوں پر کرنا چاہتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں اور ان کا یہ سمجھنا ایک حد تک صحیح ہے کہ اگر عورتوں نے اس طاعون کے جراثیم قبول کر لئے تو ہماری سوسائٹی کا بقیہ حصہ اس سے بچنا بھی چاہے گا تو نہ بچ سکے گا۔ اس مقصد کے لئے انہوں نے آل پاکستان ویمنز ایسوسی ایشن[1] کی شاخوں کا جال، جیسا کہ بیان ہو چکا ہے، پاکستان کے گوشہ گوشہ میں پھیلا دیا ہے۔ اور یہ کام سرکاری اہتمام اور سرکاری سرپرستی میں انجام پایا ہے، اور

---

[1] اسی ایسوسی ایشن کی کارکن خواتین کی رہنمائی و قیادت میں آئندہ نسل کی بچیوں اور نوجوان لڑکیوں کو تربیت کرنے اور پروان چڑھانے کے لئے بلیو برڈس (Blue Birds) گرل گائیڈس زنانہ رضاکار کور، زنانہ نیشنل گارڈز اور اینجلز آف مرسی (Angels of Mercy) و ایمبی نرسوں وغیرہ کی مختلف تنظیمیں اور تحریکیں سرگرم عمل ہیں۔

- - - - - - -

Marfat.com

انجام پا رہا ہے۔ ہر ایکسیلنسی بیگم ناظم الدین صاحب اور مس فاطمہ جناح اس ایسوسی ایشن کی سرپرست ہیں۔ بیگم لیاقت علی خاں اس کی صدر ہیں۔ اضلاع میں اس کی کرتا دھرتا اعلیٰ سرکاری حکام کی بیگمات ہیں۔ اس کی کانفرنسیں گورنمنٹ ہاؤس میں منعقد ہوا کرتی ہیں۔ حکومت پاکستان نے اس ایسوسی ایشن کو باضابطہ طور پر تسلیم کر کے یہ حکم جاری کر دیا ہے کہ اُن تمام معاملات میں جن کا تعلق عورتوں سے ہو محکمہ متعلقہ ایسوسی ایشن مذکور سے استفتاء کرنے کے بعد ہی کوئی قدم اٹھائے۔

ان تیاریوں کے ساتھ یہ حضرات ہماری خواتین میں جس قسم کا انقلاب برپا کرنے کے درپے ہیں۔ اگر کوئی شخص انہی کی تقریروں اور تحریروں کی روشنی میں اس انقلاب کے مطمح نظر کو سمجھنا اور متعین کرنا چاہے تو اسے معلوم ہوگا کہ ہماری سیاست، معاشرت اور اخلاق کے تمام موجودہ اقدار اس کی زد میں ہیں اور اگر یہ واقع ہوگیا تو ہماری زندگی کے ان تینوں گوشوں میں نہایت اہم اور بنیادی تبدیلیاں واقع ہونگی جن کا اجمالی تصور ذہن میں پیدا کرنے کے لئے ہم ان کو یہاں الگ الگ پیش کرتے ہیں۔

(۱) سیاسی پہلو سے یہ حضرات جو انقلاب برپا کرنا چاہتے ہیں وہ مرد اور عورت کی کامل مساوات کے نظریہ پر مبنی ہے۔ حقوق میں بھی مساوات اور فرائض میں بھی مساوات۔ ان کا نظریہ یہ ہے کہ عورت وہ سب کچھ کر سکتی ہے جو مرد کر سکتا ہے اس لئے اسے وہ سب کچھ کرنے کا موقع ملنا چاہئے جو مرد کر رہے ہیں۔ یہ لوگ اس بات کو تسلیم نہیں کرتے کہ عورتوں اور مردوں کی جدوجہد کے میدان الگ الگ ہیں۔ ان کے نزدیک دونوں کے

Marfat.com

لئے ایک ہی میدان ہے اور ایک ہی گو تے چوگان، اس لئے دونوں کو زندگی کے ایک ہی میدان میں بالکل ایک ہی طرز پہ بازی کھیلنی چاہیئے۔ جو شہری حقوق مردوں کو حاصل ہیں وہی شہری حقوق عورتوں کو حاصل ہیں۔ ریاست کی جو ذمہ داریاں مردوں پر عائد ہوتی ہیں بے کم و کاست وہی ذمہ داریاں عورتوں پر بھی عائد ہوتی ہیں۔ جس طرح مرد شہری اور ملکی حقوق ادا کرنے کے لئے پولیس اور فوج میں بھرتی کئے جاتے ہیں اسی طرح عورتیں بھی پولیس اور فوج میں بھرتی کی جائیں۔ جس طرح مرد، سپاہی، پائلٹ، کپتان اور کمانڈر بنتے ہیں اسی طرح عورتیں بھی سپاہی، پائلٹ، کپتان اور کمانڈر بنیں۔ جس طرح مرد وکیل اور جج، ڈپٹی کمشنر اور کمشنر، سفیر اور وزیر، گورنر اور گورنر جنرل ہوتے ہیں اسی طرح عورتوں کو بھی ان تمام مناصب عالیہ پر سرفراز ہونا چاہیئے۔ جس طرح مردوں کو الکشن لڑنے، ممبر منتخب ہونے، پارلیمنٹری سکرٹری، لیڈر اور وزیر اعظم بننے کے مواقع حاصل ہیں اسی طرح ان ساری قسمت آزمائیوں کے لئے عورتوں کو بھی مردوں کے برابر برابر مواقع ملنے چاہئیں۔ غرض زندگی کے ہر شعبہ اور جد و جہد زندگی کے ہر گوشہ میں ان لوگوں کے نزدیک مرد عورت ہے اور عورت مرد۔ اس مساوات کو یہ حضرات اجتماعی زندگی میں ہم رنگی و ہم آہنگی پیدا کرنے کے لئے لازمی قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس کے بغیر ملک ترقی کی راہ میں ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھا سکتا۔ اس کے بغیر ہمارے وزیر خزانہ کے ارشاد کے مطابق کوئی ملک معاشی اعتبار سے بھی آسودہ حال نہیں ہو سکتا۔ اسی چیز کو مطمح نظر قرار دے کر آل پاکستان زنانہ ایسوسی ایشن جد و جہد کر رہی ہے اور اس کے اس مطالبہ کو ہمارے وزیر اعظم صاحب اس ملک

کی ترقی اور مدافعت کے نقطہ نظر سے ناقابل انکار قرار دیتے ہیں۔

(۲) معاشرتی پہلو سے جس تبدیلی کے یہ لوگ خواہاں ہیں اور جس کے لئے مذکورہ بالا مقصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے انہیں خواہاں ہونا چاہئے بھی، وہ یہ ہے کہ پردے کے احکام کو یکسر لپیٹ کر رکھ دیا جائے۔ عورت کا حسن و جمال ان لوگوں کے نزدیک چھپانے کی چیز نہیں ہے بلکہ زیادہ سے زیادہ نمایاں کر کے سامنے لانے کی چیز ہے تاکہ لوگ ان کے حسن و جمال میں قدرت کی صنعت گری کے تماشے دیکھ سکیں۔ پردہ ان لوگوں کے خیال میں ایسے لوگوں کی ایجاد ہے جو خود اخلاقی اعتبار سے پست تھے، انہوں نے اپنی کمزوریوں کو مغلوب کرنے کے بجائے الٹے عورتوں کو گھروں کی چار دیواری کے اندر بند کر دیا۔ ان حضرات نے علمی و تاریخی تحقیقات سے یہ پتہ چلایا ہے کہ اسلام کے دورِ اوّل میں عورتیں آرٹ سیلون بنا بنا کے بیٹھتی تھیں اور ان کے اردگرد شعراء، ادباء، بذلہ سنج اور لطیفہ گو، بھانڈ اور رگوّیے اکٹھے ہوتے تھے اور ان سب کی رہنمائی اور سرپرستی فرماتی تھیں۔ ان لوگوں کی یہ بھی تحقیق ہے کہ اُس عہد کی عورتیں برقعوں اور نقابوں میں لپٹی رہنے کے بجائے اپنے حسن و جمال کے آئینہ میں لوگوں کو اللہ کی قدرت و صناعی کی نشانیوں کا مشاہدہ کراتی پھرتی تھیں۔ لیکن عباسیوں کے دورِ آخر میں جب نیتوں میں خیر القرون والی پاکبازی اور نگاہوں میں عہد صحابہ کی سی پارسائی باقی نہ رہی تو محتاط لوگوں کو مجبوراً آیاتِ الٰہی کی نمائش کا یہ کاروبار ختم کرنا اور اپنی عورتوں کو گھروں میں بند کرنا پڑا۔ اس گروہ کے بعض دوسرے محققین، جو اس تحقیق سے شاید مطمئن نہیں ہیں، کہتے ہیں کہ ہم یہ تسلیم کرتے ہیں کہ

رسول اللہ کی بیٹی فاطمہؓ پردہ کرتی تھیں لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ قائداعظم کی بہن فاطمہ پردہ نہیں کرتیں اور ہمارے زمانہ کی ضرورتوں کے لحاظ سے ہمارے لئے قابلِ اتباع نمونہ قائداعظم کی بہن ہی کا ہے نہ کہ رسول اللہ کی بیٹی کا۔ اس حلقہ میں پردہ کے متعلق نرم سے نرم رائے ہمارے وزیرِ خزانہ آنریبل مسٹر غلام محمد کی ہے جو اس "رواج" کو "ملایانہ تحکم" کی ایجاد قرار دیتے ہیں۔ بہرحال استدلال کی نوعیت میں تھوڑا بہت فرق ہو تو ہو لیکن اس نتیجہ پر سب متفق ہیں کہ پردہ اس ملک کی ترقی میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے اور اس کا جلد سے جلد دور ہونا ضروری ہے۔

(۳) اخلاقی پہلو سے یہ لوگ جس تبدیلی کے خواہاں ہیں وہ یہ ہے کہ عورت شرم و حیا اور عصمت و عفت کے رسوم و قیود میں جکڑی ہوئی رہنے کے بجائے "مادام آذوری کی پاکستان اکاڈمی آف آرٹ" میں جاکر جسم بنانے اور جسمانی حرکات میں موافقت و ہم آہنگی پیدا کرنے کا فن سیکھے۔ تال، سُر اور جسمانی انضباط کا شعور پیدا کرے۔ خٹک ناچ کو، جو مسلمانوں کا خاص ناچ ہے اور جسے اب ہندوؤں نے اپنا رکھا ہے، ہندوؤں سے واپس لے اور اکابر شاہانِ مغلیہ کے اس ورثہ کو اس کے شایانِ شان ترقی دے۔ گانے بجانے میں، جو مغلوں کے دور میں لڑکیوں کی تربیت کا ضروری جز رہا ہے، کمال پیدا کرے۔ اور بین الاقوامی نمائش فنون میں جو ۱۹۵۱ء میں لندن میں منعقد ہو رہی ہے پاکستان کو دنیا کے تہذیبی نقشہ (Cultural Map) پر جگہ دلائے۔ صرف ایک شوہر تلاش کر لینا اور اس کی اطاعت و وفاداری اور بچوں کی پرورش و نگہداشت میں پوری

زندگی کھپا دینا۔ ان حضرات کے نزدیک نہ کوئی مقصدِ زندگی ہے اور نہ باپ بھائی یا شوہر کی کمائی پر صبر و شکر کی زندگی گزار دینا عورت کے لئے کوئی قابلِ تعریف بات۔ ان حضرات کے نزدیک عورت کی اصلی قدر و قیمت اس بات میں ہے کہ قدرت نے اس کو جن اسلحہ سے مسلح کیا ہے ان سے لیس ہو کر گھروں کی چار دیواری سے باہر نکلے، ہالی وڈ کے ذو اتین و ذوا آفات کی طرح اپنے کمالاتِ فن دکھائے، دلوں کو تسخیر کرے، محفلوں میں نمایاں ہو، مجلسوں میں داد و تحسین حاصل کرے۔ سوسائٹی نے اگر اس آزادی پر کچھ اخلاقی اور شرعی پابندیاں عائد کر رکھی ہیں تو ان سے مرعوب ہونے کی ضرورت نہیں۔ جو سوسائٹی اتنی معمولی سی بات بھی نہیں سمجھ سکتی کہ موجودہ وقت کے تقاضے کچھ اور ہیں اور اب ماضی کی روایات اپنے اوپر لادے لادے پھرنا ممکن نہیں ہے، وہ سوسائٹی اس قابل نہیں ہے کہ اس کی باتوں پر کان دھرا جائے۔ ان حضرات کے نزدیک قدرت کی طرف سے تو ہر عورت ہر مرد کے لئے کھلی ہوئی ہے، صرف حُسنِ معاشرت کے خیال سے انسان نے از خود اپنے اوپر ازدواج و مناکحت کی پابندیاں عائد کر لی ہیں۔ اب اگر حسنِ معاشرت کا مطالبہ یہ ہو کہ ہر عورت ہر مرد کے لئے پھر سے کھول دی جائے تو انسان اپنی عائد کردہ پابندی اٹھا بھی سکتا ہے یا کم از کم اس کو کسی دوسری شکل میں تبدیل کر سکتا ہے۔ ان بزرگوں کے خیال میں عصمت فروشی بجائے خود کوئی برائی نہیں ہے، برائی اگر ہے تو عصمت فروشی میں بیباکی سے کام لینا ہے اور یہ بھی غالباً اس لئے برا ہے کہ اس سے لوگوں کو کچھ منفرد و مملط مثالیں مل جاتی ہیں جن کی وجہ سے وہ عورتوں کی آزادی کے معاملہ

Marfat.com

میں ذرا مذبذب ہو جاتے ہیں۔ ورنہ ظاہر ہے کہ "حق بحق دار رسید" کا معاملہ خواہ کسی طرح بھی ہو، بجائے خود تو قابلِ اعتراض ہو ہی نہیں سکتا۔

نظامِ اسلامی کے قیام کا دعویٰ | یہ خلاصہ ہے اس پیشِ نظر انقلاب کا جو ہمارے ارباب حل و عقد ہماری خواتین کی زندگیوں میں برپا کرنا چاہتے ہیں۔ ہم نے یہ خلاصہ بیشتر خود انہی کے یا ان کے نمائندوں اور کارندوں کے الفاظ میں یہاں رکھ دیا ہے تاکہ جو کچھ یہ حضرات چاہتے ہیں وہ یکسر خود پیش کرنے والوں ہی کے الفاظ میں ناظرین کے سامنے آجائے۔ پچھلے صفحات میں ہر چیز کے دلائل و شواہد پوری تفصیل کے ساتھ بیان کر دیئے گئے ہیں تاکہ اگر اس کے کسی فقرہ کی صداقت میں کسی صاحب کو کچھ تردد ہو تو وہ اس کے اصل و ماخذ کو بغیر زحمت کے معلوم کر سکیں۔

یہ ہے وہ اسلامی نظام جو ہمارے اربابِ کار اس ملک میں قائم فرمانا چاہتے ہیں اور جس کی تیاریوں میں وہ رات دن سرگرم ہیں۔ یہی ہے وہ چیز جس کی نسبت ہمارے وزیر اعظم صاحب نے فرمایا:-

> "پاکستان اس غرض کے لئے حاصل کیا گیا ہے تاکہ دنیا کو اسلامی اصولوں پر قائم ریاست کا نمونہ دکھایا جا سکے۔"

(سول اینڈ ملٹری گزٹ - ۲۵ر جنوری ۱۹۴۹ء)

یہی ہے اس اسلامی حکومت کا تہذیبی نقشہ جس کی نسبت ہمارے وزیر اعظم صاحب نے ۸ر دسمبر ۱۹۴۸ء کو کوہاٹ ضلع مسلم لیگ کے زیرِ اہتمام ایک جلسہ میں فرمایا

Marfat.com

کہ اگر وہ پاکستان میں قائم نہیں کی گئی تو پاکستان زندہ نہیں رہ سکے گا۔

"جہاں تک لوگوں کی اس امنگ کا تعلق ہے کہ پاکستان میں اسلامی اصولوں کے مطابق حکومت چلائی جائے۔ دستور ساز اسمبلی کی پاس کردہ قرارداد مقاصد اس کی کافی ضمانت ہے۔ میرا یہ ایمان ہے کہ اگر ہم نے پاکستان میں اسلامی حکومت نہ قائم کی تو پاکستان زندہ نہیں رہ سکے گا . . . . ہم دنیا کو یہ دکھانے کا داعیہ رکھتے ہیں کہ فقط اسلام ہی وہ اصول زندگی ہے جو دنیا کے موجودہ مصائب کا خاتمہ کر سکتا ہے" (پاکستان ٹائمز لاہور مورخہ ۹ دسمبر ۱۹۴۹ء)

یہی ہے وہ اسلامی نظام جس کا ذکر ہمارے وزیر اعظم صاحب نے ۲۵ نومبر ۱۹۴۹ء کو کراچی میں بین الاقوامی اسلامی اقتصادی کانفرنس کا افتتاح کرتے ہوئے ان شاندار الفاظ میں فرمایا:۔

"پاکستان بس ایک اور صرف ایک ہی آرزو رکھتا ہے اور اس کی وہ آرزو ہے خدمت اسلام اور خدمت بنی نوع انسان۔ . . . . . . میرا یہ محکم یقین ہے کہ آج دنیا جن مشکل مسائل سے دوچار ہے ان کو صرف اسلام ہی حل کر سکتا ہے۔ کیونکہ اسلام انسانی زندگی کو دو حصوں میں تقسیم کر کے ایک کو مذہب کے اور دوسرے کو دنیا کے حوالہ نہیں کرتا۔ وہ اپنے پیرؤں کی پوری زندگی انفرادی ہو یا اجتماعی ــــ اپنے احاطہ میں لئے ہوتے ہے۔ وہ ایک مکمل نظام زندگی ہے۔ اپنے آپ کو پورے طور پر خدا کے حوالہ کر دینا اس کی تعلیم ہے"

Marfat.com

(ڈان - کراچی - مورخہ ۲۶ نومبر ۱۹۴۹ء)

یہی ہیں اسلام کے وہ بہترین اصول جن سے بہتر اصول دنیا پیدا نہیں کر سکی اور جن کے مطابق پاکستان کی حکومت کو بنانے کا عزم وزیر اعظم صاحب نے اِن پُرشوکت الفاظ میں ظاہر فرمایا :-

"میں نے حصولِ پاکستان سے قبل مسلمان رائے دہندوں سے جو وعدے کئے تھے میں انہیں بھولا نہیں ہوں۔ ہم نے پاکستان کا مطالبہ اس بنا پر کیا تھا کہ مسلمان اپنی زندگی اسلامی احکام کے قالب میں ڈھال سکیں۔ ہم نے ایک ایسے معمل کے قیام کا مطالبہ کیا تھا جہاں ایک ایسی حکومت بنائی جا سکے جو اسلامی اصولوں پر مبنی ہو جن سے بہتر اصول دنیا پیدا نہیں کر سکی۔ اس مقصد کے لئے ہزارہا مسلمانوں نے اپنی زندگیاں قربان کر دیں۔ تقریباً ستر لاکھ مسلمانوں نے اسی مقصد کے لئے اپنا گھر بار چھوڑا اور مرتے کٹتے پاکستان تک پہنچے۔ ہم نے مسلمان عوام سے جو وعدہ کیا تھا اب ہمیں اسے پورا کرنا ہے اور ایک ایسی

ؔ اب یہ گواہی اُن ستر لاکھ مہاجرین کے ذمہ ہے جو مرتے کٹتے پاکستان پہنچے ہیں کہ کیا واقعی انہوں نے اپنی جان مال آبرو اسی لئے لٹائی اور اپنے گھربار اسی لئے چھوڑے کہ وہ ہندوستان میں اپنی عورتوں کو بے پردہ کرنا چاہتے تھے اور ہندو انہیں اس "اسلامی تہذیب" اور ان "اسلامی احکام" پر عمل کرنے سے روک رہے تھے؟

Marfat.com

حکومت قائم کرنی ہے جس کا نصب العین سچا اسلامی نصب العین ہو۔ دنیا کو آج اسلام کی ضرورت ہے۔" (نوائے وقت، ۸ رجنوری ۱۹۵۰ء)

یہی ہے اسلام کا وہ مستقل نظام حیات جو ہمارے وزیر خزانہ نے مدت العمر کے مطالعہ کے بعد دریافت فرمایا ہے اور جس کی تحسین وہ ان الفاظ میں فرماتے ہیں:-

" ہمارا ایک مستقل نظام حیات ہے، ہمارا ایک الگ تمدن ہے، ہمارے اپنے طور طریقے ہیں اور ہم انہی کی پیروی کرنا چاہتے ہیں۔ ہم سب اسلامی اصولوں کے مطابق متحد ہونا اور انہی کے ذریعہ عروج حاصل کرنا چاہتے ہیں۔"

(پاکستان ٹائمز لاہور۔ مورخہ ۸ ر دسمبر ۱۹۴۹ء)

اور یہی ہے" مقدس پیغمبر" کا وہ طریقہ جس کی طرف واپس آنے کی تلقین بیگم لیاقت علی خاں اور ان کے زمرہ کی دوسری بیگمات میلاد کی مجلسوں میں مسلمان عورتوں کو فرمایا کرتی ہیں۔

یہ حضرات اگر یہ فتنہ تنہا اپنے بل بوتے پر اٹھاتے اور اسلام کو اس بیچ میں نہ گھسیٹتے تو جیسا کہ ہم نے شروع میں عرض کیا ہے، یہ چیز کچھ ایسی تشویش انگیز نہیں تھی۔ ہزار جہالت کے باوجود ابھی ہماری قوم میں اتنی اخلاقی و مذہبی حس باقی ہے کہ آسانی کے ساتھ اس ناشستہ

ؒ بہتر ہوگا اگر ناظرین ۹ر فروری ۱۹۵۰ء کے ڈان میں آذری صاحبہ کے اس رقص کے اشتہار پر بھی ایک نظر ڈال لیں جس کے آنریبل وزیر خزانہ کے زیر سرپرستی انعقاد کا اعلان ہوا ہے۔ اس سے یہ بات سمجھ میں آجائے گی کہ اسلامی اصولوں کے مطابق عروج حاصل کرنے کا طریقہ کیا ہے؟

Marfat.com

پر نہیں جا سکتی جس پر یہ حضرات اس کو ڈال دینا چاہتے ہیں لیکن مشکل یہ ہے کہ ہالی وڈ کی اس تہذیب کو مدینہ کے دورِ صحابہ کی تہذیب کے نام سے اور اس سرتاسر جاہلی اور شیطانی نظامِ معاشرت کو اسلامی نظامِ معاشرت کے نام سے پیش کیا جا رہا ہے جس کی وجہ سے دین سے بے خبر مسلمانوں کا ایک طبقہ اور ان کی عورتیں اس فتنہ کا شکار ہو رہی ہیں اور اندیشہ ہے کہ ان کی دیکھا دیکھی دوسرے بھی اس میں مبتلا ہو جائیں۔ اس وجہ سے ہم ان حضرات کے اس پیش نظر انقلاب کے ان تینوں پہلوؤں پر جن کا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے، قرآن و حدیث کی روشنی میں تنقید کر کے دیکھیں گے کہ جس اسلام اور جس اسلامی نظام کی محبت میں یہ لوگ چور ہیں کیا فی الواقع وہ مساواتِ مرد و زن کے اس نظریہ اور ان معاشرتی و اخلاقی تصورات کو کسی درجہ میں بھی قبول کرتا ہے جن کو ہمارے یہ اربابِ کار اس زعم اور اس ڈھٹائی کے ساتھ اسلام کے نام سے پیش کر رہے ہیں۔؟

Marfat.com

نظریۂ مساواتِ مرد و زن

شریعت کی کسوٹی پر

اسلامی نظریۂ مساوات۔ اور مغربی نظریۂ مساوات کا فرق

اسلام کے معاشرتی و اجتماعی نظام کا جس شخص نے تھوڑا بہت بھی مطالعہ کیا ہوگا وہ اس حقیقت سے انکار نہیں کرسکتا کہ اسلام مرد و زن میں مساوات تو بلا شبہ تسلیم کرتا ہے لیکن وہ مساوات اُس مساوات سے بالکل مختلف ہے جس کے قائل مل[1] اور لینن (Lenin) کے معتقدین ہیں۔

یہ لوگ جس مساوات کے قائل ہیں وہ تو یہ ہے کہ قدرت نے جن قوتوں اور قابلیتوں سے مرد کو مسلح کیا ہے بعینہٖ انہی قوتوں اور قابلیتوں سے عورت کو بھی مسلح کیا ہے اور مرد جو کچھ کرسکتا ہے عورت بھی وہ سب کچھ کرسکتی ہے اس لئے معاشرہ میں عورت و مرد کی جدوجہد کا دائرہ بھی ایک ہی ہونا چاہئے اور لازماً ان کے حقوق و فرائض بھی بالکل ایک سے

---

[1] جان سٹیورٹ مل (۱۸۰۶-۱۸۷۳) John Stuart Mill

Marfat.com

ہونے چاہئیں۔

اس کے برعکس اسلام جس مفہوم میں عورت و مرد کی مساوات کا قائل ہے وہ یہ ہے کہ جس نفس واحدہ سے اللہ تعالیٰ نے مرد کو پیدا کیا ہے اسی نفس واحدہ سے عورت کو پیدا کیا ہے، جس طرح مرد اس نظام کائنات کا ایک ضروری عنصر ہے اور قدرت نے ایک خاص مقصد سے اس کو تخلیق کیا ہے اسی طرح عورت بھی اس کائنات کی مشین کا ایک ضروری پرزہ ہے اور قدرت نے اس کی تخلیق سے ایک ضروری غرض وابستہ کی ہے، جس طرح مرد قدر و احترام کا مستحق ہے، اسی طرح عورت بھی قدر و احترام کی حقدار ہے، جس طرح مرد کچھ خاص قابلیتیں اور قوتیں لے کر آیا ہے اسی طرح عورت بھی کچھ مخصوص قوتیں اور قابلیتیں لے کر پیدا ہوتی ہے، جس طرح مرد اپنے کچھ خاص جذبات و عواطف اور کچھ فطری مقتضیات و مطالبات رکھتا ہے اسی طرح عورت بھی اپنے کچھ خاص رجحانات و میلانات اور کچھ فطری مطالبات و مقتضیات رکھتی ہے۔ اس لئے عورت اور مرد دونوں کو اپنے اپنے فطری رجحانات و میلانات کے مطابق، سورج اور چاند کی طرح اپنے اپنے دائروں میں، قدرت کے منشا کی تکمیل میں سرگرم رہنا چاہئے۔ نہ سورج کو یہ حق ہونا چاہئے کہ وہ چاند کی سرگرمیوں میں خلل انداز ہو اور نہ چاند کو یہ آزادی ملنی چاہئے کہ وہ سورج کے کاموں میں کوئی مزاحمت پیدا کر سکے۔ معاشرے کے اندر دونوں پر ان کی فطری صلاحیتوں کے لحاظ سے ذمہ داریاں ہونی چاہئیں اور ان کی ذمہ داریوں کے اعتبار سے اُن کو حقوق ملنے چاہئیں۔ ہر ایک کی تخلیق سے فطرت کا جو منشا ہے اس کو وہ فطرت کے ضابطوں کے تحت، اپنے اپنے

اسلامی نظریہ نیز صفحہ ۱۱۱

Marfat.com

حدود کے اندر یکساں آزاد اور یکساں پابند رہ کر پورا کرے۔

مساوات کے یہ دونوں نظریئے اپنی اساس و بنیاد اور اپنے نتائج و اثرات میں اتنے مختلف ہیں کہ جس طرح مشرق و مغرب کو یکجا نہیں کیا جا سکتا اسی طرح ان دونوں نظریات کو جمع کرنا ممکن نہیں ہے۔ اگر آپ مغربی نظریۂ مساوات کے معتقد ہیں تو اسلام کا نام لینا چھوڑ دیجئے اور اگر اسلام کے نظریۂ مساوات پر ایمان رکھتے ہیں تو پھر سلامتی اسی میں ہے کہ اس کے مخالف رجحان سے استعفیٰ دیجئے۔ ان دونوں نظریات کی اساس پر حیاتِ اجتماعی کی جو عمارتیں تعمیر ہوتی ہیں وہ اپنی بنیاد، اپنے ڈھانچہ، اپنے طرزِ تعمیر، اپنی ہیئت مجموعی اور اپنے سکونتی فوائد و مقاصد کے لحاظ سے اس درجہ مختلف النوع ہوتی ہیں کہ ممکن نہیں ہے کہ ایک کا پیوند دوسرے کے ساتھ لگایا جا سکے اور اگر اس قسم کی کوئی کوشش کی گئی تو اس سے ہماری حیاتِ اجتماعی کے کسی ایک ہی گوشہ میں بھینگا پن نہیں پیدا ہو گا بلکہ یہ ایک غلطی ہمارے پورے نظامِ اجتماعی کو بھینگا اور بے ہنگم بنا کے رکھ دے گی۔ نقصان مایہ اور شماتت ہمسایہ کے سوا اس تستر گربگی کا کچھ اور حاصل نہیں نکلے گا۔

مغربی نظریۂ مساوات اپنی سادہ اور ابتدائی حالت میں بہت معصوم نظر آتا ہے اور جذبات کی رو میں بہنے والے مردوں اور عورتوں کو اپیل بھی کرتا ہے لیکن جب اس کو بنیاد قرار دے کر اس پر حیاتِ اجتماعی کی تعمیر شروع کی جاتی ہے تب اس کے عیوب کھلنے شروع ہوتے ہیں، یہاں تک کہ اجتماعیات میں معمولی درک رکھنے والا شخص بھی یہ محسوس کر لیتا ہے کہ جس نظامِ اجتماعی کی بنیاد اس نظریہ پر ہے اس کی بنیاد درحقیقت ریت پر ہے جس کا

Marfat.com

گر جانا ہر وقت متوقع ہے۔ اس کے بُرے اثرات جو معاشرے اور حیاتِ اجتماعی پر مترتب ہوتے ہیں ان کو تفصیل کے ساتھ تو ہم انشاءاللہ مستقل عنوان سے بیان کریں گے، یہاں صرف اتنی بات یاد رکھنی چاہیئے کہ اسلام عورت اور مرد کو مساوی قرار دینے کے باوجود ان کی صنفی و فطری صلاحیتوں کے لحاظ سے نظامِ اجتماعی میں ان کو الگ الگ استعمال کرتا ہے اور ان میں سے ہر ایک کو اُسی مقام میں رکھتا ہے جس مقام میں وہ بہتر طریق پر معاشرے کو اپنی قابلیتوں سے فائدہ پہنچا سکیں۔ برعکس اس کے مغربی نظریۂ مساوات جب ایک مرتبہ اس اصول کو مان لیتا ہے کہ عورت و مرد دونوں مساوی پیدا ہوئے ہیں تو پھر وہ ان کے صنفی و فطری میلانات کی بنا پر بھی ان کے درمیان کوئی فرق تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں ہوتا۔ اور دونوں کو بالکل ایک ہی حیثیت سے استعمال کرنا چاہتا ہے۔ اس چیز کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اگر عورت اپنے صحیح محل کے سوا دوسرے محل میں استعمال کی جاتی ہے تو اس سوءِ استعمال کا مضر اثر خود اس پر بھی مترتب ہوتا ہے اور اس کے لازمی نتیجہ کے طور پر معاشرہ بھی اس سے متاثر ہوتا ہے، اسی طرح اگر مرد کو اس کے صحیح محل کے سوا جہاں کے لئے اس کی قابلیتیں تقاضا کر رہی ہوتی ہیں کسی دوسرے محل میں استعمال کیا جاتا ہے تو لازماً اس کا اثر بھی یہی ہوتا ہے کہ ایک طرف مرد کی صلاحیتیں اس سے نقصان اُٹھاتی ہیں اور دوسری طرف معاشرہ اس کی قابلیتوں اور صلاحیتوں کے فوائد کے ایک بڑے حصہ سے محروم ہو جاتا ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے اور اس حقیقت میں عورت اور مرد دونوں میں سے کسی

کے لئے بھی کوئی ہیٹے پن اور حقارت کا پہلو نہیں ہے کہ ان میں سے ہر ایک بعض کاموں کے لئے موزوں ہے اور بعض کاموں کے لئے ناموزوں۔ ہم بدیہی طور پر جانتے ہیں کہ مرد بارآور کر سکتا ہے لیکن حاملہ نہیں ہو سکتا اسی طرح عورت حاملہ تو ہو سکتی ہے لیکن بارآور نہیں کر سکتی لیکن نہ تو حاملہ نہ ہو سکنا مرد کے لئے کوئی شرم کی بات خیال کرتے ہیں اور نہ بارآور نہ کر سکنا عورت کے لئے کوئی حقارت کی بات سمجھتے ہیں بلکہ نوع انسانی کی سلامتی اور اس کا بقا اسی میں دیکھتے ہیں کہ دونوں بغیر کسی منازعت و منافست کے اپنی اپنی قابلیت پر قانع رہیں اور جو کر سکتے ہیں اس کو چھوڑ کر جو نہیں کر سکتے اس کے کرنے کے خبط میں نہ مبتلا ہوں ورنہ یہ منازعت دنیا کو تباہ کر کے رکھ دیگی۔ پھر تعجب ہے کہ اسی طرح لوگوں کی سمجھ میں یہ بات کیوں نہیں آتی کہ مرد میدان جنگ کے معرکہ تو سر کر سکتا ہے لیکن گھر گرستی کی اُلجھنوں کو سلجھانا اس کے بس کا روگ نہیں ہے۔ علیٰ ہذا القیاس عورت گھر سنبھالنے کے لئے تو خداداد قابلیت اور خداداد عزم و ہمت سے کر آتی ہے لیکن میدانِ جنگ کے معرکوں کو سر کرنا اس کا کام نہیں ہے۔ اور اگر دونوں اپنے اپنے دائروں کے اندر اپنے مناسب حال فرائض انجام دینے کے بجائے آپس میں فرائض کے مبادلہ کی کوشش کریں گے یا اس قدرتی و فطرتی تقسیم کی حدبندیوں کو توڑ کر مرد عورت کے حدود میں درآنے اور عورت مرد کے حدود میں گھس جانے کے لئے زور لگائے گی تو اس کا نتیجہ اس کے سوا اور کچھ نہیں نکل سکتا کہ دونوں کی قابلیتیں بھی برباد ہوں گی اور دونوں کے متعلقہ فرائض بھی ناادا شدہ رہ جائیں گے اور پھر اس کا لازمی نتیجہ

Marfat.com

پوری حیاتِ اجتماعی کے اختلال و انتشار کی صورت میں برآمد ہوگا۔

عورت و مرد کی تخلیق کے ساتھ قدرت نے جو فرائض وابستہ کئے ہیں ان میں سے ہر فرض بجائے خود اتنا ہی اہم اور اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ دوسرا فرض۔ یہ نہیں کہہ سکتے کہ گھر کا سنبھالنا کم اہم ہے اور دفتر کا سنبھالنا زیادہ اہم ہے، یا بچوں کی پرورش کرنا ایک حقیر کام ہے اور سپہ گری یا تجارت ایک شریفانہ کام ہے۔ نظامِ معاشرت و اجتماع کے حفظ و بقا کے جتنے کام بھی ہیں سب یکساں اہم اور یکساں ضروری ہیں اور معاشرہ کا جو پرزہ ان کاموں میں سے جس کام کی انجام دہی کے لئے بھی بنا ہے اگر وہ اس کو ٹھیک ٹھیک انجام دے رہا ہے تو مجموعی مشین کے اندر اس کی قدر و قیمت کسی بڑے سے بڑے پرزے کے برابر ہے اور اس کو حقیر سمجھنے اور نظر انداز کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

نظامِ کائنات کو فاطرِ کائنات نے اس اصول پر بنایا ہے کہ اس کے تمام اجزاء و عناصر ایک دوسرے کے لئے محتاج اور محتاج الیہ بن گئے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کسی پہلو سے ناقص اور کسی پہلو سے مستغنی ہے، ہر ایک کسی اعتبار سے مطلوب اور کسی اعتبار سے طالب بھی ہے اور اپنی باہمی سازگاری اور تعاون سے یہ اپنے اپنے خلا کو بھرتے اور اپنے اپنے نقص کی تلافی کرتے ہیں۔ زمین اور آسمان، شب اور روز، گرمی اور سردی، بر و بحر ان سب میں اسی نوعیت کا رابطہ ہے۔ ان میں سے بجائے خود نہ کوئی دوسرے سے مستغنی ہے اور نہ ان میں سے کسی کو یہ دعویٰ کرنے کا حق ہے کہ

Marfat.com

اس نظام کائنات میں جو مقام اس کا ہے کسی دوسرے کا نہیں ہے یا جو مقصد اس کے ذریعہ سے پورا ہو رہا ہے وہ کسی درجہ میں اور کسی نوعیت سے اُس مقصد سے ارفع ہے جو دوسرے کے ذریعہ سے پورا ہو رہا ہے — غور کیجئے کہ اس اعتبار سے ان تمام اجزائے مختلفہ میں جو حیرت انگیز مساوات ہے کیا کوئی شخص اس مساوات کا انکار کرنے کی جرأت کر سکتا ہے؟ لیکن اس مساوات کے باوجود کبھی آپ نے دیکھا کہ محض اس زعم کی بنیاد پر کہ ہم آپس میں بالکل مساوی ہیں، زمین آسمان سے جا ٹکراتی ہو، چاند نے سورج کے مدار میں گردش شروع کر دی ہو، رات نے دن کے حدود میں مداخلت کر دی ہو، سردی نے گرمی کا روپ دھارن کر لیا ہو اور سمندر نے خشکی پر یلغار کر دی ہو!! — اگر خدانخواستہ ایسا ہو جائے، اور دن دو دن کے لئے نہیں، صرف منٹ اور سیکنڈ ہی کے لئے ہو جائے — تو یہ سارا نظام کائنات درہم برہم ہو کے رہ جائے۔

ٹھیک اسی اصول پر عورت اور مرد دونوں مساوی بھی ہیں لیکن دونوں کے حدودِ عمل الگ الگ بھی ہیں اور ہمارے معاشرہ کا حفظ و بقا منحصر ہے اس بات پر کہ ہم دونوں کو یکساں عزت و احترام کا مستحق بھی سمجھیں اور دونوں کو الگ الگ بھی رکھیں۔ اگر ہم نے ان میں سے کسی کو بھی حقیر جانا تو سرے سے اس نظام ہی کو درہم برہم کر کے رکھ دیں گے جس کے بقاء کو قدرت بھی چاہتی ہے اور جس کا بقا خود ہمارے بقاء کے لئے بھی ناگزیر ہے۔

وہ مساوات جس کو اسلام تسلیم کرتا ہے اس تمہید کے بعد اب آیئے دیکھئے کہ

Marfat.com

اسلام عورت و مرد کی مساوات ثابت کرنے کے ساتھ ساتھ کس طرح ان دونوں کے لئے الگ الگ حدود عمل مقرر کرتا ہے اور ان کو کشمکش اور تصادم سے بچانے کے لئے کس طرح ان کے حقوق و فرائض میں امتیاز کرتا ہے۔

معاشرے میں عورت و مرد کی مساوات کا اعلان قرآن مجید ان واضح الفاظ میں پیش کرتا ہے :-

يٰاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِىْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ۚ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا۔ (۱۔ نساء)	اے لوگو! اپنے اس خداوند سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور پیدا کی اسی سے اس کی بیوی اور پھیلائے ان دونوں سے بہت سارے مرد اور بہت ساری عورتیں۔ اور اس اللہ سے ڈرتے رہو جس کے واسطہ سے ایک دوسرے سے طالب مدد ہوتے ہیں اور ان رحموں کا پاس کرو جو تمہارے اندر باہمی ہمدردی کی بنیاد ہیں۔ اللہ تمہارا نگران ہے۔

اس آیت نے عورت کی کہتری اور حقارت سے متعلق ان تمام تصورات کا خاتمہ کر دیا جو قدیم مذاہب اور تہذیبوں میں پائے جاتے تھے۔ اسلام کا اعلان یہ ہے کہ عورت کوئی حقیر اور نجس وجود نہیں ہے، وہ کوئی لاعقل اور بے مقصد ہستی نہیں ہے، وہ شیطان کی ایجنٹ یا گناہوں کی ٹھیکہ دار بنا کے نہیں اُتاری گئی ہے[۱] بلکہ جس نفس

---

[۱] جیسا کہ بعض مذاہب نے بیان کیا ہے۔

واحدہ سے مرد وجود میں آیا ہے اسی سے عورت بھی وجود میں آئی ہے اور جس طرح انسانی معاشرہ کا ایک اہم رکن مرد ہے اسی طرح اس معاشرے کی دوسری اہم رکن عورت ہے۔ اس معاشرے کا وجود، اس کا بقا اور اس کا تسلسل ان دونوں میں سے کسی ایک ہی پر منحصر نہیں ہے کہ ساری اہمیت بس اسی کو دے دی جائے اور نہ یہی بات ہے کہ ان میں سے کسی ایک پر زیادہ اور دوسرے پر کم منحصر ہے کہ جس پر زیادہ منحصر ہے اس کو زیادہ اہمیت دی جائے اور جس پر کم منحصر ہے اس کا رتبہ گھٹا دیا جائے، بلکہ اس پہلو سے دونوں مساوی حیثیت رکھتے ہیں۔ البتہ خصوصیات اور صلاحیتیں دونوں الگ الگ لے کر آئے ہیں لیکن اس فرق کی وجہ سے ان میں سے کسی کے لئے بھی نہ اپنی ان خصوصیات پر مغرور ہونا یا ان کے سبب سے اپنے کو حقیر سمجھنا زیبا ہے اور نہ ایک دوسرے کی خصوصیات پر رشک کرنا اور اس رشک کی وجہ سے ایک دوسرے کی ریس کرنے اور نقل اتارنے لگ جانا جائز ہے بلکہ دونوں کو اپنی خصوصیات کی قدر کرنی چاہئے اور جس نے ان کو بخشا ہے اس کی سچی شکر گذاری اور اطاعت کے ساتھ معاشرہ کی خدمت میں بلحاظ اپنی اپنی استعداد اور اپنی اپنی قوت کے اپنا حصہ ادا کرنا چاہئے اور دونوں کو اپنی اپنی جگہ پر یہ ایمان رکھنا چاہئے کہ خدا جو ان خدمات کا اجر دینے والا ہے جس ترازو اور باٹ سے مرد کے لئے تولے گا اسی ترازو اور باٹ سے عورت کے لئے بھی تولے گا ——— عورت سگھڑ پن کے ساتھ ایک گھر چلا کر وہی درجہ اور فضیلت حاصل کر سکے گی جو مرد ایمان داری اور سلیقہ کے ساتھ ایک دفتر

Marfat.com

چلا کر حاصل کر سکے گا۔ قرآن مجید نے اس حقیقت کو ان الفاظ میں واضح فرمایا ہے۔

لَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ	اور اللہ نے عورت و مرد میں سے ایک کو
بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ لِلرِّجَالِ	دوسرے پر جو فضیلت دی ہے اس کے لئے
نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ؕ وَلِلنِّسَآءِ	ارمان نہ کرو۔ مرد حصہ پائیں گے اس میں سے جو وہ
نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ؕ وَسْئَلُوا	کمائی کریں گے اور عورتیں حصہ پائیں گی اس میں
اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ	سے جو وہ کمائی کریں گی۔ اللہ سے اس کی بخشش
بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا - (۳۲)	میں سے حصہ مانگو۔ اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔

اس آیت سے ایک طرف تو یہ بات صاف ہو گئی کہ قدرت کی طرف سے جو خصوصیات عورت و مرد کو عطا ہوئی ہیں ان میں فضیلت کا پہلو کسی ایک ہی کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ اس فضیلت میں دونوں برابر کے حصہ دار ہیں اور دوسری طرف یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ عورت و مرد دونوں کی سعادت و کامیابی اس بات میں ہے کہ ایک دوسرے کی خصوصیات پر رشک کرنے اور ان کی ریس کرنے کے بجائے ہر ایک اپنے اپنے حصہ کی نعمتوں کے لئے شکر گذار رہے اور ان کا حق ادا کرنے کی کوشش کرے۔

قدرت نے اپنی فیض بخشیوں میں مرد یا عورت کسی کے ساتھ بھی بخالت نہیں کی ہے۔ مرد کے اندر اگر تخلیق و ایجاد کا جوہر عطا کیا ہے تو عورت کو اس تخلیق و ایجاد کے ثمرات و نتائج سنبھالنے کا سلیقہ و ہنر عطا فرمایا ہے۔ مرد کو اگر حکمرانی و جہانبانی کا

Marfat.com

حوصلہ عنایت کیا ہے تو عورت کو گھر بنانے اور گھر بسانے کی قابلیت بخشی ہے۔ مرد کو اگر کچھ خاص علوم و فنون سے طبعی لگاؤ ہے تو عورت کے لئے بھی کچھ خاص علوم و فنون ہیں جن سے اس کو فطری مناسبت ہے۔ مرد اگر اپنے اندر سختی، قوت اور عزیمت کے اوصاف رکھتا ہے تو عورت بھی اپنے اندر دلکشی، شیرینی اور دلربائی کا جمال رکھتی ہے اور قدرت کے اس نگارخانہ کی زیب و زینت ان میں سے کسی ایک ہی رنگ کے اوصاف سے نہیں ہے بلکہ دونوں قسم کے اوصاف سے ہے اس لئے نہ مرد کے لئے یہ زیبا ہے کہ وہ عورت کی دلربائی چرا کر اور اس کی اداؤں کی نقل اڑا کر مرد مونث (She-woman) بننے کی کوشش کرے اور نہ عورت کے لئے یہ زیبا ہے کہ وہ مرد کا روپ دھار کر کے اور اس کے حدود میں مداخلت کر کے زن مذکر (He-woman) بننے کے لئے زور لگائے۔ جو عورتیں یا جو مرد اس قسم کی چھچھوری حرکتیں کرتے ہیں وہ درحقیقت قدرت کی تقسیم کا مذاق اڑاتے ہیں اس لئے ایسے مردوں اور ایسی عورتوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔ اس سلسلہ میں چند حدیثیں ملاحظہ ہوں۔

لعن المتشبھات من النساء بالرجال (ابوداؤد)	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان عورتوں پر لعنت کی ہے جو مردوں کی مشابہت اختیار کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔
عن ابی ھریرۃ قال لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مرد پر لعنت کی ہے

Marfat.com

الرجل یلبس لبسة المرأة و المرأة تلبس لبسة الرجل (ابوداؤد) — جو عورت کا سا لباس پہنے اور اس عورت پر لعنت کی ہے جو مرد کا سا لباس پہنے۔

فقالت لعن رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم الرجلة من النسآء (ابوداؤد) — حضرت عائشہ رضی اللّٰہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے زنان مرد پر لعنت فرمائی ہے۔

ایک اور روایت میں لعن المتوجلات کے الفاظ ہیں اور یہ ساری احادیث مذکورہ بالا آیت کے مفہوم پر روشنی ڈال رہی ہیں کہ مردوں اور عورتوں میں سے کسی کے لئے بھی یہ بات جائز نہیں ہے کہ اپنے فطری حدود و لانگ کر دوسرے کے حدود میں گھسنے اور ایک دوسرے کی نقل اڑانے کی کوشش کریں بلکہ ہر ایک کو اپنے اپنے دائرہ کے اندر اپنی خصوصیات پر قائم رہتے ہوئے اپنا فرض ادا کرنا چاہئے اور اللّٰہ سے یکساں اجر کی امید رکھنی چاہئے۔

اس حقیقت کی ایک بہت بڑی شہادت آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے زمانہ کے ایک واقعہ سے بھی ملتی ہے۔ اسماءؓ بنت یزید انصاریہ ایک مشہور دیندار اور عقلمند صحابیہ اور مشہور صحابی حضرت معاذؓ بن جبل کی پھوپھی زاد بہن ہیں۔ ان کے متعلق روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی صلے اللّٰہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کی کہ مجھے عورتوں کی ایک جماعت نے اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا ہے جو سب کی سب وہی کہتی ہیں جو میں عرض کرنے آئی ہوں اور وہی رائے رکھتی ہیں جو میں گذارش

Marfat.com

کر رہی ہوں ، عرض یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مردوں اور عورتوں دونوں کے لئے رسول بنا کر بھیجا ہے ، چنانچہ ہم آپ پر ایمان لائیں اور ہم نے آپ کی پیروی کی لیکن ہم عورتوں کا حال یہ ہے کہ ہم پردوں کے اندر رہنے والی اور گھروں کے اندر بیٹھنے والی ہیں ہمارا کام یہ ہے کہ مرد ہم سے اپنی خواہشِ نفس پوری کریں اور ہم ان کے بچے لادے لادے پھریں ، مرد جمعہ و جماعت ، جنازہ و جہاد ہر چیز کی حاضری میں ہم سے سبقت لے گئے ، وہ جب جہاد میں جاتے ہیں تو ہم ان کے گھر بار کی حفاظت کرتی اور ان کے بچوں کو سنبھالتی ہیں تو کیا اجر میں بھی ان کے ساتھ ہم کو حصّہ ملے گا ؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کی یہ فصیح و بلیغ تقریر سننے کے بعد صحابہؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کیا تم نے ان سے زیادہ بھی کسی عورت کی عمدہ تقریر سنی ہے جس نے اپنے دین کی بابت سوال کیا ہو ؟ تمام صحابہؓ نے قسم کھا کے اقرار کیا کہ نہیں یا رسول اللہ ، اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اسماء کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا ۔ اے اسماء میری مدد کرو اور جن عورتوں نے تم کو اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا ہے ان کو میرا یہ جواب پہنچا دو کہ تمہارا اچھی طرح خانہ داری کرنا ، اپنے شوہروں کو خوش رکھنا اور ان کے ساتھ سازگاری کرنا مردوں کے اُن سارے کاموں کے برابر ہے جو تم نے بیان کئے ہیں ۔ حضرت اسماء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بات سن کر خوش خوش اللہ کا شکر ادا کرتی ہوئی واپس چلی گئیں۔[1]

---

[1] الاستیعاب لابن عبدالبر ج ۲ ص ۷۰۶

Marfat.com

حضرت اسماءؓ نے صرف اپنے زمانہ ہی کی خواتین کی نمائندگی نہیں فرمائی بلکہ بعض پہلوؤں سے ہمارے زمانہ کی خواتین کی بھی پوری پوری نمائندگی کر دی ہے۔ اس زمانہ میں آزادیٔ نسواں کی علمبردار عورتیں جو کچھ کہتی ہیں اس کی ایک بڑی اہم وجہ یہی تو ہے کہ وہ فرائض ان کو حقیر نظر آتے ہیں، جو قدرت نے ان کے سر ڈالے ہیں اور وہ فرائض انکو معزز و محترم نظر آتے ہیں جو مردوں سے متعلق ہیں۔ اس وجہ سے وہ کہتی ہیں کہ یہ کیا ناانصافی ہے کہ ہم عورتیں تو زندگی بھر بچے لادے لادے پھریں اور چولھے چکی کی نذر ہو کے رہ جائیں اور مرد ملکوں اور قوموں کی قسمتوں کے فیصلے کرتے پھریں! اور پھر وہ مطالبہ کرتی ہیں کہ ان کو بھی مردوں کے دوش بدوش ہر میدان میں جدوجہد کرنے کا موقع ملنا چاہئے۔ حالانکہ وہ غور کریں تو اس بات کے سمجھنے میں ذرا بھی دشواری نہیں ہے کہ ایک مرد مجاہد جو میدان جنگ میں جہاد کر رہا ہے اس کا یہ جہاد ہو نہیں سکتا جب تک اس کے پیچھے ایک مجاہدہ بچوں کے سنبھالنے اور گھر کی دیکھ بھال میں اپنی پوری توانیں صرف نہ کرے۔ میدان جنگ کا یہ جہاد گھر کے جہاد ہی کا ایک پرتو اور مرد کی یہ یکسوئی عورت کی قربانیوں ہی کا ایک ثمرہ ہے۔ اس لئے اگر مرد خدا کی راہ میں لڑ رہا ہے تو تنہا مرد ہی نہیں لڑ رہا ہے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ خدا کی وہ بندی بھی مصروف پیکار ہے جس نے مرد کو زندگی کے دوسرے محاذوں پر لڑنے سے سبکدوش کر کے اس میدان جنگ کے لئے فارغ کیا ہے اور گھر کے مورچہ کو اس نے خود سنبھال رکھا ہے۔ جذبات سے الگ ہو کر صحیح صحیح موازنہ کر کے اگر دیکھا جائے تو کون کہہ سکتا ہے کہ ان دونوں جہادوں

Marfat.com

میں سے کوئی بھی کم ضروری ہے یا غیر ضروری ہے؟ انصاف یہ ہے کہ دونوں یکساں ضروری ہیں اس لئے خدا کی نگاہوں میں دونوں کا اجر و ثواب بھی یکساں ہے۔

وہ مساوات جس کو اسلام تسلیم نہیں کرتا مرد و زن کے درمیان یہ مساوات تو اسلام تسلیم کرتا ہے، باقی رہی وہ مساوات جو اس نظریہ پر مبنی ہے کہ "مرد اور عورت دونوں مساوی پیدا ہوئے ہیں اس لئے انتظام ملک میں دونوں کو مساوی حصّہ ملنا چاہیئے" یا اس نظریہ پر مبنی ہے کہ "مرد جو کچھ کر سکتا ہے عورت بھی وہ سب کچھ کر سکتی ہے" اور اس کی بنا پر یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ عورت اور مرد دونوں کا دائرہ عمل ایک ہونا چاہیئے اور دونوں کے حقوق و فرائض بھی بالکل ایک سے ہیں تو اس مساوات کے لئے اسلام میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اگر مساوات کا یہ تصوّر لے کر اسلام کے معاشرتی و اجتماعی نظام کو سمجھنے کی کوشش کی جائے گی تو نہ صرف اس کے سمجھنے میں ناکامی ہوگی بلکہ اس قسم کی کوشش کرنے والے کو اسلام سے نہایت دل شکن مایوسی ہوگی۔ اور اگر اس مفروضہ کے تحت آج عورتوں اور مردوں کو تربیت دینے کی کوشش کی گئی تو پوری سوسائٹی کا ذہن و فکر اور اس کی خواہشیں اور عادتیں ایک ایسے غلط سانچے میں ڈھل جائیں گی کہ کل کو ان کے لئے صحیح اسلامی نظام کو قبول کرنا بالکل ناممکن ہو جائے گا۔ اور اگر فی الواقع آگے چل کر انہی نظریات پر کوئی اسلامی نظام بنانے کی کوشش کی گئی تو اس کے بنانے کے لئے ناگزیر ہوگا کہ شیخ الاسلامی کے لئے سر آغا خاں بالقابہ کی خدمات جس قیمت پر بھی حاصل ہو سکیں، حاصل کی جائیں، کیونکہ ان کے سوا

Marfat.com

کوئی دوسرا اس کارِ عظیم کا اہل نہیں ہے اور اس میں تو ذرا شبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ جو "اسلامی نظام" اس اساس پر بنے گا وہ ایک نہایت ہی نادر اور انوکھی چیز ہوگا جیسا کہ ہمارے وزیر اعظم صاحب نے پہلے ہی سے خبر دے دی ہے۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی آکر اس کو دیکھیں تو یقیناً یہی اعتراف فرمائیں گے کہ یہ وہ اسلام نہیں ہے جو آپ لائے تھے۔

مساوات کے اس نظریہ کو رہنما بنا کر اگر آپ آگے چلیں گے تو ہر قدم پر اسلام سے آپ کی لڑائی ہوگی اور یہ لڑائی صرف اُس اسلام سے نہیں ہوگی جسے آپ فقہا اور ملاؤں کا اسلام کہتے ہیں بلکہ براہ راست اللہ کی کتاب اور رسول اللہ کے احکام سے لڑائی ہوگی اور آپ کے لئے اس کے سوا کوئی چارۂ کار باقی نہیں رہے گا کہ یا تو اس غلط نظریہ سے استغفار کر کے سیدھے سیدھے اسلام کو قبول کریں یا پھر صاف صاف اپنے ارتداد کا اعلان کردیں اور قرآن و رسول کی اطاعت سے الگ ہو کر جس وادی میں آپ کا جی چاہے بھٹکتے پھریں۔

مساوات کا یہ نظریہ یوں تو ہر مرحلہ میں قرآن سے متصادم ہوگا جس کا صحیح صحیح اندازہ اسی وقت ہو سکے گا جب اس کا جوڑ قرآن کے ساتھ لگانے کی کوشش کی جائے گی لیکن ہم یہاں بھی چند واضح مثالیں پیش کئے دیتے ہیں تاکہ جو لوگ اس تصادم کی نوعیت کا کچھ اندازہ کرنا چاہیں وہ اس کا ایک سرسری اندازہ پہلے سے کرلیں۔

Marfat.com

یہ نظریہ جیسا کہ واضح ہو چکا ہے معاشرتی و اجتماعی دائرہ کے اندر مرد و زن کی کامل مساوات کا مدعی ہے اور کسی پہلو سے بھی مرد کے لئے کسی قسم کی ترجیح تسلیم کرنے کا روادار نہیں ہے، نہ حقوق میں نہ فرائض میں، لیکن قرآن مجید اس کے برعکس ایک طرف تو یہ تسلیم کرتا ہے کہ عورت بھی ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ حقوق رکھتی ہے اور اس کے حقوق بھی اسی طرح قطعی اور واجب الادا ہیں جس طرح مرد کے حقوق قطعی اور واجب الادا ہیں اور دوسری طرف معاشرتی نظام میں وہ مرد کو عورت پر ایک درجہ ترجیح دیتا ہے اور اس ترجیح کو نظام معاشرت میں توازن قائم رکھنے کے لئے ضروری قرار دیتا ہے کیونکہ خاندان کی کفالت کا اصلی بوجھ مرد اٹھاتا ہے اور اپنی صلاحیتوں کے لحاظ سے وہی اس بوجھ کے اٹھانے کے لائق ہے، اس لئے ضروری ہے کہ اس ذمہ داری کی زیادتی کی نسبت سے اس کا حق بھی زیادہ ہو۔

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ (بقرہ - ۲۲۸)

اور عورتوں پر جس طرح ذمہ داریاں ہیں اسی طرح دستور کے مطابق ان کے حقوق بھی ہیں۔ البتہ مردوں کے لئے ان کے اوپر ایک درجہ ترجیح کا ہے۔

اس ترجیح کی نوعیت اور اس کی وجہ کو دوسرے مقام میں یوں واضح کیا ہے کہ چونکہ خاندان کی کفالت کا بوجھ اٹھانے کی قابلیت اللہ تعالیٰ نے مرد ہی میں رکھی ہے اور اس بنا پر بیوی بچوں کے نفقہ کا قانونی ذمہ دار مرد ہی ہے عورت نہیں ہے اس لئے

اسلامی نقطۂ نگاہ ... متعلقہ صفحہ ۹۶

Marfat.com

مرد ہی اس بات کا سزاوار ہے کہ اس کو عورت کا سردار اور قوام بنایا جائے۔ فرمایا۔

اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ۔

(۴ہم ۳ - سورۂ نساء)

اور مردوں کو عورتوں پر قوام بنایا گیا ہے اس سبب سے کہ اللہ نے ایک کو دوسرے پر بعض اعتبارات سے ترجیح دی ہے اور نفقہ کی ذمہ داری مردوں پر ڈالی ہے پس نیک بیبیوں کو سزاوار ہے کہ فرمانبرداری کرنے والی اور رازوں کی حفاظت کرنیوالی بنیں بوجہ اس کے کہ اللہ نے اس چیز کی حفاظت کی ہے۔

اس نظریہ کا لازمی تقاضا یہ بھی ہے کہ عورتوں کو بھی وراثت میں مردوں کے برابر برابر حصہ دیا جائے جیسا کہ اس نظریہ پر ایمان رکھنے والے بعض مسلمان ممالک مثلاً ترکی میں قانوناً اس کو تسلیم کر لیا گیا ہے لیکن اسلام نے جیسا کہ ہم نے بیان کیا خاندان میں نفقہ کی اصلی ذمہ داری مرد پر ڈالی ہے اس لئے اس نے وراثت میں مرد کو عورت کا دوگنا حصہ دیا ہے۔

يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ۔

(۱۱ - سورہ نساء)

اور اللہ تمہاری اولاد کے بارہ میں یہ ہدایت کرتا ہے کہ مرد کو دو عورتوں کے برابر حصہ دو۔

اسی طرح مساوات کا یہ نظریہ مطالبہ کرتا ہے کہ جس طرح مرد کو یہ حق حاصل ہے کہ

Marfat.com

وہ عورت کو طلاق دے سکتا ہے اسی طرح عورت کو بھی یہ حق ہونا چاہئے کہ وہ جب چاہے مرد کو طلاق دے سکے۔ چنانچہ ترکی میں عورت کو یہ حق بخشا جا چکا ہے۔ لیکن اسلام نے عورت کو مرد کی چیرہ دستیوں سے بچانے کے لئے قانون میں ضروری تحفظات تو ضرور رکھے ہیں لیکن خاندان کے نظام کو مستحکم رکھنے کے لئے عقدۂ نکاح کے بست وکشاد کا حق صرف اس کو دیا ہے جس کو اس نے قوام بنایا ہے۔

اَوْ یَعْفُوَا الَّذِیْ بِیَدِهٖ عُقْدَةُ النِّکَاحِ وَاَنْ تَعْفُوْا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَیْنَکُمْ (۲۳۷۔ بقرہ)	یا وہ معاف کرے جس کے ہاتھ میں سر رشتۂ نکاح ہے، اور تمہارا ہی معاف کرنا تقاضائے تقویٰ ہے۔ اور اپنے درمیان جو فضیلت حاصل ہے اس کو فراموش نہ کرو۔

عام بشری فرائض میں بھی اس نظریہ کے بالکل خلاف اسلام نے عورت اور مرد کے درمیان فرق کیا ہے اور عورت کو ذمہ داریوں سے الگ رکھا ہے اور اگر ناگزیر حالات میں کوئی بوجھ اس پر ڈالا بھی ہے تو اس کے فطری ضعف کا اعتبار کر کے اس کے کسر کا جبر مہیا کیا ہے۔

وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِیْدَیْنِ مِنْ رِّجَالِکُمْ فَاِنْ لَّمْ یَکُوْنَا رَجُلَیْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتَانِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ اَنْ تَضِلَّ	اور گواہ بناؤ اپنے مردوں میں سے دو، اگر دو مرد موجود نہ ہوں تو پھر ایک مرد اور دو عورتیں جن کو تم گواہوں میں سے پسند کرو۔ تاکہ اگر ایک بھول جائے تو دوسری یاد

Marfat.com

إِحْدَاهُمَا فَتُذَكِّرَ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَىٰ ٭ ولا سکے۔

(۲۸۲-بقرہ)

اس نظریہ کے بموجب تمام مدنی و سیاسی حقوق و فرائض میں عورت کو بھی مرد کے دوش بدوش حصہ لینے کا پورا حق ہے۔ تمام اجتماعی سرگرمیوں میں اس کو مردوں کے برابر برابر حصہ لینے کی آزادی ہونی چاہئے۔ ملازمتوں میں خواہ سول ہوں یا فوجی، اس کی پوری نمائندگی ہونی چاہئے، دوسری تمام سیاسی سرگرمیوں میں بھی اس کی شرکت پر کوئی قدغن نہیں ہونی چاہئے لیکن اسلام اس کے برعکس معاشرت و تمدن کی دوسری ضروری اور اہم خدمات کے لئے عورت کو ان جھمیلوں سے الگ رکھنا چاہتا ہے اور ان کاموں میں اس کی شرکت کو خود ان کاموں کے لئے بھی ضرر رساں قرار دیتا ہے اور اُن دوسرے مقاصد کے لئے بھی نقصان دہ خیال کرتا ہے جو پوری خوش اسلوبی کے ساتھ صرف عورت یا تھوں ہی انجام پاسکتے ہیں۔ اس کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں:۔

اسلام کے قانون کی رو سے عورت نماز میں مردوں کی امام نہیں ہوسکتی اور اگر کسی مرد کی اقتدا میں وہ نماز ادا کرے تو اس کے لئے بھی بعض شرطیں ہیں جن کا اہتمام ضروری ہے۔ اس حکم کی وجہ عورت کی کمتری یا مرد کی فضیلت نہیں ہے، بلکہ یہ سرتاسر اسلام کے اخلاقی اصولوں پر مبنی ہے۔ عورت کی فطری و جنسی خصوصیات اور مرد کے جنسی میلانات کی وجہ سے عورت کی امامت میں یہ کھلا ہوا اندیشہ ہے کہ نماز کا وہ اخلاقی اور روحانی مقصد ہی فوت ہو جائے جس کے لئے نماز فرض کی گئی ہے۔ اس وجہ سے

Marfat.com

اسلام نے اس کی اجازت نہیں دی۔

اسلامی قانون کی رُو سے عورت مجسٹریٹ اور جج وغیرہ بھی نہیں بن سکتی[1] بعض فقہا نے اگر اس کی اجازت دی بھی ہے تو بہت سے مستثنیات اور شرائط کے ساتھ۔ اس کی بنیاد بھی عورت کی حقارت پر نہیں ہے بلکہ ان مناصب کی ذمہ داریوں اور ان فرائض کے لحاظ پر ہے جو فطرت نے خاص طور پر عورتوں سے وابستہ کئے ہیں۔

عورت کی امارت کے متعلق خود حدیث میں یہ تصریح ہے۔

عن ابی بکرة قال لما بلغ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اہل فارس ملکوا علیہم بنت کسریٰ قال لن یفلح قوم ولوا امرہم امراۃ۔ (رواہ احمد والبخاری والنسائی والترمذی وصححہ)	ابوبکرہ سے روایت ہے، انہوں نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ معلوم ہوا کہ ایرانیوں نے کسریٰ کی بیٹی کو اپنا بادشاہ بنایا ہے تو آپ نے فرمایا کہ وہ قوم کامیاب نہیں ہو سکتی جس نے اپنی زمام کار ایک عورت کے حوالہ کر دی ہے۔

یہی روایت بخاری میں ایک اور پہلو کی وضاحت کے ساتھ آئی ہے۔

عن ابی بکرة قال لقد نفعنی اللہ بکلمة سمعتہا	ابوبکرہ سے روایت ہے کہ ایک بات جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

---

[1] نیل الاوطار ج ۸ ص ۲۴۰

Marfat.com

من رسول الله صلى الله عليه وسلم ايام الجمل بعد ما كدت ان الحق باصحاب الجمل فاقاتل معهم قال لما بلغ رسول الله صلى الله عليه وسلم ان اهل فارس قد ملكوا عليهم بنت كسرى قال لن يفلح قوم ولوا امرهم امرءة (بخاری کتاب النبی الی کسریٰ)

سنی تھی اس نے مجھے جنگ جمل کے زمانہ میں فائدہ پہنچایا جبکہ قریب تھا کہ میں اصحاب جمل کے ساتھ شریک جنگ ہو جاؤں۔ وہ بات یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ خبر ملی کہ اہل فارس نے کسریٰ کی بیٹی کو اپنے تخت پر بٹھایا ہے تو آپ نے فرمایا کہ وہ قوم کبھی فائز المرام نہیں ہو سکتی جو اپنی حکومت ایک عورت کے سپرد کر دے۔[1]

فوج میں عورتوں کی شرکت کا حال یہ ہے کہ احادیث اور تاریخ کی کتابوں میں بعض مثالیں اگرچہ ملتی ہیں کہ کبھی کبھی بعض عورتیں اپنے شوہروں یا دوسرے عزیزوں کی معیت میں اسلامی فوج کے ساتھ نکلی ہیں لیکن اس نکلنے کی وجہ ہرگز یہ نہیں تھی کہ مدافعت یا جہاد میں حصہ لینا عورتوں پر بھی اسی طرح فرض ہے جس طرح مردوں پر فرض ہے۔ اسلام میں فریضۂ جہاد اصلاً اور اولاً مردوں کے ساتھ مخصوص ہے۔ اسی وجہ سے آنحضرت صلعم نے عورتوں کو براہ راست جہاد میں حصہ لینے کی نہ کبھی دعوت دی اور

---

[1] جنگ جمل میں فوج کی اصلی قیادت درحقیقت حضرت عائشہ کر رہی تھیں۔ ابوبکرہ کا اشارہ اسی بات کی طرف ہے۔

Marfat.com

نہ کبھی ان کی شرکت پر ان کی حوصلہ افزائی فرمائی۔ عرب کے دستور کے مطابق اگر کچھ خواتین اپنے شوہروں اور عزیزوں کے ہمراہ نکل پڑیں تو ان کو مریضوں کی تیمار داری، زخمیوں کی مرہم پٹی، کھانا پکانے اور اس قسم کی خدمات میں حصہ لینے کا موقع بھی دیا گیا اور مال غنیمت میں سے بھی بطور حصہ کے نہیں بلکہ بطور عطیہ کے ان کو کچھ دے دیا گیا لیکن نہ تو عورتیں اپنے عزیزوں کے بغیر کبھی ان غزوات میں نکلیں، نہ ان کو کبھی جنگ میں حصہ لینے کی دعوت دی گئی، نہ براہ راست جنگ میں حصہ لینے کا ان کو موقع دیا گیا، نہ مال غنیمت میں ان کو بحیثیت حصہ دار کے شریک کیا گیا اور نہ جنگوں میں ان کی شرکت کی حوصلہ افزائی ہی کی گئی۔ چند صحیح احادیث ملاحظہ ہوں:

عن عائشۃ، انہا قالت یا رسول اللہ نری الجہاد افضل العمل افلا نجاہد قال لا لکن افضل الجہاد حج مبرور۔

(رواہ احمد والبخاری)

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ ہم جہاد کو سب سے زیادہ افضل نیکی سمجھتی ہیں تو کیا ہم جہاد نہ کریں۔ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ تمہارے لئے سب سے افضل نیکی حج مقبول ہے۔

بخاری کے الفاظ یہ ہیں:-

جہادکن الحج۔

تمہارا جہاد حج ہے۔

ام ورقہ بنت نوفل کے متعلق روایت ہے کہ انہوں نے بدر میں شرکت کی اجازت مانگی تو آپ نے ان کو اجازت نہیں دی۔ وہ قرآن کی عالمہ تھیں، انہوں نے پھر آپ سے

Marfat.com

اس بات کی اجازت مانگی کہ ان کو نماز اور تعلیم قرآن کے لئے اپنے گھر میں عورتوں کو جمع کرنے کی اجازت دی جائے۔ آپ نے ان کو اس بات کی اجازت دے دی چنانچہ محلہ کی عورتیں ان کے ہاں جمع ہوتیں اور وہ ان کی امامت کرتیں[1]۔

پردہ کے احکام نازل ہو جانے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے حوصلہ شرکت جہاد کے خلاف ناراضگی کا اظہار بھی کر دیا تھا تاکہ یہ نے زیادہ نہ بڑھنے پائے۔ چنانچہ غزوہ خیبر سے متعلق یہ روایت ملتی ہے۔

عن حشرج بن زیاد عن جدته ام ابیه انها خرجت مع النبی صلی الله علیه وسلم غزوة خیبر سادس ست نسوة فبلغ رسول الله صلی الله علیه وسلم فبعث الینا فجئنا فرأینا فیه الغضب۔ فقال مع من خرجتن وباذن من خرجتن؟ فقلنا یا رسول الله خرجنا نغزل الشعر ونعین

حشرج بن زیاد اپنی دادی سے روایت کرتے ہیں کہ وہ غزوہ خیبر کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلیں۔ پانچ عورتوں کے ساتھ چھٹی وہ تھیں۔ کہتی ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے نکلنے کی اطلاع ہوئی تو آپ نے ہم کو بلوا بھیجا۔ ہم حاضر ہوئیں تو ہم نے آپ کو غضبناک پایا۔ آپ نے پوچھا تم کس کے ساتھ نکلیں اور کس کی اجازت سے نکلیں؟ ہم نے جواب دیا یا رسول اللہ ہم

---

[1] ابوداؤد۔ باب امامت النساء

فی سبیل اللہ ومعنا دواء للجرحی ونناول السہام ونسقی السویق قال قمن فانصرفن حتی اذا فتح اللہ علیہ خیبر اسہم لنا کما اسہم للرجال فقلت لہا یا جدۃ وما کان ذالک قالت تمراً۔ (رواہ احمد وابوداؤد)

چلی آئی ہیں، اون کاتتی ہیں، کچھ اللہ کا کام کرتی ہیں، ہمارے ساتھ زخمیوں کے لئے کچھ مرہم پٹی کا سامان بھی ہے، ہم تیر پکڑا دینگی، ستو گھول کے پلادینگی۔ آپ نے فرمایا، چلو، واپس جاؤ پھر جب اللہ نے خیبر فتح کرا دیا تو آپ نے ہم کو مردوں کی طرح حصہ دیا[1] میں نے پوچھا کہ دادی کیا چیز ملی تو فرمایا کھجور۔

صدراول کی پوری تاریخ میں عملی سیاست میں کسی عورت کے حصہ لینے کی اگر کوئی قابل ذکر مثال ملتی ہے تو وہ صرف ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ کی ملتی ہے۔ انہوں نے حضرت عثمانؓ غنی کے خون کا مطالبہ کیا اور اس کے نتیجہ میں حضرت علیؓ سے ان کی وہ جنگ ہوئی جس کو جنگ جمل کہتے ہیں۔ اس جنگ میں حق پر کون تھا اور کس سے اجتہاد کی غلطی صادر ہوئی اس امر سے اس موقع پر بحث نہیں ہے۔ ہم صرف اس سوال پر غور کرنا چاہتے ہیں کہ ایک عورت کی حیثیت سے اس معاملہ میں پڑنا ام المومنین کے لئے صحیح تھا یا نہیں؟ اس کے متعلق متعدد صحابہ اور صحابیات کی رائیں رجال و تاریخ کی کتابوں

---

[1] حصہ سے مراد یہاں مردوں کی طرح مال غنیمت میں حصہ نہیں ہے بلکہ خود ان کے بیان سے واضح ہے کہ کچھ کھجوریں وغیرہ ان کو بھی دی گئیں۔

Marfat.com

میں موجود ہیں لیکن چونکہ وہ ایک فریق کی جانبداری پر محمول کی جا سکتی ہیں، اس لئے ہم یہاں ان کو نقل نہیں کریں گے، البتہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی رائے پیش کرتے ہیں جو دو پہلوؤں سے اہمیت رکھتی ہے۔ ایک تو یہ کہ وہ ایک ایسے شخص کی رائے ہے جو اس سارے جھگڑے میں غیر جانبدار ہے اور دوسرا یہ کہ ان کے علم و تقویٰ پر کبھی کسی نے حرف رکھنے کی جرأت نہیں کی روایت ہے کہ انہوں نے صاف صاف کہا کہ حضرت عائشہ کے لئے اس معاملہ میں پڑنے سے زیادہ بہتر یہ تھا کہ وہ اپنے گھر میں بیٹھتیں۔

ان بیت عائشۃ خیر لھا من ھودجھا۔[1] — حضرت عائشہ کا گھر ان کے لئے ان کے ہودج سے بہتر تھا۔

حضرت علیؓ اس معاملہ میں فریق کی حیثیت رکھتے ہیں اس وجہ سے ممکن ہے بعض لوگ ان کی رائے کو زیادہ وزن نہ دیں لیکن نازک سے نازک حالات کے اندر انہوں نے جس طرح اپنے سخت سے سخت مخالفوں کے مقابل میں اپنے آپ کو جذبات کی رو میں بہنے سے بچایا ہے اور جس طرح قول و فعل دونوں میں حق و انصاف کو ملحوظ رکھا ہے یہاں تک کہ خود جنگ جمل کے فتنہ میں انتہائی مشکل حالات کے اندر جس طرح خود ام المومنین کے مرتبہ کا انہوں نے لحاظ رکھا ہے اس کی بنا پر وہ حق رکھتے ہیں کہ اس معاملہ میں ان کی رائے کو ایک فریق کی رائے قرار دے کر نظر انداز نہ کیا جائے بلکہ دوسرے تمام

---

[1] الامامۃ والسیاسۃ لابن قتیبہ۔ ص ۵۶

Marfat.com

معاملات میں ان کی رایوں کو جو دینی و شرعی وقعت دی جاتی ہے اسی احترام کے ساتھ اس معاملہ میں بھی اُن کی رائے پر غور کیا جاتے اور دیکھا جائے کہ وہ کس پہلو سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس اقدام کی مخالفت کرتے ہیں۔ انہوں نے حضرت عائشہ رضؓ کو اس بارہ میں جو خط لکھا اس کے الفاظ یہ ہیں:

اما بعد فانک خرجت مغاضبۃ للّٰہ ولرسولہ تطلبین امراً کان عنک موضوعاً۔ ما بال النساء والحروب والاصلاح بین الناس، تطلبین بدم عثمان ولعمری لمن عرضک للبلاء وحملک علی المعصیۃ اعظم الیک ذنبا من قتلۃ عثمان وما غضبت حتی اغضبت وما هجت حتی هیجت فاتقی اللّٰہ وارجعی الی بیتک[1] ۔

آپ اللہ و رسول کی خفگی میں ایک ایسے مطالبہ کو لیکر اٹھ پڑی ہیں جس کی ذمہ داری سے آپ اللہ و رسول کی جانب سے سبکدوش تھیں بھلا عورتوں کو جنگ اور مردوں کے معاملات میں پڑنے سے کیا تعلق؟ آپ عثمان کے خون کا مطالبہ لیکر اٹھی ہیں حالانکہ اللہ گواہ ہے کہ جن لوگوں نے آپ کو اس آزمائش میں مبتلا کیا اور اس غلطی پر آمادہ کیا انہوں نے عثمان کے قاتلوں سے بڑی برائی آپکے ساتھ کی۔ آپ دوسروں کے ابھارنے سے غصہ میں آگئی ہیں اور دوسروں کی انگیخت سے آپ میں اشتعال پیدا ہو گیا ہے، اللہ سے خوف کیجئے اور گھر کو

---

[1] الامامۃ والسیاسۃ لابن قتیبہ ص ۶۴۔

Marfat.com

لوٹ جایئے۔

ملاحظہ فرمایئے، اس خط میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نفس معاملہ کے حق یا باطل ہونے پر کوئی بحث نہیں کرتے اور ام المومنین سے یہ نہیں کہتے کہ آپ ایک بالکل غلط معاملہ کے لئے اٹھ پڑی ہیں اور اس کے غلط ہونے کے دلائل یہ اور یہ ہیں جیسا کہ انہوں نے اپنے دوسرے مخالفوں کو لکھا۔ بلکہ ام المومنین پر ان کو جو اعتراض ہے وہ یہ ہے کہ انہوں نے ایک ایسے معاملہ میں براہ راست اور عملی مداخلت کی ہے جس کی ذمہ داریوں سے ایک عورت ہونے کی حیثیت سے اللہ اور اس کے رسول نے ان کو بری کیا تھا لیکن محض دوسروں کی انگیخت سے وہ ایک غیر متعلق معاملہ میں پڑ گئی ہیں اور ایک بڑے فتنہ کی ذمہ داریوں میں اپنے آپ کو الجھا دیا ہے جس سے بغیر کسی مسئولیت کے وہ اپنے تئیں علیحدہ رکھ سکتی تھیں۔

ام المومنین نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس خط کا جو جواب دیا وہ محض اس قدر تھا کہ۔ اب گلہ شکوہ کا وقت نہیں رہا۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اعتراض کی قوت محسوس کی اور اس سے متاثر بھی ہوئیں۔ لیکن حالات قابو سے باہر ہو چکے تھے اور ان کے لئے اٹھائے ہوئے قدم کو واپس لینا ناممکن ہو چکا تھا ورنہ یہ ممکن نہیں تھا کہ وہ اس موقع پر اس مختصر جواب پر قناعت کر جاتیں اور حضرت علیؓ کے اس دعوے کو چیلنج نہ کرتیں کہ اس طرح کے معاملات عورتوں سے تعلق نہیں رکھتے۔

عورتوں کے حقوق کے لئے زندگی بھر وہ جس طرح لڑتی رہی ہیں اس کو دیکھتے ہوئے یہ بعید از قیاس

Marfat.com

معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی کی رائے کو غلط سمجھنے کے باوجود وہ اس کی تردید نہ کریں۔ ان کے تاثر کی شہادت ان کی بعد کی پوری زندگی سے بھی ملتی ہے۔ کیونکہ جنگ جمل کے بعد سیاسی فتنوں کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہو گیا لیکن اس کے بعد سے ام المومنین نے اپنی ساری اصلاحی سرگرمیاں عورتوں تک محدود رکھیں اور نہ صرف یہ کہ کسی عام سیاسی ہنگامہ میں کسی نوعیت سے حصہ نہیں لیا بلکہ مختلف دلائل و قرائن سے پتہ چلتا ہے کہ جنگ جمل کی غلطی پر ان کو مدت العمر پچھتاوا رہا۔

مغربی نظریہ مساوات کے قائلوں سے گذارش!

یہ چند باتیں محض بطور مثال پیش کی گئی ہیں اور دکھانا یہ مقصود ہے کہ مغربی نظریہ مساوات اور اسلامی نظریہ مساوات میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اگر آپ مغربی نظریہ مساوات کو لے کر اسلامی نظام" بنانے چلیں گے تو قدم قدم پر خود اسلام ہی سے آپ کی لڑائی ہوگی۔ آپ کس کس چیز کو ملائیت قرار دیں گے؟ کس کس بات کو فقیہوں اور مولویوں کا مذہب بتا کر رد کرنے کی کوشش کریں گے؟ کتنی جگہوں پر خود اپنی آنکھیں بند کریں گے اور کتنے مقامات پر دوسروں کی آنکھوں پر پٹی باندھیں گے؟ مانا کہ آپ ایک انوکھا نظام بنائیں گے لیکن آخر وہ کتنا انوکھا ہوگا کہ مغربی نظریہ مساوات پر بھی مبنی ہوگا اور اسلام پر بھی مبنی ہوگا؟ اس ملک کے عوام جاہل سہی اور آپ جیسے ماہر فن سہی مگر اپنی قوم کے متعلق آپ کا یہ گمان کہ وہ بالکل ہی عقل اور علم سے کوری ہے شاید صحیح نہ ثابت ہو۔

Marfat.com

ہمارے نزدیک تو اس قسم کی کوشش کا نتیجہ ایک سخت ذہنی انتشار اور فکری خلفشار کے سوا اور کچھ نہیں نکلے گا۔ لوگ جب اسلام اسلام کی پکار کے ساتھ ہر قدم پر کھلم کھلا اسلام کُشی کے دردناک مناظر دیکھیں گے تو ممکن نہیں ہے کہ اس کا رد عمل نہایت افسوسناک شکل میں ظاہر نہ ہو۔ اس لئے سیدھا راستہ تو یہ ہے کہ جس اسلام کا آپ نام لیتے ہیں اس میں یکسو ہو جائیے اور معاشرہ کی تربیت بھی اسی کے اصولوں پر کیجیئے اور سیاسی نظام بھی اسی کے اصولوں پر بنائیے۔ لیکن اگر اس کی ہمت یا اس کا علم آپ میں نہیں ہے، یا یہ آپ کے نفس کی خواہشات کے خلاف ہے تو پھر شریفانہ طریقہ یہ ہے کہ راہ کا پتھر نہ بنئے اور ان لوگوں کو کام کرنے کا موقعہ دیجئے جو اسلام پر ایمان بھی رکھتے ہیں اور اسلام کا علم بھی رکھتے ہیں۔ اور اگر یہ بات بھی منظور نہیں ہے تو پھر تیسرا راستہ آپ کے لئے یہ ہے کہ اتاترک اور ان کے ساتھیوں کی طرح اپنے بل بوتے پر (اسلام کا جھوٹا لبادہ اوڑھ کر نہیں) میدان میں آئیے اور انہی کی طرح پوری جرأت کے ساتھ اعلان کیجئے کہ ہمیں اسلام وسلام کچھ نہیں چاہئے، ہم مغربی حکومتوں کے طرز پر ایک لادینی ریاست قائم کرنا چاہتے ہیں اور اس میں عورتوں کو اسی طرح مطلق العنان رکھنا چاہتے ہیں جس طرح وہ یورپ کی لادینی ریاستوں میں ہیں۔ انہوں نے ایک لمحہ کے لئے بھی خلق اور خالق کو دھوکا دینے کی کوئی کوشش نہیں کی۔ انہوں نے کبھی نہیں کہا کہ دنیا کی نجات اگر ہے تو بس اسلام ہی کے اندر ہے اور ہم دنیا کو پھر ایک صحیح اسلامی حکومت کا جلوہ دکھانے کے لئے اٹھے ہیں۔ انہوں نے

Marfat.com

ایک لمحہ کے لیے بھی قرآن کا بحیثیت ایک نظامِ زندگی کے اعتراف نہیں کیا اور کبھی قرآن اور سنت کی تعلیمات کو پارہ پارہ کر دینے والی حرکتوں کا افتتاح قرآن کی تلاوت سے کر کے اللہ کے غضب کو بلاوے بھیجنے کی جسارت نہیں کی بلکہ صاف صاف لادینیت

ٰه کچھ دن پہلے کراچی میں بینک کا اور لاہور میں فلم کمپنی کا افتتاح قرآن مجید کی تلاوت سے ہو چکا ہے۔ اب ۲۵ر فروری ۵۸ء کے سول اینڈ ملٹری گزٹ میں پاکستانی اولمپک گیمس کی تقریبِ افتتاح کی تفصیلات اور پھر اس سلسلہ کی تصویریں ملاحظہ ہوں۔ اس تقریبِ مبارک کا افتتاح بھی تلاوتِ قرآن مجید سے ہوتا ہے۔ اس کے بعد کھلاڑیوں کا مارچ پاسٹ ہوتا ہے جس میں نوجوان مرد کھلاڑیوں کے پہلو بہ پہلو لڑکیاں بھی لنگر لنگوٹ کسے ہوئے موجود ہیں۔ آنریبل مسٹر غلام محمد نے سلامی لی اور اپنی تقریر میں اس امر پر دلی خوشی کا اظہار فرمایا کہ الحمدللہ کھلاڑیوں کے ساتھ کھلاڑنیں بھی موجود ہیں اور امید ہے کہ آئندہ ان کی تعداد میں حسبِ دلخواہ اضافہ ہوگا۔ ان حرکتوں کے بعد اگر کچھ کسر رہ گئی ہے تو بس یہ کہ شراب نوشی کی محفل میں بادہ نوشی شروع کرنے سے پہلے قرآن کی وہ آیات تلاوت کر لی جایا کریں جن میں شراب کی حرمت کا ذکر آیا ہے، اور بدکاری کے اڈوں میں فواحش کا ارتکاب کرنے سے پہلے ان آیات کو پڑھ لیا جایا کرے جن میں زنا کی سزا بیان ہوئی ہے۔ تاکہ خدا کا غضب جتنا عام زانیوں اور شرابیوں پر بھڑکتا ہے اس سے دس گنا ان لوگوں پر بھڑکے جو اس کے احکام کی نافرمانی کرنے سے پہلے اعلان کریں کہ ہاں ہم خدا کو بھی جانتے ہیں اور اسکے احکام کو بھی جانتے ہیں، مگر نہیں خدا کی پرواہ ہے نہ اس کے احکام کی۔ وہ اگر کوئی ہمت رکھتا ہے تو ہم پر ہاتھ ڈال کر دیکھے۔ (العیاذ باللہ)

Marfat.com

کا اعلان کیا اور قرآن کو الگ رکھ کر جرمنی، اٹلی اور سوئٹزرلینڈ وغیرہ ممالک کے قوانین میں سے جس جس کو اپنی ہوائے نفس کے موافق پایا اس کو اپنا لیا اور اگر کسی نے ان کے اس کام میں مزاحمت پیدا کرنے کی کوشش کی تو اس کو انہوں نے ٹھکانے لگا دیا پس اگر آپ کو کام وہی کرنا ہے جو انہوں نے کیا ہے، تو پھر اس کام کو اسی طرح کیجئے جس طرح انہوں نے کیا ہے اور یہ منافقانہ روش چھوڑ دیجئے جو نہ تو دنیا میں سرخروئی کا باعث ہوگی نہ آخرت میں۔

Marfat.com

پردہ

پردہ کے متعلق جو خیالات یہ حضرات ظاہر کرتے ہیں، پچھلے اوراق پر دوبارہ ایک نظر ڈال کر، ان خیالات کو ذہن میں تازہ کر لیجئے۔

ان لوگوں کا کہنا یہ ہے کہ پردہ محض ملاؤں کی ایک ایجاد ہے۔ اسلام میں اس کی کوئی اصل و بنیاد نہیں ہے۔ بعض جری ان میں سے یہ بھی کہتے ہیں کہ جن لوگوں نے پردہ ایجاد کیا وہ خود اخلاقی اعتبار سے گھٹیا درجہ کے لوگ تھے۔ انہوں نے بجائے اس کے کہ اپنی اصلاح کرتے، عورتوں کو پردہ کے پیچھے دھکیل دیا اور اس کو اپنی کمزوری کا علاج سمجھا۔ اس گروہ میں جو تحقیق کے مدعی ہیں وہ کہتے ہیں کہ اسلام کے ابتدائی دور میں پردہ کا کوئی وجود سرے سے تھا ہی نہیں، اُس زمانہ میں عورتیں آزادانہ باہر پھرتی تھیں۔ شاعروں اور گویوں کی محفلیں جما کر شمعِ انجمن بن کر بیٹھتی تھیں، نت نئے فیشن ایجاد کر کے پبلک میں اپنی جمال آرائیوں سے ان کو حسنِ قبول بخشتی (Popularise) کرتی تھیں۔ اس دعویٰ کے ثبوت میں وہ امام حسین علیہ السلام کی صاحبزادی سکینہ اور حضرت ابوبکرؓ کی نواسی عائشہ کا نام لیتے ہیں اور ان کے سہارے پر دعویٰ کرتے ہیں کہ عہد نبوت اور عہد صحابہ کی اصلی تہذیب یہی تھی۔ پردہ کے ابتدائی رواج کے متعلق اُن

Marfat.com

کا بیان ہے کہ عباسی خلفاء کے دور آخر میں جب لوگوں کی اخلاقی حالت بہت گر گئی، نہ مردوں پر اعتبار باقی رہ گیا نہ عورتوں پر، تو لوگ مجبور ہوئے کہ عورتوں کو چہار دیواریوں کے اندر بند کر دیں۔

ان خیالات کو سامنے رکھ کر ہم کو متعدد سوالات پر غور کرنا ہے۔ کیا فی الواقع قرآن و حدیث میں پردہ کی بابت کوئی حکم موجود نہیں ہے اور یہ محض "مولویوں" کی دھاندلی ہے جو انہوں نے لوگوں پر چلا رکھی ہے؟ کیا پردہ سچ مچ ایسے ہی لوگوں کی ایجاد ہے جو اخلاقی اعتبار سے گھٹیا درجہ کے لوگ تھے اور انہوں نے محض اپنی اخلاقی کمزوریوں کو چھپانے کے لئے یہ پردہ ایجاد کیا ہے؟ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے زمانہ میں عورتوں کی زندگی فی الحقیقت اسی طرز کی تھی جس طرز کی زندگی یہ لوگ سکینہ بنت حسین علیہ السلام اور عائشہ بنت طلحہؓ کی طرف منسوب کرتے ہیں؟ ہم ان تمام سوالوں پر غور کریں گے لیکن ان پر الگ الگ گفتگو کرنے کے بجائے ایک ہی سلسلہ میں اس طرح بحث کریں گے کہ ناظرین کو ہر سوال کا جواب بھی پوری وضاحت سے ساتھ مل جائے اور بحث میں زیادہ طوالت بھی پیدا نہ ہونے پائے۔

پردہ سے متعلق مسائل کی تفصیل قرآن و حدیث میں!

جس شخص نے قرآن مجید اور احادیث کا تھوڑا بہت بھی مطالعہ کیا ہو گا وہ اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا کہ ہمارے معاشرتی مسائل میں سے جو مسائل زیادہ سے زیادہ تفصیل و وضاحت کے ساتھ قرآن مجید اور احادیث میں بیان ہوتے ہیں اُن میں سے ایک مسئلہ

Marfat.com

بے پردہ کا مسئلہ بھی ہے۔ جس طرح نکاح طلاق وغیرہ کے تمام اصولی مسائل قرآن مجید میں بیان کر دیئے گئے ہیں اور پھر ان کی ضروری تفصیلات نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح فرما دی ہیں اسی طرح پردہ سے متعلق تمام اصولی ہدایات خود قرآن مجید میں وارد ہیں اور ان کی ضروری توضیحات نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہیں۔ اس وجہ سے پردہ کو محض مولویوں کی ایجاد قرار دینا یا تو بدترین قسم کی جہالت ہے یا بدترین قسم کی منافقانہ جسارت ہے وہ حضرات جو اس کو اخلاق سے گرے ہوئے لوگوں کی ایجاد بتاتے ہیں وہ آگے کے مباحث ملاحظہ فرمانے کے بعد بہتر طریق پر اندازہ کر سکیں گے کہ جن لوگوں کو وہ اخلاقاً اعتبار سے گرا ہوا قرار دیتے ہیں وہ کون ہیں اور ان کا اخلاقی پایہ کیا ہے؟

عورت کا اصلی میدان عمل | اس سلسلہ میں سب سے پہلے اس اصولی مسئلہ کو لیجئے کہ اللہ اور رسول نے عورت کے لئے اصلی میدان عمل کونسا تجویز فرمایا ہے۔ گھر سے باہر یا گھر کے اندر یا گھر کے اندر اور باہر دونوں؟ اس سوال کا نہایت واضح جواب ہمیں قرآن مجید کی اس آیت سے ملتا ہے۔

وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ	اور وقار کے ساتھ اپنے گھروں میں بیٹھو اور
تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ وَأَقِمْنَ	گذشتہ ہوئے زمانۂ جاہلیت کی طرح اپنے
الصَّلَاةَ وَآتِينَ الزَّكَاةَ وَأَطِعْنَ	سنگھار دکھاتی نہ پھرو اور نماز قائم کرو، زکوٰۃ
اللَّهَ وَرَسُولَهُ (الاحزاب ۳۳)	دو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔

اس آیت سے دو باتیں بالکل واضح طور پر نکلتی ہیں۔

Marfat.com

ایک یہ کہ عورت کا اصلی میدان عمل اس کا گھر ہے نہ کہ باہر۔ اس لئے بغیر کسی حقیقی ضرورت کے اس کا غیر متعلق کاموں میں شرکت کے لئے نکلنا یا سیر سپاٹے، تفریح، تماشہ بینی اور پکنک کے لئے جانا یا اپنے حسن و جمال اور بناؤ سنگار کی نمائش کرتے پھرنا ناجائز ہے۔

دوسری یہ کہ اسلام کے ظہور سے پہلے زمانہ جاہلیت میں اس طرح کی باتیں عورتوں میں پائی جاتی تھیں جن کو اسلام نے آکر مٹایا ہے۔ اس لئے اسلام کا پسندیدہ کردار ایک عورت کے لئے وہی ہے جو اس آیت میں بیان ہوا ہے اور اسی کردار کی مسلمان عورتوں کو تعلیم دی گئی ہے۔ اگر اس کردار کے خلاف کوئی بات کسی مسلمان عورت میں پائی جائیگی تو یہ نہیں کہا جائے گا کہ اس نے ترقی کی ہے بلکہ یہ کہا جائے گا کہ اس نے زمانہ جاہلیت کے کردار کی طرف رجعت کی ہے۔

مذکورہ بالا آیت میں اگرچہ مخاطب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج ہیں لیکن یہ ہدایت ان کو مخاطب کرکے اس لئے نہیں دی گئی ہے کہ یہ انہی کے ساتھ مخصوص ہے بلکہ اس لئے ان کو مخاطب کیا گیا ہے کہ وہ تمام امت کی عورتوں کے لئے نمونہ ہیں۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ بعینہٖ یہی ہدایات، جیسا کہ آگے چل کر معلوم ہوگا، عام عورتوں کے لئے بھی قرآن مجید میں نازل ہوتی ہیں۔ نیز اس آیت ہی کی بنا پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عام عورتوں کو ایسی ہدایات دیں جن سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان کا اصلی دائرہ عمل گھر ہے نہ کہ گھر سے باہر۔

ایک مشہور حدیث میں، جس میں معاشرہ کے مختلف طبقات کی ذمہ داریوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے الگ الگ گنایا ہے، عورت کی اصلی ذمہ داری یہ بیان فرمائی ہے:۔

Marfat.com

والمرأة راعية على بيت بعلها وولده وهي مسئولة عنهم۔ — اور عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کے بچوں کی نگران بنائی گئی ہے اور اس سے ان چیزوں کی بابت پرسش ہوگی

باہر کے اجتماعی فرائض میں سے اور کاموں کا تو کیا ذکر جو کام نیکی و پاکیزگی اور خدمت دین وہمدردی خلق کے بہترین کام ہیں ان میں بھی عورت کی شرکت کو پسند نہیں کیا گیا ہے۔

جہاد اللہ کے کلمہ کو بلند کرنے والی سب سے بڑی نیکی ہے لیکن ام ورقہ بنت نوفل نے غزوۂ بدر میں شرکت کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت مانگی تو آپ نے فرمایا: قِرِّی فی بیتک، جاؤ اپنے گھر میں بیٹھو۔[1]

نماز تمام اجتماعی کاموں میں سب سے زیادہ پاکیزہ اور اعلیٰ کام ہے اور چند شرائط کے ساتھ عورتوں کو نماز جماعت میں شرکت کی اجازت بھی دی گئی ہے لیکن اس اجازت کے ساتھ ساتھ یہ تصریح بھی موجود ہے کہ وبیوتھن خیر لھن۔ ان کے گھر ان کے لئے مسجدوں سے زیادہ بہتر ہیں۔[2]

نماز جمعہ اسلام کی اجتماعی زندگی میں جو اہمیت رکھتی ہے وہ کسی سے مخفی نہیں ہے

---

[1] ابوداؤد۔ باب امامۃ النساء۔ اگر عورتوں کی جنگ میں شرکت کسی حد میں بھی کوئی پسندیدہ کام ہوتا تو جنگ بدر سے بڑھکر ضرورت کا موقع اور کونسا آسکتا ہے۔

[2] ابوداؤد۔ باب خروج النساء الی المساجد۔

Marfat.com

لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا صاف حکم ہے کہ عورتوں پر نماز جمعہ واجب نہیں ہے۔

الجمعة حق واجب علے	جمعہ کی نماز باجماعت ادا کرنا ہر مسلمان پر
کل مسلم فی جماعة الا اربعة	لازم ہے، مگر چار شخص مستثنیٰ ہیں غلام عورت
عبد مملوك، او امراة، او صبی،	بچہ، اور مریض۔
او مریض (ابوداؤد۔ کتاب الجمعہ)	

جنازہ کی متابعت انسانی و اسلامی ہمدردی کے اعلیٰ ترین کاموں میں سے ہے لیکن عورتوں کو اس سے بھی روکا گیا ہے۔

عن ام عطیة قالت نُهینا	ام عطیہ سے روایت ہے وہ کہتی ہیں کہ ہم کو
عن اتباع الجنائز	جنازوں کے ساتھ جانے سے روکا گیا ہے۔

(بخاری شریف۔ اتباع النساء الجنائز)

ان واضح ہدایات کے بعد کون شخص اس میں شک کر سکتا ہے کہ اسلام نے عورت کے لئے اصلی دائرہ عمل اس کے گھر کو ٹھہرایا ہے؟

عورتوں اور مردوں کے آزادانہ اختلاط کی ممانعت

ہمارے لیڈر حضرات دھکیل دھکیل کر عورتوں کو گھروں سے باہر لا رہے ہیں۔ ہر کلب اور ہر انجمن میں، ہر معاشرتی اور ہر سیاسی تقریب میں، ہر جلسہ اور ہر کانفرنس میں، ہر کھیل اور ہر تماشہ میں عورتوں کو مردوں کے بالکل برابر کر دینے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا جا رہا ہے اور اگر کسی تقریب میں عورتوں کی کمی محسوس کی جاتی ہے تو اس کا غم منایا جاتا ہے

Marfat.com

کہ عورتوں کی کمی کے بقدر اسلامی تہذیب و ثقافت کے مظاہرہ میں کمی رہ گئی لیکن اسلام نے عورتوں اور مردوں کے عام میل جول کی صریح الفاظ میں ممانعت فرمائی ہے اس بارہ میں قرآن شریف کی اصولی ہدایت یہ ہے :-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا	اے ایمان والو! پیغمبر کے گھر میں نہ داخل ہو
بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَن يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَىٰ	مگر اس وقت جبکہ تم کو اجازت دی جائے
طَعَامٍ غَيْرَ نَاظِرِينَ إِنَاهُ وَلَٰكِنْ	کھانے کے لئے، نہ انتظار کرتے ہوئے کھانے
إِذَا دُعِيتُمْ فَادْخُلُوا فَإِذَا	کی تیاری کا، لیکن جب تم بلائے جاؤ تو داخل
طَعِمْتُمْ فَانتَشِرُوا وَلَا مُسْتَأْنِسِينَ	ہو اور جب کھا چکو تو فوراً منتشر ہو جاؤ، کسی
لِحَدِيثٍ ۚ إِنَّ ذَٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي	بات میں لگ کر وہیں جم نہ جاؤ۔ یہ چیز پیغمبر
النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيِي مِنكُمْ ۖ وَاللَّهُ لَا يَسْتَحْيِي	کو تکلیف دے رہی تھی لیکن از راہ مروت وہ تم
مِنَ الْحَقِّ ۚ وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا	سے شرماتا تھا لیکن اللہ حق کے اظہار سے
فَاسْأَلُوهُنَّ مِن وَرَاءِ حِجَابٍ ۚ	نہیں شرماتا۔ اگر تم کو پیغمبر کی بیویوں سے کوئی
ذَٰلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ	چیز مانگنی ہو تو ان سے پردہ کی آڑ سے مانگو۔
(الاحزاب۔ ۵۳)	یہ طریقہ تمہارے اور ان کے دونوں کے دلوں کے لئے زیادہ پاکیزہ ہے۔

اس آیت سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ عورتوں اور مردوں کا آزادانہ اختلاط، ان کا ایک مجلس میں بیٹھ کر خوش گپیاں کرنا، عورتوں میں باہم مل جل کر کھانا پینا، تفریحات

میں ایک ساتھ شریک ہونا، اسلام کی تہذیب نہیں ہے۔ یہ آیت بھی اگرچہ ظاہر الفاظ کے لحاظ سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج سے متعلق معلوم ہوتی ہے لیکن اس میں جو ہدایات دی گئی ہیں وہ ان ہی سے متعلق نہیں ہیں بلکہ آگے چل کر آپ دیکھیں گے کہ بعینہ یہی ہدایات خود قرآن مجید کے اندر پوری اسلامی سوسائٹی کے لئے نازل ہوئی ہیں۔ نیز قرآن کی انہی تعلیمات کی بنا پر پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے مختلف مواقع پر ایسی ہدایات جاری فرمائی ہیں جن کا مقصد مسلمان عورتوں اور مردوں کو عام اختلاط سے روکنا تھا۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں:۔

عن حمزة بن ابی اسید الانصاری عن ابیه انه سمع رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول وهو خارج من المسجد فاختلط الرجال مع النساء فی الطریق، فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم للنساء استاخرن فانه لیس لکن ان تحققن الطریق، علیکن بحافات الطریق، فکانت المرأة تلصق بالجدار حتی ان ثوبها لیتعلق بالجدار من لصوقها	حمزہ بن ابو اُسید انصاری اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد سے نکل رہے تھے کہ آپ نے دیکھا کہ راستہ میں مرد عورتوں کے ساتھ مل گئے ہیں۔ آپ نے عورتوں سے فرمایا کہ تم پیچھے ہو جاؤ، تمہارے لئے راستہ کے بیچ میں چلنا ٹھیک نہیں ہے۔ تم راستہ کے کنارہ سے چلو۔ چنانچہ اس حکم کے بعد عورتیں بالکل دیوار سے لگ کر جاتی تھیں یہاں تک کہ ان کی چادریں دیوار سے الجھتی تھیں۔

(ابو داؤد۔ ماجاء فی مشی النساء فی الطریق)

روایات میں آتا ہے کہ نماز سے فارغ ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اتنی دیر ٹھہر جاتے کہ عورتیں نکل جائیں تاکہ راستہ میں عورتوں اور مردوں کا تصادم نہ ہو۔

عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی کا ایک دروازہ عورتوں کے لئے خاص کر دیا تھا۔[1]

عیدین کی نمازوں میں عورتوں کو شرکت کی خاص طور پہ تاکید تھی لیکن ان کا اجتماع مردوں سے الگ ہوتا تھا۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا کہ کوئی مرد دو عورتوں کے درمیان سے چلے۔ (ابوداؤد)

اگر مردوں کو عورتوں سے کوئی بات اجتماعی حیثیت سے کہنی ہوتی تھی تو اس کے لئے بھی پردہ کا مناسب حال اہتمام کیا جاتا تھا۔

عن ام عطیة ان رسول	ام عطیہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما قدم	اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لاتے تو آپ
المدینة جمع نساء الانصار فی	نے انصار کی عورتوں کو ایک گھر میں جمع کیا
بیت فارسل الینا عمر بن الخطاب	پھر عمر بن الخطاب کو ہمارے پاس بھیجا، وہ آئے

---

[1] ابوداؤد۔ باب اعتزال النساء فی المساجد عن الرجال

[2] ابوداؤد۔ باب الخطبة فی یوم العید

Marfat.com

فقام علی الباب فسلم علینا فرددنا علیہ السلام ثم قال انا رسول رسول اللہ الیکن الحدیث[1] . . . .

تو آکر دروازہ پر کھڑے ہوئے، پھر ہم کو سلام کیا، ہم نے ان کے سلام کا جواب دیا پھر فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھیجا ہوا تمہارے پاس آیا ہوں . . . الخ

ان واضح دلائل کے بعد کون شخص یہ کہنے کی جرأت کر سکتا ہے کہ اسلام دونوں جنسوں کے آزادانہ اختلاط کو کسی نوعیت سے بھی جائز رکھتا ہے؟

گھر سے باہر نکلنے کی صورت میں عورت کے لئے ہدایات

اب وہ صریح ہدایات ملاحظہ فرمایئے جن کی پابندی کا عورت کو اس صورت میں حکم دیا گیا ہے جب اسے کسی ناگزیر اور اہم ضرورت کے لئے گھر کی چہار دیواری سے باہر قدم نکالنا پڑے اور غیر محرموں سے سابقہ پڑنے کا اندیشہ ہو۔ اس بارہ میں قرآن مجید نے جو اصولی ہدایت دی ہے اس میں سورۂ احزاب کی متقدم الذکر دونوں آیتوں کی طرح اس شبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں اور بیٹیوں کے لئے خاص ہے بلکہ اس میں اس بات کی صاف تصریح کر دی گئی ہے کہ یہ تمام مسلمان عورتوں کے لئے عام ہے۔ فرمایا ہے :-

یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَ

اے پیغمبر اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور مسلمانوں

---

[1] ابوداؤد۔ باب خروج النساء فی العید۔

بَنَاتِکَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ ذٰلِکَ اَدْنٰی اَنْ یُّعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَ وَکَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا (۵۹۔ احزاب)

کی عورتوں سے کہہ دو کہ وہ جب کسی ضرورت سے گھروں سے باہر نکلا کریں تو وہ اپنے چہروں پر اپنی بڑی چادروں سے گھونگھٹ ٹکا لیا کریں۔ یہ اس بات کے قریب ہے کہ ان کا شریف زادیاں ہونا واضح ہو جائے اور وہ ستائی نہ جائیں اور اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔

اس آیت میں گھر سے باہر نکلنے کی صورت میں عورتوں کو یہ ہدایت کی گئی ہے کہ وہ اپنے اوپر جلباب ڈال لیا کریں اور اس جلباب کا کچھ حصہ چہرہ پر ٹکا لیا کریں۔ عربی زبان میں جلباب بڑی چادر کو کہتے ہیں۔ باہر نکلتے وقت معمولی لباس کے اوپر ایک بڑی چادر ڈال لینے کا رواج جس طرح ہمارے دیہات کے شریف گھرانوں کی بڑی بوڑھیوں میں رہا ہے اسی طرح عرب کے باعزت گھرانوں میں بھی اس کا رواج تھا۔ یہ چادر سر سے پاؤں تک پورے جسم کو چھپا لیتی تھی اور عورت کے لباس، اس کی زینتوں اور اس کے جسم کے محاسن کو ڈھانک لینے کے لئے مروجہ برقعوں سے زیادہ موزوں تھی۔ قرآن نے یہ ہدایت کی کہ گھر سے باہر نکلنے کی نوبت آئے تو عورتیں یہ بڑی چادر اوپر ڈال لیا کریں اور اس کا کچھ حصہ گھونگھٹ کی شکل میں چہرہ پر ٹکا لیا کریں۔ اس گھونگھٹ کی شکل حضرت عائشہ کے ایک بیان سے واضح ہوتی ہے۔ وہ حجۃ الوداع کے موقع کا ذکر کرتی ہوئی فرماتی ہیں۔

کان الرکبان یمرون بنا ونحن محرمات مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاذا حاذونا اسدلت احدانا جلبابها من راسها الی وجهها فاذا جاوزنا

رضعنا (ابو داؤد) "حجاج کے قافلے ہمارے پاس سے گذرتے تھے اور ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ احرام کی حالت میں تھیں، جب قافلے ہمارے سامنے آتے تو ہم سر کی طرف سے بڑی چادر کا کچھ حصہ چہرہ پر لٹکا لیتیں اور جب وہ گذر جاتے تو اس کو اٹھا دیتیں۔"

یہی حضرت عائشہ واقعہ افک کے سلسلہ میں بیان فرماتی ہیں کہ جب میں نے صفوان بن معطل کے اناللہ پڑھنے کی آواز سنی تو فخمرت وجھی بجلبابی (بخاری) میں نے اپنی بڑی چادر سے اپنے چہرے کو ڈھانپ لیا۔

یہی جلباب ہے جس نے تمدن کی ترقی کے ساتھ ترقی کر کے مختلف قسم کے برقعوں اور نقابوں کی شکل اختیار کی اور مختلف مسلمان ملکوں میں اس کی مختلف شکلوں کا رواج ہوا۔ ان برقعوں اور نقابوں کی بعض اقسام کے متعلق یہ بحث تو ہو سکتی ہے کہ یہ جلباب کے مقصد کو صحیح طور پر پورا کرتے ہیں یا نہیں۔ لیکن یہ کہنا کہ برقع یا نقاب کا حکم سرے سے اسلام میں ہے ہی نہیں، یہ محض ملاؤں کی ایجاد ہے' ایک ایسی جسارت ہے جس کی مثال ملنی مشکل ہے[1]۔

---

[1] اس آیت سے یہ ضرور ظاہر ہوتا ہے کہ جس زمانہ میں یہ حکم نازل ہوا ہے اس زمانہ میں مدینہ میں منافقوں کا زور تھا اور وہ مسلمانوں کی ایذا دہی کے شوق میں جب موقع پاتے ان کی بہوؤں اور بیٹیوں کو چھیڑنے کے بہانے ڈھونڈتے اور جب ان پر گرفت کی جاتی تو معذرت کر دیتے کہ ہم نے سمجھا کہ کوئی لونڈی ہے، اگر ہم جانتے کہ کوئی شریف زادی ہے تو ہرگز اس

(باقی صفحہ ۱۳۹ پر)

Marfat.com

قرآن مجید کے اس حکم کے بعد اب ملاحظہ فرمایئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

(حاشیہ صفحہ ۱۳۸) قسم کی غلطی نہ کرتے۔

اس زمانہ نزول کو دلیل ٹھہرا کر اگر کوئی شخص یہ سمجھے کہ یہ حکم ایک فتنہ کے زمانہ میں ایک عارضی احتیاطی تدبیر کے طور پر دیا گیا تھا جو فتنہ کا زمانہ گذر جانے کے بعد باقی نہیں رہا تو یہ سمجھنا مختلف پہلوؤں سے غلط ہو گا۔

اولاً یہ کہ قرآن مجید میں جتنے احکام بھی نازل ہوئے ہیں سب ضرورت اور حالات کے تقاضے پر نازل ہوتے ہیں۔ اس لئے اگر یہ اصول ٹھیرا لیا جائے کہ تمام احکام انہی ضروریات و حالات کے تابع ہیں جو ان کے نزول کے وقت موجود تھے، ان کے بدل جانے کے بعد وہ احکام خود بخود آپ سے آپ بدل جائیں گے تو اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ قرآن کا بیشتر حصہ بالکل بے مصرف ہو کر رہ جائے گا۔

ثانیاً پردے کے یہ احکام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان زمانوں میں بھی بدستور قائم رہے جس زمانہ میں منافقین کا کوئی وجود باقی نہیں رہا تھا اور مدینہ کی سوسائٹی اشرار اور مفسدین سے بالکل پاک ہو چکی تھی۔ اس زمانہ میں نہ صرف پردہ کا یہ حکم باقی رہا بلکہ عورتوں کو بعض آزادیاں جو منافقین کی موجودگی کے زمانہ میں حاصل تھیں مثلاً مسجدوں کی حاضری کی آزادی، ان کے متعلق حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ اب عورتوں کے حالات میں جو تغیر ہو گیا ہے اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کو دیکھتے تو ان کو مسجدوں کی حاضری سے روک دیتے۔

ثالثاً یہ حکم جس زمانہ میں نازل ہوا ہے اس زمانہ میں مدینہ کی سوسائٹی ان منافقین کے (باقی صفحہ ۱۴۰ پر)

Marfat.com

نے گھر سے باہر نکلنے کی صورت میں عورتوں کو ضمنی ہدایات کیا دیں اور روزمرہ کی عملی زندگی میں مسلمان بیبیوں نے کس طرح بے چون وچرا ان ہدایات کی تعمیل کی؟ اس قانون کے نفاذ کے بعد اسلامی سوسائٹی میں جو فوری تغیر نمایاں ہوا اس کا کچھ اندازہ مندرجہ ذیل روایت سے ہو سکے گا۔

عن ام سلمة قالت لما — ام سلمہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳۹) باوجود صالح ترین سوسائٹی تھی۔ ایسی صالح کہ ایسی صالح سوسائٹی چشم فلک نے شاید ہی کبھی دیکھی ہو۔ اس سوسائٹی کے اندر اگر کچھ منافقین موجود تھے بھی تو اولاً تو ان کی تعداد اتنی کم تھی کہ آسانی سے اُن کو انگلیوں پر گنا جاسکتا تھا۔ ثانیاً ایک صالح نظام کے قائم ہو جانے کی وجہ سے وہ اگر اس طرح کی کوئی مجرمانہ حرکت کر بھی گذرتے تھے تو ہر وقت اس کی سخت ترین پاداش کے خوف سے کانپتے بھی رہتے تھے۔ پھر جب ایسی سوسائٹی میں پردہ کا حکم ضروری سمجھا گیا تو اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ہماری اس سوسائٹی میں اس کی کس قدر ضرورت ہو گی جس کا حال یہ ہے کہ اس کے اندر شاید مخلصین کی تعداد اتنی بھی نہ ہو جتنی اس سوسائٹی میں منافقین کی تھی اور قانون اور نظام کا حال یہ ہے کہ اس نظام کے اندر سب کے لئے آزادی اور سب کے لئے امان ہے، اگر امان اور آزادی نہیں ہے تو اُن لوگوں کے لئے نہیں ہے جو نیکی اور پاکبازی کی زندگی خود بسر کرنا چاہتے ہوں اور اس کی دعوت دوسروں کو بھی دینے کی جرأت کریں۔

Marfat.com

نزلت یدنین علیھن من جلابیبھن خرج نساء الانصار کان علی رؤسھن الغربان من الاکسیۃ ۔ (ابوداود)

کہ جب قرآن میں یدنین علیہن جلابیبہن کا حکم نازل ہوا تو انصار کی عورتیں اس طرح نکلیں کہ معلوم ہوتا تھا چادروں کے ڈھکانے کی وجہ سے ان کے سروں پر کوّے بیٹھے ہوئے ہیں۔

ایک دوسری روایت سے اندازہ ہوتا ہے کہ جن غم انگیز حالات کے اندر عام عورتیں دوہتھڑ مارتی، سینہ پیٹتی اور گریبان چاک کرتی ہیں، اس حکم کے نزول کے بعد، مسلمان خواتین ان حالات کے اندر بھی اس حکم کا احترام قائم رکھتی تھیں۔ ملاحظہ ہو۔

جاءت امرأۃ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقال لھا ام خلاد و ھی منتقبۃ تسأل عن ابنھا وھو مقتول فقال لھا بعض اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم جئت تسألین عن ابنک وانت منتقبۃ فقالت ان ارزأ ابنی فلن ارزأ حیائی فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابنک لہ اجر شھیدین قالت ولم ذاک یا رسول اللہ صلی اللہ

ایک خاتون جن کا نام ام خلاد تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے بیٹے کا جو مقتول ہو چکا تھا، انجام دریافت کرنے آئیں اور وہ نقاب پہنے ہوئے تھیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی نے ان کی اس استقامت پر تعجب کرتے ہوئے کہا نقاب پہن کے آپ بیٹے کا حال دریافت کرنے آئی ہیں؟ یعنی یہ تو موقعہ تو گریبان چاک کرنے اور سر پیٹنے کا تھا، انہوں نے اس کے جواب میں فرمایا کہ میرا بیٹا مرا ہے، میری حیا

Marfat.com

علیہ وسلم قال لانہ قتلہٗ اھل الکتاب۔ (ابوداؤد۔ فضل قتال الروم علی غیرہم)

نہیں مری ہے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تسلی دی کہ تمہارے بیٹے کو دو شہیدوں کا اجر ملے گا۔ انہوں نے پوچھا، ایسا کیوں ہوگا یارسول اللہ؟ آپ نے فرمایا کہ اس لئے کہ اس کو اہل کتاب نے قتل کیا ہے۔

نماز عید میں تمام عورتوں کو شرکت کی تاکید تھی اور اس حکم کے بعد اب باہر نکلنے کی صورت میں جلباب کا استعمال بھی ہر عورت کے لئے ضروری قرار پاگیا۔ اس وجہ سے ایک عورت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ یارسول اللہ، اگر کسی عورت کے پاس بڑی چادر موجود نہ ہو اور وہ نماز عید کے لئے نہ نکلے تو کچھ حرج تو نہیں ہے؟ یہ سوال دو مختلف پہلوؤں سے خاص اہمیت رکھتا تھا۔ ایک تو یہ کہ اس زمانہ میں عام طور پر مسلمان غریب تھے۔ دوسرا یہ کہ کپڑا بجائے خود عرب میں ایک بڑی کمیاب چیز تھا۔ لیکن ملاحظہ فرمایئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جب یہ سوال آیا تو آپ نے اس کا کیا جواب دیا؟

فقالت یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی احدانا باس اذا لم یکن لھا جلباب ان لا تخرج فقال لتلبسھا صاحبتھا من جلبابھا فلیشھدن الخیر و

ایک خاتون نے عرض کی یارسول اللہ اگر ہم میں سے کسی کے پاس بڑی چادر نہ ہو اور وہ عید کی نماز میں نہ شریک ہو تو کیا کچھ ہرج ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اس کی کوئی دوسری بہن اس کو اپنے جلباب میں شریک

Marfat.com

دعوۃ المسلمین۔ (بخاری شریف)   کرے اور اس طرح وہ اس بھلائی کے کام اور مسلمانوں کی اس اجتماعی دعا میں شریک ہوں۔

بہت سے حضرات اپنی بیویوں اور بیٹیوں کو پوری آرائش جاہلی کے ساتھ باہر پھراتے ہیں اور زندگی میں کبھی کسی اقتصادی مشکل یا کپڑے کی کمیابی کے دکھ سے آشنا نہیں ہوتے ہیں لیکن جب پردے کے مسئلہ پر اظہار خیال فرماتے ہیں تو بڑی سنجیدگی کے ساتھ ارشاد ہوتا ہے کہ "اگر برقعہ یا چادر باہر نکلنے کے لئے ہر عورت کے واسطے ضروری چیز قرار دے دی جاتے تو ایک غریب عورت کہاں سے اس کا بندوبست کر سکے گی ؟" گویا انہوں نے بے پردگی کی یہ زندگی اپنی بیگمات کے لئے جو پسند کی ہے تو اس کی وجہ محض غربا کی ہمدردی اور ان کے ساتھ مشارکت ہے ورنہ وہ تو ایک لمحہ کے لئے بھی اس بے پردگی کو گوارا نہ کریں! اس طرح کی اقتصادی مشکلات میں پھنسے ہوئے حضرات اس حدیث سے معلوم کر سکتے ہیں کہ غربا کی جس مشکل کو وہ اپنی ہوائے نفس کے لئے بہانہ کے طور پر استعمال کر رہے ہیں وہ مشکل ایک سوال کی صورت میں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش ہو چکی ہے اور ایسے زمانہ میں پیش ہو چکی ہے جس زمانہ سے زیادہ شاید ہی کبھی اس مشکل نے اہمیت حاصل کی ہو۔ لیکن آنحضرت نے اس کے باوجود نہ تو عورتوں کو اس بات کی رخصت دی کہ وہ نماز عید میں شرکت نہ کریں اور نہ اسی بات کی اجازت دی کہ وہ بغیر جلباب کے شرکت کریں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے زمانہ میں باہر نکلنے کے لئے مذکورہ بالا

Marfat.com

پردہ اس قدر ضروری تھا کہ اسی سے ایک شریف زادی اور ایک لونڈی کے درمیان امتیاز ہوتا تھا چنانچہ غزوہ خیبر کے سلسلہ میں جب صحابہ میں یہ سوال پیدا ہوا کہ حضرت صفیہ کو آنحضرت ایک لونڈی کی حیثیت سے رکھیں گے یا ایک منکوحہ بیوی کی حیثیت سے تو اس بارہ میں اس فیصلہ کن اصول کو سب نے تسلیم کیا کہ ان حجبھا فھی احدی امھات المومنین وان لم یحجبھا فھی مما ملکت یمینہ فلما ارتحل وطالھا خلفہ ومدّ الحجاب۔ (اگر ان کو پردہ کرائیں تو سمجھنا چاہیئے کہ وہ امہات المومنین میں سے ایک ہیں اور اگر پردہ نہ کرائیں تو اس کے معنی یہ ہیں کہ ان کی حیثیت لونڈی کی ہوگی، تو جب آپ نے کوچ کا ارادہ فرمایا تو اپنے پیچھے ان کے لئے بیٹھنے کا سامان کیا اور پردہ تانا)

پردہ کے یہ احکام سنہ ۴ھ اور سنہ ۵ھ ہجری کے درمیان نازل ہوئے ہیں لیکن اس اہتمام کے ساتھ ان پر عمل ہوا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حجۃ الوداع کے سلسلہ کا ایک واقعہ ازواج مطہرات سے متعلق بیان کرتی ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ۴۔۵ سالوں کے اندر اندر یہ چیز مسلمان عورتوں کی فطرت ثانیہ (Second Nature) بن گئی تھی یہاں تک کہ جن حالات میں اس پردہ کا حکم نہیں ہے ان حالات میں بھی وہ بالکل غیر اختیاری طور پر پردہ کا اہتمام کرنے لگتی تھیں۔ چنانچہ حالتِ احرام میں عورت کو نقاب اور دستانے وغیرہ پہننے کی اجازت نہیں ہے لیکن روزمرہ کی عادت کا یہ اثر تھا کہ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ:۔

کان الرکبان یمرون بنا و — قافلے ہمارے پاس سے گذرتے تھے اور

Marfat.com

نحن محرمات مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاذا حاذونا اسدلت احدانا جلبابها من رأسها الی وجهها فاذا جاوزونا رفعنا۔ (ابوداؤد)

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ احرام باندھے ہوئے تھیں جب قافلے ہمارے سامنے آتے ہم بڑی چادر سر کی طرف سے چہرے پر لٹکا لیتیں اور جب وہ گذر جاتے ہم اس کو اٹھا دیتیں۔

جلباب اور گھونگھٹ کی اس ہدایت کے ساتھ چند اور ہدایتیں بھی اس سلسلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہیں جن کو اس قانون کے مؤیدات میں سے سمجھنا چاہئے اور جن کے اہتمام سے وہ مقصد بدرجہ اتم حاصل ہوتا ہے جو شریعت نے اس قانون کے نفاذ سے مدنظر رکھا ہے۔ مثلاً

جو عورت خوشبو لگائے اور اس خیال سے لوگوں کے پاس سے گذرے کہ لوگ اس کی خوشبو سے معطر مشام ہوں اس کے لئے سخت وعید ہے۔ (ابوداؤد)۔

حضرت ابوہریرہ کے پاس سے ایک عورت گذری جس کے دامن سے خوشبو کی لپٹیں آ رہی تھیں۔ انہوں نے پوچھا خدا کی بندی، تو مسجد سے آ رہی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ ہاں، پھر سوال کیا، اور اسی غرض کے لئے یہ خوشبو لگائی تھی؟ اس نے کہا ہاں! انہوں نے کہا میں نے اپنے محبوب ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو عورت اس مسجد میں آنے کے لئے خوشبو لگاتے گی اس کی کوئی نماز قبول نہیں ہو گی جب تک کہ وہ لوٹ کے اس طرح غسل نہ کرے جس طرح جنابت سے پاک ہونے کے لئے غسل کیا

Marfat.com

جاتا ہے۔ (ابوداؤد)

باہر نکلنے کی صورت میں اگر خوشبو لگائی جائے تو اس کے متعلق یہ تصریح ہے کہ اس میں رنگ ہو مگر پھوٹنے اور پھیلنے والی خوشبو نہ ہو۔ وطیب النساء لون لا ریح لہ

اگر باہر نکلنا سفر کی نوعیت کا ہو اور سفر کچھ لمبا ہو جس میں دن دو دن لگ جانے کا اندیشہ ہو تو ایسی صورت میں عورت کو بغیر کسی محرم کے نہیں نکلنا چاہئے۔ (بخاری)

اس حالت میں مردوں کے لئے بھی بعض ہدایات ہیں۔ مثلاً۔

اگر کسی سبب سے کسی عورت کا چہرہ کھلا ہوا ہو اور کسی مرد کی اس پر نظر پڑ جائے تو حکم ہے کہ پہلی نظر کے بعد فوراً اپنی نگاہ پھیر لے۔ حجۃ الوداع کے موقعہ پر فضل بن عباس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سوار تھے۔ اسی اثنا میں قبیلہ خثعم کی کوئی عورت آنحضرت سے کوئی مسئلہ پوچھنے آئی فضل اس کو دیکھنے لگے اور وہ فضل کو دیکھنے لگی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ دیکھا تو فضل کا منہ دوسری طرف پھیر دیا۔

گھر کے اندر کا پردہ اسلام نے جس طرح گھر سے باہر نکلنے کی صورت میں عورتوں کو ضروری ہدایات دی ہیں اسی طرح نہایت تفصیل کے ساتھ اس حالت کے لئے بھی ہدایات

لے کہاں رسول خدا کا یہ حکم اور کہاں اسلامی تہذیب قائم کرنے والے مدعیوں کا اس بات پر اظہار افسوس کہ اسلامی اقتصادی کانفرنس میں عورتیں نہیں آئیں، اور اسلامی ریاست کی نمائندہ خواتین کا تنہا غیر محرم مردوں کے ساتھ یورپ اور امریکہ تشریف لے جانا۔

Marfat.com

دی ہیں جب وہ گھر کے اندر ہوں ۔۔۔ کسی شخص کے زنانہ مکان کے اندر کوئی غیر شخص داخل ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اگر داخل ہو سکتا ہے تو کن شرائط کے تحت داخل ہو سکتا ہے ؟ میاں اور بیوی کے اعزا میں سے کوئی ایسا شخص گھر کے اندر داخل ہو جو گھر کی بیبیوں کے لئے غیر محرم کی حیثیت رکھتا ہو تو ایسی صورت میں داخل ہونے والے کے لئے اور گھر کی بیبیوں کے لئے کیا ہدایات ہیں؟ محرم عزیزوں مثلاً باپ، بھائی بیٹے وغیرہ کے معاملہ میں عورتیں کس حد تک پردہ کی پابندیوں سے آزاد ہو سکتی ہیں؟ متعلق اور غیر متعلق عورتوں ملازموں اور غلاموں کی گھر کے اندر آمد و شد کے لئے کیا ضابطہ ہے؟ ان سارے سوالوں کے جوابات خود قرآن میں موجود ہیں اور ایسی وضاحت کے ساتھ موجود ہیں کہ ان میں نہ کسی شک کی گنجائش ہے اور نہ کسی بحث و اختلاف کی۔ یہاں ہم ترتیب کے ساتھ پہلے قرآن سے اس سلسلہ کی ضروری ہدایات نقل کرتے ہیں، اس کے بعد اس سے متعلق احادیث میں جو بعض ضروری تفصیلات آتی ہیں ان کو بھی نقل کریں گے ۔

الف کسی شخص کے زنانہ مکان میں، جس میں اس کے بیوی بچے رہتے ہوں، کسی دوسرے شخص کو داخل ہونے کی اجازت صرف دو شرطوں کے ساتھ دی گئی ہے ۔

ایک یہ کہ صاحب خانہ کے ساتھ اس کو استیناس حاصل ہو۔ استیناس سے مراد تعلق اور ربط و ضبط ہے ۔ یہ تعلق عزیز داری کا بھی ہو سکتا ہے، محبت و دوستی کا بھی ہو سکتا ہے، ملازمت اور غلامی کا بھی ہو سکتا ہے ۔ اس قسم کے کسی تعلق کے بغیر اسلامی معاشرہ میں کسی مسلمان کو کسی دوسرے مسلمان کے زنانہ مکان میں داخل ہونے کا ارادہ کرنے کا حق

Marfat.com

نہیں ہے۔

دوسری شرط یہ ہے کہ داخل ہونے سے پہلے گھر والوں سے اجازت حاصل کرے۔ اس اجازت کا اسلامی طریقہ یہ ہے کہ دروازہ پر کھڑے ہو کر گھر والوں کو سلام کرے۔ اگر اس کے بعد اس کو اجازت مل جائے تو داخل ہو ورنہ اُلٹے پاؤں واپس لوٹ آئے۔ حدیث میں سلام کے لئے ایک حد بھی معیّن کر دی گئی ہے کہ اجازت کے لئے تین بار تک سلام کرے۔ اس کے بعد بھی اجازت نہ ملے تو اُلٹے پاؤں واپس چلا آئے۔

قرآن مجید میں یہ قانون ان الفاظ میں بیان ہوا ہے:۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا
بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّىٰ تَسْتَأْنِسُوا
وَتُسَلِّمُوا عَلَىٰ أَهْلِهَا ۔ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ
لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ۔ فَإِن لَّمْ تَجِدُوا
فِيهَا أَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوهَا حَتَّىٰ يُؤْذَنَ
لَكُمْ وَإِن قِيلَ لَكُمُ ارْجِعُوا فَارْجِعُوا
هُوَ أَزْكَىٰ لَكُمْ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ
عَلِيمٌ ۔ لَّيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَن تَدْخُلُوا
بُيُوتًا غَيْرَ مَسْكُونَةٍ فِيهَا مَتَاعٌ
لَّكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ وَ

اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا
دوسروں کے گھروں میں نہ داخل ہو جب
تک تمہیں ان گھر والوں سے انس نہ حاصل ہو اور
تم ان کو سلام کر کے اجازت نہ لے لو۔ یہ
تمہارے لئے بہتر ہے تاکہ تمہیں آگاہی رہے۔
اور اگر ان گھروں میں کسی (اجازت دینے والے)
کو نہ پاؤ تو ان میں نہ داخل ہو یہاں تک کہ تمہیں
اجازت دی جائے۔ اور اگر کہا جائے کہ لوٹ
جاؤ تو لوٹ جاؤ، یہ تمہارے لئے زیادہ
پاکیزہ طریقہ ہے اور اللہ جو کچھ تم کرتے ہو

Marfat.com

ما تکتمون (۲۷-۲۹- نور) اس سے باخبر ہے۔ تمہارے لئے ان گھروں کے اندر داخل ہونے میں کوئی ہرج نہیں ہے جن میں عورتیں بچے نہ ہوں اور ان کے اندر تمہیں کوئی کام ہو اور اللہ جانتا ہے جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور جو کچھ تم چھپاتے ہو۔

اس آیت سے صاف واضح ہے کہ اسلامی سوسائٹی ایک ایسی سوسائٹی ہے جس کے اندر کسی غیر متعلق شخص کو کسی شخص کے زنانہ مکان کے اندر داخل ہونے کی اجازت حاصل نہیں ہے۔ صرف کسی شخص کے اعزا و متعلقین ہی اسکے زنانہ مکان کے اندر داخل ہونے کے مجاز ہیں اور وہ بھی اس صورت میں جب انھوں نے اسلامی طریقہ کے مطابق اجازت حاصل کرلی ہو۔

ب۔ یہ اعزا و متعلقین مذکورہ بالا شرائط پورا کرنے کے بعد جب گھر کے اندر داخل ہوں گے تو اس صورت میں ان پر بھی اور گھر کی عورتوں پر بھی چند پابندیاں عائد ہوں گی۔ جن کا اہتمام دونوں کے لئے ضروری ہے۔

داخل ہونے والے مردوں کے لئے مندرجہ ذیل دو ہدایتیں ہیں :۔

ایک یہ کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں، گھر کی عورتوں کو گھورنے، ان سے آنکھیں لڑانے اور آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے ان سے باتیں کرنے کی کوشش نہ کریں۔

دوسری یہ کہ پوری تہذیب و شائستگی کا لحاظ رکھیں، کوئی ایسا کلمہ زبان سے نہ نکالیں جو شرم و حیا کے منافی ہو، کوئی ایسی حرکت نہ کریں جو وسوسہ انگیز اور نفس کے فاسد میلانات کو چھیڑنے والی ہو، نیز اپنے حدود ستر کی نگہداشت کا پورا اہتمام رکھیں۔

Marfat.com

گھر کی بی بیوں کو مندرجہ ذیل پانچ باتوں کا اہتمام کرنا ہوگا۔

ایک یہ کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں، داخل ہونے والے مردوں سے آنکھیں لڑانے کی کوشش نہ کریں۔

دوسری یہ کہ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔

تیسری یہ کہ اس زینت کے سوا جو ناگزیر طور پر ظاہر ہو جاتی ہے (مثلاً لباس کا ظاہری حصہ یا ہاتھ اور چہرہ کا کوئی حصہ)، اپنی زینت کی چیزوں یا جگہوں کو ظاہر نہ ہونے دیں، سمٹ سمٹا کر رہیں اور اپنے آپ کو اس طرح سنبھال کر رکھیں کہ خواہ مخواہ کوئی ان کی طرف توجہ نہ ہو۔

چوتھی یہ کہ سروں پر اوڑھنیاں ڈال لیں اور گریبانوں پر ان کے بکل ماریں۔

پانچویں یہ کہ اس دوران میں اگر کسی ضرورت سے گھر کے اندر نقل و حرکت کی نوبت آتے تو دبے پاؤں آئیں جائیں، زمین پر پاؤں مار کے نہ چلیں کہ زیوروں کی جھنکار سنائی دے[1]۔

---

[1] اس سلسلہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کو سورۂ احزاب میں جو ہدایات دی گئی ہیں اگر ان کو بھی پیش نظر رکھ لیا جائے تو فلا تخضعن بالقول الآیہ کے الفاظ سے ایک چھٹی ہدایت یہ بھی نکلتی ہے کہ اگر کسی مرد سے بات کرنے کی نوبت آتے تو گفتگو میں لوچ اور نزاکت پیدا کرنے کی کوئی کوشش نہ کی جائے بلکہ سیدھے سادے الفاظ میں اصل بات کہہ کے گفتگو ختم کر دی جائے۔ اس ہدایت کو خواہ کتنا ہی کھینچ تان کر لیا جائے بہرحال اس سے کسی طرح بھی یہ گنجائش نہیں نکالی جا سکتی کہ کوئی بیگم صاحبہ ساڑی یا غرارے میں پبلک سٹیج پر تشریف لائیں اور مجمع عام میں تقریر فرمائیں۔

یہ ساری باتیں قرآن مجید میں اس طرح بیان ہوئی ہیں:۔

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ، اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ۔ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ . . . . . وَلَا . . . . يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ ۔ (۳۰-۳۱-نور)

اور ایمان والوں سے کہہ دو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، یہ طریقہ ان کے لئے زیادہ پاکیزہ ہے۔ جو کچھ وہ کرتے ہیں اللہ اس کی خبر رکھنے والا ہے اور ایمان والیوں سے کہدو کہ وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت نہ ظاہر کریں مگر جو ناگزیر طور پر ظاہر ہو جائے اور اپنی اوڑھنیوں کے اپنے گریبانوں پر بکل مار لیا کریں . . . . اور اپنے پاؤں زمین پر مار کے نہ چلیں کہ ان کی چھپی ہوئی زینت ظاہر ہو۔

ج۔ صرف مندرجہ ذیل اعزا و متعلقین کے سامنے عورت زینت کا اظہار کر سکتی ہے اور سمٹ سمٹا کر رہنے کی جو پابندی مذکورہ بالا آیت میں اس پر عائد کی گئی ہے ان کے لئے اس پابندی کے اہتمام کی ضرورت نہیں ہے۔

— شوہر۔

— باپ۔

Marfat.com

— خسر۔

— بیٹے۔

— شوہر کی اولاد جو اس کی دوسری بیویوں سے ہو۔

— بھائی۔ جن میں سگے، سوتیلے اور رضاعی تینوں قسم کے بھائی شامل ہیں۔

— بھتیجے۔ یعنی مذکورہ بالا تینوں قسم کے بھائیوں کی اولاد۔

— بھانجے۔ یعنی مذکورہ بالا تینوں قسم کی بہنوں کی اولاد۔

— اپنے میل جول کی عورتیں — غیر متعلق عورتوں کے سامنے زینت کے اظہار کی وجہ سے بسا اوقات عورتیں اخلاقی اور مالی دونوں قسم کی آفتوں میں مبتلا ہو جاتی ہیں بلکہ بعض حالات میں اس کی وجہ سے جان سے بھی ہاتھ دھونا پڑتا ہے۔

— غلام۔

— ملازم — جو بڑھاپے کی وجہ سے جنسی میلان سے خالی ہو چکا ہو۔ نوجوان ملازم کے معاملہ میں جملہ پابندیاں باقی رہیں گی۔

— بچے — جو ابھی بلوغ کے تقاضوں سے نابلد ہوں۔

مذکورہ بالا استثناء قرآن مجید میں اس طرح بیان ہوا ہے۔

وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ — اور نہ ظاہر کریں اپنی زینت مگر اپنے شوہروں

ؔ یعنی آرائش، بناؤ سنگھار، زیور اور خوش رنگ و خوش وضع لباس۔ زینت کا کوئی مفہوم اس کے سوا نہیں بتایا جا سکتا۔ اب ہر آنکھوں والا دیکھ سکتا ہے کہ ہمارے لیڈروں اور حکمران طبقہ کی بیگمات جس حالت میں م

أَوْ آبَائِهِنَّ أَوْ آبَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ
أَبْنَائِهِنَّ أَوْ أَبْنَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ إِخْوَانِهِنَّ
أَوْ بَنِي إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي أَخَوَاتِهِنَّ أَوْ
نِسَائِهِنَّ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ أَوِ
التَّابِعِينَ غَيْرِ أُولِي الْإِرْبَةِ مِنَ
الرِّجَالِ أَوِ الطِّفْلِ الَّذِينَ لَمْ يَظْهَرُوا
عَلَىٰ عَوْرَاتِ النِّسَاءِ (نور-۳۱)

کے سامنے یا اپنے باپوں کے سامنے یا اپنے شوہروں کے باپوں کے سامنے یا اپنے بیٹوں کے سامنے یا اپنے شوہروں کے بیٹوں کے سامنے یا اپنے بھائیوں کے سامنے یا اپنے بھتیجوں کے سامنے یا اپنے بھانجوں کے سامنے یا اپنے میل جول کی عورتوں کے سامنے یا اپنے غلاموں کے سامنے یا اپنے ان مرد ملازموں کے سامنے جو عورت کی ضرورت سے مستغنی ہو چکے ہوں یا ان نابالغوں کے سامنے جو ابھی عورتوں کے بھید ملں سے ناآشنا ہیں۔

د- اوپر الف کے تحت اجازت لینے کی جو شرط لگائی گئی ہے وہ گھروں میں ہر وقت آمد و رفت رکھنے والے غلاموں اور نابالغ بچوں اور ملازموں کے لئے ڈھیلی کر دی گئی ہے۔ ان کو صرف تین اوقات میں اجازت لینے کی ضرورت ہے ــ نماز فجر سے پہلے جبکہ گھر والے اپنے بستروں میں ہوتے ہیں، ظہر کے وقت جبکہ قیلولہ کا وقت ہوتا ہے، عشاء کے بعد جبکہ گھر والوں کے آرام کا وقت ہوتا ہے ــــ یہ تینوں اوقات بے پردگی کے ہیں۔ ان وقتوں میں کسی کے اچانک داخل ہو جانے کی صورت میں اس کا امکان ہے کہ وہ گھر والوں کو ایسی حالت میں دیکھ لے جس حالت میں دیکھا جانا پسندیدہ نہ ہو اس وجہ سے ان اوقات میں غلام اور نابالغ کے لئے بھی اجازت لینے کا حکم ہے۔ ان کے علاوہ دوسرے اوقات میں عام ضرورت کا لحاظ کر کے ان کو اجازت کی پابندی سے مستثنی کر

جو منظر عام پر جلوہ فرما تی ہیں وہ "زینت" کی تعریف میں آتی ہے یا نہیں۔ اور ہر شخص یہ بھی دیکھ سکتا ہے کہ آیا یہ قرآن کے صریح حکم کی خلاف ورزی ہے یا ملاؤں کے گھڑے ہوئے احکام کی۔

Marfat.com

دیا گیا ہے۔ البتہ نابالغ ملازم (جو غلام نہیں ہے) بالغ ہو جانے کے بعد اس رخصت سے محروم ہو جائے گا۔ اس کو دوسرے مردوں کی طرح تمام اوقات میں اجازت لینی پڑے گی۔ یہ استثنا قرآن مجید نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَمِنْ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌ بَعْدَهُنَّ طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ (۵۸ - نور)

اے ایمان والو! گھروں میں داخل ہونے کے لئے، اجازت لیں تمہارے غلام اور تم میں سے وہ جو ابھی بلوغ کو نہیں پہنچے ہیں تین وقتوں میں — فجر کی نماز سے پہلے اور جس وقت تم اپنے کپڑے اتارتے ہو دوپہر میں اور نماز عشا کے بعد — یہ تین وقت تمہارے بے پردگی کے وقت ہیں۔ ان اوقات کے علاوہ تم پر یا ان پر کوئی گناہ نہیں۔ ایک دوسرے کے پاس ہر وقت آمد و شد رکھنے والے ہو۔

۵۔ بوڑھی عورتیں جو اب نکاح کے قابل نہیں رہ گئی ہیں، سمٹ سمٹا کر رہنے، سر پر دوپٹہ ڈالنے، سینہ پر بکل مارنے کی ان پابندیوں سے آزاد ہیں جو "ب" کے تحت عام عورتوں کے لئے بیان کی گئی ہیں بشرطیکہ وہ اس آزادی کو اظہار زینت کے لئے استعمال نہ کریں۔ اور اگر وہ بھی دوسری عورتوں کی طرح ان باتوں کا اہتمام کریں تو یہ زیادہ بہتر ہے۔

Marfat.com

قرآن مجید نے یہ استثناء ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔

وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ اللّٰتِیْ	اور بوڑھی عورتیں جو اب نکاح کی امیدوار
لَا یَرْجُوْنَ نِکَاحًا فَلَیْسَ عَلَیْهِنَّ	نہیں ہیں ان کے لئے کوئی ہرج نہیں ہے اگر
جُنَاحٌ اَنْ یَّضَعْنَ ثِیَابَهُنَّ غَیْرَ	وہ اپنے کپڑے اتاریں بشرطیکہ اس سے اظہار
مُتَبَرِّجٰتٍۭ بِزِیْنَةٍ وَاَنْ یَّسْتَعْفِفْنَ	زینت مقصود نہ ہو اور اگر وہ محتاط رہیں تو ان
خَیْرٌ لَّهُنَّ۔ (۶۰-نور)	کے حق میں یہ زیادہ بہتر ہے۔

بعض تفصیلات حدیث میں یہ ساری تفصیل خود قرآن مجید میں موجود ہے۔ اب ہم بعض حدیثیں پیش کرتے ہیں جو گھروں کے اندر کے پردہ سے متعلق ہیں اور جن سے قرآن مجید کے مذکورہ بالا احکام کی تائید یا توضیح ہوتی ہے۔

ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان کے دروازے کے سوراخ سے آپ کے مکان کے اندر جھانک رہا تھا۔ آپ کے ہاتھ میں ایک چیز تھی جس سے آپ اپنا سر کھجلا رہے تھے۔ جب آپ نے اس کو دیکھا تو فرمایا کہ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تم مجھے جھانک رہے ہو تو میں اس چیز سے تمہاری آنکھ پھوڑ دیتا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ مکان کے اندر داخل ہونے کے لئے اجازت لینے کی شرط تو نگاہ ہی کے سبب سے لگائی گئی ہے (بخاری شریف۔ کتاب الدیات)

امام بخاریؒ نے مذکورہ بالا روایت کی بنا پر یہ باب باندھا ہے کہ اگر ایک شخص کسی کے مکان کے اندر جھانکنے کی کوشش کرے اور صاحب خانہ کسی چیز سے اس کی

Marfat.com

آنکھ چھوڑ دے تو اس کے ذمے دیت (Damages) عائد نہیں ہوگی۔

غلام کے متعلق اوپر یہ ہدایت گذر چکی ہے کہ اس سے پردہ نہیں ہے لیکن اگر غلام مکاتب[1] ہو تو اس کے بارہ میں حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ اگر تم میں کسی کا مکاتب غلام ہو جس کے پاس ادا کرنے کے لئے رقم موجود ہو تو اس سے پردہ کرنا چاہئے۔ (ابوداود۔ کتاب الفتن)

عزیزوں اور رشتہ داروں سے جس قسم کے پردہ کا حکم سورۃ نور کی آیات میں دیا گیا ہے احادیث سے اس کی وضاحت ہوتی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بھتیجے عبدالمطلب بن ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب اور آپ کے چچازاد بھائی فضل بن عباس، دونوں صاحبوں سے بالفاظ عبدالمطلب روایت ہے کہ میں اور فضل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ کے دروازہ پر پہنچے اور آپ اس روز ام المومنین حضرت زینب[2] بنت جحش کے یہاں تھے۔ ہم دروازہ پر کھڑے رہے یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے اور آپ نے

---

[1] یعنی جس غلام سے آقا کا یہ معاہدہ ہو جائے کہ وہ اپنے فدیے کی رقم (Ransom Money) ادا کر کے آزاد ہو جائے گا۔

[2] واضح رہے کہ حضرت زینب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی کی صاحبزادی تھیں اس لئے عبدالمطلب بن ربیعہ اور فضل بن عباس دونوں سے ان کا وہی رشتہ تھا جو خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تھا۔

Marfat.com

دیا ہے اسے امیرے اور فضل کے کان پکڑے اور ارشاد فرمایا دکیا دکھڑا ہے کے آتے ہو فرماتے، پھر آپ گھر میں چلے گئے اور ہم دونوں کو اندر آنے کی اجازت دی ہم اندر داخل ہوئے لیکن کچھ دیر تک ہم چپ چاپ کھڑے رہے، ہم میں سے ہر ایک کی یہ خواہش تھی کہ دوسرا بات کا آغاز کرے۔ بالآخر میں نے ریا فضل نے، راوی کو شک ہے اجرأت کر کے زبان کھولی اور ہمارے باپوں نے ہم کو جس مقصد کے لئے بھیجا تھا اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا۔ ہماری بات سن کر کچھ دیر تک آپ خاموشی کے ساتھ چھت کی طرف نگاہ کر کے غور کرتے رہے۔ جب زیادہ دیر ہوگئی تو ہم نے سمجھا کہ آپ کوئی جواب نہیں دیں گے۔ اتنے میں ہم نے دیکھا کہ زینب پردہ کی اوٹ سے ہاتھ سے اشارہ کر رہی ہیں کہ گھبراؤ نہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے معاملہ پر ہی غور کر رہے ہیں۔ (ابوداؤد کتاب الخراج)

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ اسماء بنت ابی بکر (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سالی)، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور وہ نہایت باریک کپڑے پہنے ہوئے تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیکھا تو منہ پھیر لیا اور فرمایا کہ اے اسماء عورت جب بالغ ہو جائے تو بجز اس کے اور اس کے (اس کے جسم کا کوئی اور حصہ نظر نہیں آنا چاہئے اور آپ نے چہرہ اور ہتھیلیوں کی طرف اشارہ کیا[1]۔ (ابوداؤد)

---

[1] اب ذرا ان لباسوں پر بھی غور فرمائیے جن میں سے کلائیاں اور بازو اور سینے کا بالائی حصہ تو ربانی صفحہ ۱۵۸ پر)

مذکورہ بالا روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ چہرہ اور ہتھیلیوں کے کھولنے کی اجازت کا تعلق گھر کے اندر کے پردہ سے ہے نہ کہ باہر کے پردہ سے۔

اغراض جس قسم کی احتیاطوں کی ہدایت گھر کے اندر کے پردہ سے متعلق سورۃ نور میں دی گئی ہیں اس قسم کی احتیاطیں ملحوظ رکھ کے وہ باہر بھی ایک دوسرے سے قریب ہو سکتے ہیں۔ اس کا ثبوت حضرت اسماء بنت ابی بکر کی، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سالی ہیں، مندرجہ ذیل روایت سے ملتا ہے۔

اسماء بنت ابی بکر روایت کرتی ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر حج میں نکلے جب عرج پہنچے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اترے اور ہم بھی اترے اور ایک ہی جگہ، عائشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں بیٹھیں اور میں اپنے باپ کے پاس بیٹھی۔ (ابوداؤد)

سورۂ نور میں غیر اولی الاربۃ کو جو رخصت دی گئی ہے اس رخصت کو استعمال کرنے میں بے احتیاط نہیں ہونا چاہئے بلکہ متعلق شخص کی ذہنی و اخلاقی حالت کو بھی مدنظر رکھنا چاہئے بعض مرد خود تو بوڑھے ہو جاتے ہیں مگر ان کے فاسد میلانات بدستور جوان رہتے

(بقیہ حاشیہ ص۱۵۷) بالکل ہی برہنہ رہتا ہے اور باقی جسم کا بھی اچھا خاصہ حصہ چمکتا رہتا ہے۔ ایسے لباس پہن کر جو بیگمات بھائی بھتیجوں ہی کے سامنے نہیں مجمع عام میں تشریف لاتی ہیں زیادہ کسی ملا کے خود ساختہ حکم کی نافرمانی کر رہی ہیں یا براہ راست رسول خدا کے حکم کی؟

Marfat.com

ہیں۔ ایسے غیر اولی الاربہ کو بھی گھروں کے اندر آنے جانے کی آزادی دے دینے سے مختلف قسم کے مفاسد پیدا ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے اس وجہ سے اس چیز کا لحاظ ضروری ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ مدینہ میں ایک مخنث تھا جو ازواج مطہرات کے یہاں آیا جایا کرتا تھا اور وہ اس کو غیر اولی الاربہ سمجھ کر اس سے پردہ نہیں کیا کرتی تھیں لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی آمد و رفت روک دی۔ (ابوداؤد)

بعض دوسری روایات سے اس کی مزید تفصیل یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس نے ایک عورت کے سراپا کی تصویر اس طرح کھینچی جس سے صاف پتہ چلتا تھا کہ وہ ظالم نسوانی محاسن کی بڑی گہری پرکھ بھی رکھتا ہے اور بیان میں ان کی تصویر بھی کھینچ دے سکتا ہے۔ اس وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف اپنے گھروں میں آنے جانے سے روک دیا بلکہ اس کے معاملہ میں لوگوں کی عام بد احتیاطی کو دیکھ کر اس کو مدینہ ہی سے نکال دیا۔

اگر گھر کے اندر داخل ہونے والا آنکھوں سے معذور ہو اور اس کے سبب سے غض بصر کی ذمہ داری اس پر سے آپ سے آپ ساقط ہو گئی ہو تو اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ اس صورت میں گھر کی عورتوں پر سے بھی غض بصر اور دوسری احتیاطوں کی ذمہ داری ساقط ہو گئی۔

حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھی اور وہیں میمونہ بھی موجود تھیں کہ ابن ام مکتوم آئے، اور یہ بات اس وقت کی ہے جب حجاب کا حکم نازل ہو چکا تھا۔ آپ نے فرمایا ان سے حجاب کرو[1]۔ ہم نے عرض کی یا رسول اللہ کیا یہ

[1] یہاں حجاب کرو سے مراد پردہ کی دوسری قسم یعنی گھر کے اندر والا پردہ مراد ہے۔

Marfat.com

نابینا نہیں ہیں، نہ ہمیں دیکھتے ہیں اور نہ پہچانتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کیا تم بھی اندھی ہو اور تم بھی ان کو نہیں دیکھتی ہو؟

جس طرح باہر نکلنے کے لئے جلباب کا اہتمام ضروری ہے اسی طرح گھر کے اندر دوپٹہ کا اہتمام ضروری ہے تاکہ عندالضرورت اس سے سر چھپایا جا سکے اور سینہ پر بکل مارا جا سکے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے انصار کی عورتوں کی تعریف فرمائی کہ جب سورہ نور اتری اور اس میں اوڑھنیاں پہننے کا حکم نازل ہوا تو انہوں نے اپنے کمر پٹے لئے اور ان کو پھاڑ کے ان کے دوپٹے بنالئے۔ (ابوداؤد)

حضرت عائشہ سے دوسری روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مہاجرین اولین کی عورتوں پر رحم کرے جب یہ حکم نازل ہوا کہ وہ اپنے گریبانوں پر بکل مار لیا کریں تو انہوں نے اپنی موٹی قسم کی چادریں پھاڑ کر ان سے دوپٹے بنالیے۔ (ابوداؤد)

دوپٹے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ دبیز ہو تاکہ جسم کی غمازی نہ کرے۔ دحیہ بن خلیفہ کلبی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قباطی (مصری) کپڑے آئے تو اس میں سے آپ نے ایک مجھے بھی عنایت فرمایا اور فرمایا کہ اس کے دو حصے کر کے ایک حصہ کی قمیص بنوالو اور دوسرا اپنی بیوی کو دے دو کہ اس کا دوپٹہ بنوالیں۔ جب وہ چلے تو ارشاد ہوا کہ اس کے نیچے ایک اور کپڑا لگالیں کہ جسم کی غمازی نہ کرے (ابوداؤد)۔

Marfat.com

اگر اتفاق سے کسی عورت سے آمنا سامنا ہو جائے اور نگاہ اس کے چہرے پر پڑ جائے تو آدمی نے نگاہ پھیرے۔ (ابوداؤد)

نگاہ اور زبان کو کسی فتنہ میں پڑنے سے بچاتے حضورؐ کا ارشاد ہے آنکھوں کا زنا غیر عورت کو گھورنا اور زبان کا زنا اس سے لگاوٹ کی باتیں کرنا ہے نفس تمنا اور خواہش کرتا ہے اور شرمگاہ اس کی تصدیق یا تکذیب کرتی ہے۔

بعض مستثنیات گھر کے باہر اور گھر کے اندر کے پردہ سے متعلق یہ کلیات ہیں ان سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ قرآن و حدیث میں جس تفصیل کے ساتھ پردہ کے متعلق ہدایات دی گئی ہیں اس تفصیل کے ساتھ نکاح و طلاق کے سوا شاید ہی کسی معاشرتی مسئلہ سے متعلق احکام و ہدایات موجود ہوں پھر جس طرح ہر کلیہ کے تحت بعض مستثنیات ہوتے ہیں اسی طرح ان کلیات کے تحت بھی حکمت و مصلحت اور اضطرار کے تحت بعض مستثنیات ہیں، مثلاً

حالت احرام میں عورت کو نقاب اور دستانے وغیرہ پہننے کی ممانعت ہے تاکہ تبتل الی اللہ کی جو شان ایک مرد محرم سے ظاہر ہوتی ہے، وہ شان عورتوں کی وضع و ہیئت سے

ؔ اب ذرا یہ بھی ملاحظہ ہو کہ اولمپک کی کھیلوں میں زنانہ تمثیل گاڑی کی پریڈوں میں تماشوں اور مینا بازاروں میں اور جلسوں اور کلب ناچ گھروں میں ہزاروں لاکھوں آدمی خوب نظر جما کر بیگمات کو دیکھتے ہیں پھر اخباروں میں تصویروں میں ان نمائش گاہوں کے جسم و لباس اور ان کے کرتبوں کی تعریفیں چھاپتے ہیں اور ان حرکتوں پر جو اعتراض کرتا ہے اس کو ملا یا تنگ نظر کا خطاب دیا جاتا ہے۔

Marfat.com

بھی ظاہر ہو۔

اگر کوئی شخص کسی عورت سے نکاح کرنا چاہے تو اس کو معاشرتی مصلحت کے تحت اس بات کی اجازت دی گئی ہے کہ وہ چوری چھپے عورت کو دیکھ سکتا ہے[۵]۔ جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم میں سے کوئی شخص کسی عورت کے لئے منگنی کرے تو اگر وہ اس کو اس حد تک دیکھ سکے جو اس کو اس کے ساتھ شادی کرنے پر مائل کر سکے تو وہ یہ کرے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک لڑکی کے لئے منگنی کی تو میں اس کو دیکھنے کے لئے چھپتا رہا یہاں تک کہ میں نے اس کو اس حد تک دیکھ لیا جس کے بعد میری طبیعت اس کے ساتھ نکاح کرنے کی طرف مائل ہو گئی اور میں نے اس سے شادی کر لی۔ (ابو داؤد)

انہی مستثنیات کو سامنے رکھ کر فقہا نے ضرورت اور اضطرار کی صورتوں کے لئے احکام مستنبط کر لئے ہیں۔ مثلاً جج اگر کسی عورت کو شناخت کرنا چاہتا ہے تو اس مقصد کے لئے اس کو دیکھ سکتا ہے۔ ڈاکٹر کسی مریض عورت کے علاج یا اپریشن کے سلسلے میں اس کو دیکھ سکتا ہے، یا اس کے جسم کو ہاتھ لگا سکتا ہے۔ بعض ناگہانی حالات میں ایک مسلمان اپنے ایک دوسرے مسلمان بھائی کے گھر میں گھس سکتا ہے۔ بعض اضطرار کے حالات میں ایک

---

[۵] لیکن واضح رہے کہ چوری چھپے بس ایک نگاہ دیکھ لینے کی اجازت ہے۔ کورٹ شپ کی گنجائش اسلامی معاشرت میں نہیں ہے۔

Marfat.com

غیر مرد ایک غیر عورت کو چھو سکتا ہے مثلاً ایک عورت پانی میں ڈوب رہی ہے، یا آگ میں جل رہی ہو وغیرہ وغیرہ ــــ لیکن یہ سب مستثنیات ہیں جو قواعد کلیہ کے تحت ہیں۔ یہ نہیں ہے کہ یہ مستثنیات ہی قواعد کلیہ بن جائیں اور خود قواعد کلیہ بیکار ہو کے رہ جائیں جس طرح اضطرار کے تحت جان بچا لینے کے لئے آدمی خنزیر کا گوشت کھا سکتا ہے یا بقدر سد رمق شراب پی سکتا ہے اسی طرح کسی اضطراری اور ناگہانی حالت میں پردہ کے مقررہ قواعد کی خلاف ورزی بھی کر سکتا ہے لیکن جس طرح اضطرار میں خنزیر اور شراب کی اجازت کے یہ معنی نہیں ہیں کہ آدمی انہی کو غذا بنا بیٹھے اسی طرح بعض حالات میں پردہ کے معاملہ میں جو رخصت دی گئی ہے تو اس کے ہرگز یہ معنی نہیں ہیں کہ بے پردگی ہی اسلام کا قانون ہے۔

بعض شبہات کا ازالہ بعض حدیثیں ایسی ہیں جن کی اصلی نوعیت عام لوگوں پر واضح نہیں ہے اس وجہ سے لوگ ان سے غلط استدلال کرتے ہیں۔ مثلاً بعض روایات میں آتا ہے کہ آنحضرت صلعم ام حرام اور ام سلیم کے یہاں اکثر تشریف لے جاتے تھے اور کبھی کبھی آپ ان کے یہاں قیلولہ بھی فرماتے تھے اور یہ دونوں صحابیات جو حقیقی بہنیں تھیں آپ سے پردہ نہیں کرتی تھیں تو اس کی وجہ جیسا کہ بعض شارحین حدیث نے بتائی ہے یہ ہے کہ باپ کی طرف سے یا ماں کی طرف سے آپ ان کے ساتھ رضاعت کا رشتہ رکھتے تھے اور ان کے ہاں زیادہ آمد و رفت کا سبب یہ تھا کہ ان کے نہایت قریبی اعزا اسلام کی راہ میں شہید ہوئے تھے اس وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاص طور پر ان

Marfat.com

کو ہمدردی کا مستحق خیال فرماتے تھے۔

اسی طرح ربیّع بنت معوذ بن عفرآ سے جو روایت ہے کہ جس روز میری رخصتی ہوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور میرے بستر پر بیٹھے تو ان کے یہاں بھی آنحضرت صلعم کے جانے اور ان کی رخصتی کے موقع پر ان کے بستر پر بیٹھنے کی وجہ یہ ہے کہ ان کے باپ اور چچا دونوں بدر کے معرکہ میں شہید ہو چکے تھے اور صرف آنحضرت صلعم ہی تھے جو اس موقع پر باپ اور چچا کی حیثیت سے ان کے سر پر دستِ شفقت رکھ سکتے تھے۔ نیز یہ واقعہ نزولِ حجاب سے پہلے کا ہے۔

غزوات میں عورتوں کی شرکت کی نوعیت ہم آگے چل کر واضح کریں گے۔ یہاں صرف اتنی بات یاد رکھنی چاہئے کہ اس سلسلہ کی بھی بیشتر روایات نزولِ حجاب سے پہلے کی ہیں۔ مثلاً :-

حضرت انسؓ کی مشہور روایت جس میں وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عائشہ بنت ابوبکر اور ام سُلیم کو دیکھا کہ وہ پائنچے چڑھائے اور پیٹھوں پر مشکیں لادے لوگوں کو پانی پلا رہی ہیں تو یہ روایت غزوۂ احد سے متعلق ہے جبکہ پردہ کا حکم نازل نہیں ہوا تھا۔

اگرچہ بعض عورتوں کا اپنے شوہروں یا محرم عزیزوں کے ساتھ غزوات میں نکلنا نزولِ حجاب کے بعد بھی ثابت ہوتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے زخمیوں کے مرہم پٹی کے سلسلہ میں خدمتیں بھی انجام دی ہیں اور اگر کوئی ناگہانی موقع پیش آگیا ہے تو بعض خواتین نے بے مثال بہادری کا بھی ثبوت دیا ہے۔ لیکن ان واقعات میں سے

Marfat.com

کوئی واقعہ بھی بے پردگی کی دلیل کی حیثیت سے نہیں پیش کیا جا سکتا۔ ان سے زیادہ سے زیادہ جس بات کا ثبوت ملتا ہے وہ صرف یہ ہے کہ جس طرح حج میں عورت پردہ کی بعض پابندیوں سے آزاد ہے اسی طرح اگر کسی موقع پر اس کو کوئی جنگی خدمت انجام دینی پڑ جائے تو پردہ کی بعض پابندیوں سے اس کو رخصت حاصل ہو جائے گی۔

مخالفین پردہ سے گزارش | جو حضرات دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ مسلمان ہیں اور اس کے باوجود اپنے قول و عمل دونوں سے پردہ کی مخالفت کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اسلام میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ یہ محض مولویوں کی ایجاد ہے، وہ اس مضمون کو ملاحظہ فرمانے کے بعد ارشاد فرمائیں کہ کسی چیز کے متعلق وہ کس طرح باور کریں گے کہ وہ اسلام کی ہے؟ پردہ کا یہ پورا ضابطہ پوری تفصیل و وضاحت کے ساتھ قرآن مجید میں موجود ہے اور پیغمبر صلعم کے ارشاد و عمل سے اس کی پوری پوری تائید ہو رہی ہے۔ ان دونوں چیزوں کے بعد اب اور کونسی چیز پیش کی جائے جس کے بعد آپ اس کا اسلامی ہونا تسلیم کریں گے؟ اگر اسلام قرآن کی آیات اور رسولؐ کے قول و فعل کا نام نہیں ہے تو کیا تم نے صرف اپنے نفس امارہ کی خواہشات کا نام اسلام رکھا ہے؟ نیز یہ ارشاد ہو کہ جو قوم اپنے دین کے اتنے واضح ضابطہ کی اتباع دین کے بلند بانگ دعادی کے باوجود، اس جسارت کے ساتھ توہین کرے گی جس جسارت کے ساتھ ہمارے ارباب اقتدار نے شاہ ایران کے ورود

Marfat.com

کراچی کے موقع پر ہماری بہنوں کی نمائش کر کے اس کی توہین کی ہے وہ اپنے آپ کو خدا کے غضب سے کتنے دنوں تک محفوظ رکھ سکے گی!

Marfat.com

پیش نظر اخلاقی انقلاب

آل پاکستان ویمنز ایسوسی ایشن، زنانہ نیشنل گارڈز[1] اور اس قبیل کے دوسرے اداروں کے ذریعے سے عورتوں کے اخلاقی تصورات میں جس قسم کا انقلاب پیدا کرنے کی کوشش ہو رہی ہے، اور اسلام کے نام پر ہو رہی ہے، ہم کو اسلامی نقطہ نظر سے مختصراً اس پر بھی تبصرہ کرنا ہے۔

---

[1] گرل گائڈز کا ایک مظاہرہ فروری کے مہینہ میں لاہور میں ہوا تھا جس میں سول اینڈ ملٹری گزٹ کے بیان کے مطابق ۸۰۰ لڑکیوں نے حصہ لیا۔ اس تنظیم کا مقصود چھوٹی عمر سے لڑکیوں کے اندر ان اوصاف کو تربیت دینا ہے جو آگے چل کر ان کو "تعمیرِ ملت" کی ان خدمات کے لائق بنا سکیں جن میں آل پاکستان ویمنز ایسوسی ایشن کی کارکن خواتین رات دن سرگرم کار ہیں۔ بیگم جی اے خان اس کی چیف کمشنر ہیں۔ ان کے بیان کے مطابق پانچ ہزار لڑکیاں پنجاب کے اندر اس تنظیم میں اس وقت تک شامل ہو چکی ہیں۔ اس کے مظاہرے کے موقع پر بیگم فضل الرحمان صاحب نے جو ایڈریس دیا اس میں انھوں نے یہ فتویٰ ارشاد فرمایا کہ "گرل گائڈز کے سارے اصول اسلام کے بتائے ہوئے ہیں" (ملاحظہ ہو سول اینڈ ملٹری گزٹ مورخہ ۲۔ فروری سنہ ۵۰ء)۔ (بقیہ صفحہ ۶۸ پر ملاحظہ کیجیے)

Marfat.com

پچھلے صفحات میں ہم نے جو معلومات فراہم کردی ہیں ان پر ایک نظر ڈال کر ہر شخص اندازہ کر سکتا ہے کہ نسوانی اخلاق کی تمام معروف اسلامی قدروں کو نگاہوں سے گرانے اور ان کی بجائے دوسری قدروں کو دلوں میں جگہ دلانے کی جدوجہد پورے زوروں سے اوپر سے لے کر نیچے تک جاری ہے۔ اب تک جو صفتیں ایک مسلمان عورت کے لئے قابلِ تعریف سمجھی جاتی رہی ہیں اور ہر شریف عورت بطور ایک اخلاقی نصب العین کے جن کو نگاہ میں رکھتی تھی، اب ان کو ایک ایک کر کے قابلِ نفرت ٹھیرایا جا رہا ہے تاکہ ہر عورت ان سے گھن کرے اور اگر ان کا کوئی شائبہ اس کے اندر پایا جاتا ہو تو جب تک وہ ان سے اپنے آپ کو پاک نہ کر سکے ان کو عیب کی طرح چھپائے اور جوں ہی ان کو دور کرنے کا موقع پائے فوراً ان کو نکال پھینکے۔

اب تک ہر مسلمان عورت اپنے لئے معیار اور مثال مائی عائشہ اور بی بی فاطمہ کو سمجھتی تھی لیکن اب اس کو بتایا جا رہا ہے کہ ماضی میں تیرے لئے معیار و مثال فلاں اور فلاں ہیں جو یوں گاتی تھیں اور یوں بے پردہ پھرتی تھیں اور حاضر میں تیرے لئے اسوہ اور نمونہ فلاں لیڈر کی بیوی اور فلاں لیڈر کی بہن یا بیٹی ہیں۔

اب تک ہر عورت، خواہ اس کا اخلاقی معیار کچھ ہی ہو، یہ سمجھتی تھی کہ ناچنا اور

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۶۷) ظاہر ہے کہ اب اس امت میں ان ہی گیانیوں سے بڑھ کر دین اور شریعت کا عالم کون ہے، یہی تو اب مسلمانوں کو یہ بتانے کی اہل رہ گئی ہیں کہ اسلام کیا سکھاتا ہے اور کیا نہیں سکھاتا!

Marfat.com

گانا بیسواؤں اور رنڈیوں کا شیوہ ہے لیکن اب بڑے بڑے جغادری مرشد اس کو یہ سکھاتے ہیں کہ تو ناچ اور گا، کیونکہ یہ فن شریف تو اسلام کے دورِ اوّل میں پرورش پایا ہے اور امام حسینؓ کی صاحبزادی اور خلیفہ اوّل کی نواسی نے یہ کارِ سعید انجام دیئے ہیں اور مسلمانوں کے قدر میں تو ناچنا گانا ہر لڑکی کی تربیت کا ایک جزو لاینفک رہا ہے۔

اب تک ہر لڑکی یہ سمجھتی تھی کہ اس کا اصلی میدان عمل گھر ہے اس وجہ سے اس کی کوشش یہ ہوتی تھی کہ وہ اپنے اندر وہ گھڑپن اور سلیقہ پیدا کرنے کی کوشش کرے جو اس کو اس کی گھر گرہستی کی ذمہ داریوں کے لائق بنائے اور وہ علم و ہنر سیکھے جو ایک سلیقہ شعار بیوی اور ایک لائق ماں کے فرائض انجام دینے میں اس کے کام آسکے لیکن اب اسے تربیت اس بات کے لئے دی جا رہی ہے کہ وہ باہر سے آنے والے معزز مہمانوں اور اندر سے جمع ہو جانے والے لاکھوں شائقین کے سامنے کس طرح پریڈ کرے کس طرح سلامیاں دے، کس طرح اپنے جسمانی کرتبوں کی نمائش کرے اور کس طرح اپنی بیباکیوں پر لاکھوں مشتاقوں سے تحسین و آفرین کے نعرے لگوائے اور تالیاں پٹوائے۔

۳۔ اب تک ہر لڑکی سینے پرونے، پڑھنے لکھنے، پکانے ریندھنے، بھائیوں اور بہنوں کو سنبھالنے اور ماں باپ کی خدمت کرنے کو اپنے لئے ہنر خیال کرتی تھی اور انہی چیزوں کی تربیت حاصل کرتی تھی لیکن اب اسے بیگم آذوری کی آرٹ اکاڈمی کا رستہ دکھایا جا رہا ہے کہ تیری اصلی تربیت گاہ وہاں ہے۔ تو اس اکاڈمی میں جا کے سیکھ کہ جسم کس طرح بنائے جاتے ہیں، ادائیں کس طرح سانچے میں ڈھلتی ہیں، حرکتوں میں لوچ اور تھرک

Marfat.com

کس طرح پیدا کی جاتی ہے، غمزوں میں جان کس طرح آتی ہے، چال میں نزاکت اور بات میں دلکشی کس طرح پیدا ہوتی ہے۔

اب تک ہر شریف باپ کی ہر شریف بیٹی اپنے لئے اس بات کو کمالِ شرافت سمجھتی تھی کہ جب تک باپ کے گھر میں رہے باپ بھائی کی کمائی پر، فراخی یا تنگی کی جیسی زندگی بھی میسر آئے، صبر و شکر کے ساتھ گزارے اور جب شوہر کے گھر میں جائے تو اس کی کمائی پر زندگی بسر کرنے کو اپنے لئے سرمایۂ فخر سمجھے اور قناعت و فرض شناسی کے ساتھ اپنی قابلیتیں ان خدمات کے ادا کرنے میں صرف کرے جو گھر اور خاندان سے متعلق ہیں، لیکن اب اس کو بتایا جا رہا ہے کہ لعنت ہے اس زندگی پر جو باپ کے بخشے ہوئے ٹکڑوں اور شوہر کے دستر خوان کے ریزوں پر بسر ہوتی، تو خود گھر سے نکل، جدوجہد کر، شکار مار، خود بھی کھا اور دوسروں کو بھی کھلا۔

اب تک رشتۂ نکاح کی گرہ خدا کی لگائی ہوئی گرہ سمجھی جاتی تھی، اور اب بھی خدا کے فضل سے ہماری سوسائٹی میں ایسی بہنوں کی کمی نہیں ہوئی ہے جو اس کی حرمت پر یقین رکھتی ہیں اور اس بات کا تصور بھی نہیں کر سکتی ہیں کہ جن کو خدا نے جوڑا ہے، ان کو موت کے سوا کوئی دوسرا بھی الگ کر سکتا ہے۔ لیکن اب عورت کو یہ سکھایا جا رہا ہے کہ ازدواج اور مناکحت کی پابندیاں تو ہماری اپنی عائد کردہ پابندیاں ہیں، کل تک ہم نے ان پابندیوں کو نافع پایا اس لئے ان کو باقی رکھا، اب اگر یہ ہماری راستوں میں مخل ہوں تو ان کو بدل بھی سکتے ہیں۔

Marfat.com

اب تک عفت و عصمت کو ہر بہن اور بیٹی اپنی سب سے بڑی دولت سمجھتی رہی ہے اور اس کی حفاظت میں زندگی کو قربان کر دینا ہماری اخلاقی روایات کی سب سے زیادہ پُرفخر داستان سمجھی جاتی تھی، لیکن اب ہمارے نئے معلمین یہ درس دے رہے ہیں کہ عصمت فروشی کوئی بری چیز نہیں ہے۔ بری چیز اگر کوئی ہے تو عصمت فروشی میں ایسی بے حیائی ہے جو بدنامی کی موجب ہو۔

اب تک عورت کے لئے یہ کمال سمجھا جاتا تھا کہ وہ ایک مرد کی ہو کے رہے اور اس کی اطاعت و وفاداری، اس کے گھر کی دیکھ بھال، اس کے بچوں کی تربیت و نگہداشت میں اپنی پوری زندگی بسر کر دے۔ لیکن اب اس کے کانوں میں یہ افسوں پھونکا جا رہا ہے کہ صرف ایک شوہر کو تلاش کر لینا اور اس کی اطاعت و وفاداری میں زندگی بسر کر دینا کوئی کمال نہیں ہے، کمال یہ ہے کہ عورت "تعمیر ملت" کے وسیع کاموں میں اور "خدمت وطن" کے وسیع میدانوں میں اپنی جولانیاں دکھائے۔

اب تک عورت کی ترقی یہ سمجھی جاتی تھی کہ وہ اپنے نسوانی اوصاف و فضائل میں ترقی کرے لیکن اب اس کو یہ سمجھایا جا رہا ہے کہ اس کی اصلی ترقی مردوں کی ریس کرنے اور ہر پہلو سے ان کی نقل اتارنے اور زنانہ کام چھوڑ کر مردانہ کام کرنے میں ہے۔ اور اس کے بعد ایک ترقی یافتہ عورت کے لئے اگر کوئی زنانہ کام موزوں ہے تو بس یہ کہ وہ ناچ گانا سیکھ کر اور جسم بنانے کے فن سے واقف ہو کر مخلوط سوسائٹی میں مردوں کی تفریح طبع کا سامان فراہم کرے۔

Marfat.com

اقدار اور نقطہ ہائے نظر کا یہ فرق کوئی معمولی اور سطحی فرق نہیں ہے بلکہ اصولی اور بنیادی فرق ہے۔ یہ صرف ماضی اور حال کے تقاضوں اور مطالبات کی محض ایک ظاہری آویزش نہیں ہے جو کہ رد و انحصار کے بعد خود بخود دُور ہو جائے بلکہ یہ دو بالکل متصادم اخلاقی نظریوں کی ٹکر ہے جن میں سے ایک کی فتح دوسرے کی شکست کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ اور اس فتح و شکست سے پہلے لازمی ہے کہ اس پوری قوم کے اندر ایک شدید ذہنی خلفشار برپا ہو جو بالآخر ایک سخت ہلچل پر منتہی ہو۔ اس وجہ سے ضروری ہے کہ جن لوگوں کو اس قوم سے محبت ہے وہ اس صورتِ حال کا جائزہ لے کر دیکھیں کہ یہ جس نئے سانچہ میں ہماری بہنوں اور بیٹیوں کو ڈھالنے کی کوشش کی جا رہی ہے یہ اسلامی سانچہ ہے یا کوئی اور سانچہ ہے۔ ہمارے نئے مصلحین، جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے، اپنے اس سانچہ کو اسلامی سانچہ کہتے ہیں مسٹر لیاقت علی خاں سے لے کر بیگم آذوری تک ہر ایک کا دعویٰ یہی ہے کہ ان کی زندگیوں کا کوئی قول و فعل اور ان کی کوئی نقل و حرکت اسلام کے سوا کچھ ہے ہی نہیں۔ ان کا جینا اور مرنا سب اسلام کے لئے اور اسلام کے طریقہ پر ہے اور اسلام ہی کو زندہ و برقرار رکھنے اور سربلند کرنے اور دنیا کے سامنے ایک نمونہ کا اسلامی معاشرہ پیش کرنے کے لئے وہ یہ سارے پاپڑ بیل رہے ہیں۔ بیگم آذوری اگر خٹک ناچ ناچتی ہیں تو خدانخواستہ اس لئے نہیں کہ یہ ناچ ہے بلکہ اس لئے ناچتی ہیں کہ یہ اسلام اور تہذیب اسلام کا احیاء ہے۔ ہمارے وزیر مال اگر بیگم آذوری کے ناچ کی سرپرستی فرماتے ہیں تو یہ رقص و سرود کی سرپرستی نہیں ہے بلکہ یہ دراصل اسلامی آرٹ کی سرپرستی ہے۔ بیگم لیاقت علی خاں

کراچی سے پشاور تک اور مغربی پاکستان سے مشرقی پاکستان تک جو کچھ بناتی پھرتی ہیں وہ بھی سر تا سر اسلام اور خدمت اسلام ہے۔ شاہ ایران کے ورود کے موقع پر انہوں نے پاکستان کے ناموس کی ایک بہت بڑی مقدار جو معزز مہمان کی خدمت میں پیش کر دی تو یہ بھی انہوں نے اسلام ہی کا کام کیا ہے، اسلام سے سر مو انحراف نہیں کیا ہے۔ اس وجہ سے نہایت ضروری ہے کہ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ان نئے اخلاقی اصولوں کو پرکھا جائے کہ فی الحقیقت اسلام عورتوں کو یہی تعلیم دیتا ہے۔ جو یہ حضرات دے رہے ہیں یا اپنی ہوائے نفس پوری قوم پر مسلط کر دینے کے لئے یہ لوگ اسلام کے نام کو محض ایک آڑ کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ چنانچہ آیئے دیکھئے کہ قرآن و حدیث میں عورتوں کو کیا اخلاقی ہدایات دی گئی ہیں۔

لیڈر عورتوں کے لئے قرآن کی ہدایات

سب سے پہلے ان اخلاقی ہدایات کو لیجئے جو قرآن نے ان عورتوں کو دی تھیں جو امت کی تمام عورتوں کی لیڈر بنائی گئی تھیں اور جن کو مسلمان خواتین کی تعلیم اور ان کی رہنمائی کی خدمت سپرد کی گئی تھی اور پھر اپنی لیڈر خواتین کا ان خواتین سے اور قرآن کی اخلاقی تعلیمات کا موجودہ مصلحین کے پیش کردہ اخلاقی اصولوں سے موازنہ کر کے دیکھئے کہ ان دونوں میں دور پرے کی کوئی نسبت بھی ہے؟ قرآن مجید پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کو مخاطب کر کے یہ ہدایت دیتا ہے:

یَا اَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِاَزْوَاجِكَ	اے پیغمبر اپنی بیویوں سے کہہ دو کہ اگر تم دنیا وی
اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ	زندگی کی راحتوں اور اس کے ساز و سامان

Marfat.com

زِينَتَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ وَ
أُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا ۝ وَإِنْ
كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَالدَّارَ
الْآخِرَةَ فَإِنَّ اللّٰهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ
مِنْكُنَّ أَجْرًا عَظِيمًا ۝ يٰنِسَاءَ النَّبِيِّ
مَنْ يَأْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُبَيِّنَةٍ
يُضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ وَ
كَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيرًا ۝ وَمَنْ
يَقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُولِهِ وَ
تَعْمَلْ صَالِحًا نُؤْتِهَا أَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ
وَأَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيمًا ۝ يٰنِسَاءَ
النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَأَحَدٍ مِنَ النِّسَاءِ إِنِ
اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ
الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ وَقُلْنَ قَوْلًا مَعْرُوفًا ۝
وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ
الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولٰى وَأَقِمْنَ الصَّلٰوةَ
وَآتِينَ الزَّكٰوةَ وَأَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ

کی طلبگار ہو تو آؤ میں تمہیں دے دلا کر خوبصورتی سے
رخصت کر دوں اور اگر تم اللہ اور اس کے
رسول کی اور آخرت کی کامیابی کی طالب ہو
تو صبر و شکر سے رہو تم میں سے جو نیکوکار ہیں
اللہ نے ان کے لئے بہت بڑا اجر تیار کر رکھا
ہے۔ اے نبی کی بیویو! جو تم میں سے کسی کھلی ہوئی
برائی کا ارتکاب کرے گی اس کے لئے دوہری
سزا ہو گی اور اللہ کے لئے یہ معمولی بات ہے۔
اور تم میں سے جو اللہ اور اس کے رسول کی
فرمانبردار رہے گی اور بھلے کام کرے گی اس کو
ہم اس کا دوہرا اجر دیں گے اور اس کے لئے
ہم نے عزت کی روزی مہیا کر رکھی ہے۔ اے
نبی کی بیویو تم عام عورتوں کے مانند نہیں ہو
اس لئے اگر تم خدا ترس ہو تو بات میں لگاوٹ
کا انداز نہ پیدا ہونے دو کہ جس کے دل میں کچھ
روگ ہے وہ کوئی غلط امید باندھ بیٹھے بلکہ
سیدھے سیدھے بھلے طریقہ سے بات کرو اور

Marfat.com

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا ○ وَاذْکُرْنَ مَا یُتْلٰی فِیْ بُیُوْتِکُنَّ مِنْ اٰیٰتِ اللّٰہِ وَالْحِکْمَۃِ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ لَطِیْفًا خَبِیْرًا ○

(۲۸-۳۴-احزاب)

اپنے گھروں میں ٹکی بیٹھی رہیا ور پچھلی جاہلیت کے سے بناؤ سنگار نہ دکھاتی پھرو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اللہ تعالیٰ تو بس یہ چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو کہ تم سے ناپاکی کو دور کرے اور تم کو پاک بنائے جیسا کہ چاہئے اور تمہارے گھروں میں اللہ کی آیتیں اور حکمت کی باتیں جو سنائی جاتی ہیں ان کا چرچا کرو بے شک اللہ راز داں اور خبر رکھنے والا ہے۔

مذکورہ بالا آیات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کو تمام امت کی مائیں اور تمام ماؤں اور بہنوں کی لیڈر ہونے کی حیثیت سے ___ مندرجہ ذیل ہدایات دی گئی ہیں۔

الف ان کا مطمح نظر دنیا اور دنیا کا سروسامان نہیں ہونا چاہئے بلکہ خدا اور رسول کی اطاعت اور ان کی رضا طلبی اور آخرت کی فلاح ہونی چاہئے۔

ب۔ ان کے مرتبہ اور ان کی ذمہ داریوں کے لحاظ سے ان کا اخلاقی پایہ بہت بلند ہونا چاہئے۔ خدا کے یہاں ان کی برائیوں پر سزا بھی دوہری ہے اور ان کی بھلائیوں پر جزا بھی دوہری کیونکہ وہ تمام مسلمانوں کی ماں اور تمام خواتین کی رہنما ہیں۔ ان کا بگاڑ پوری امت کا بگاڑ اور ان کا سنوار پوری امت کا سنوار ہے۔

ج۔ ان کو لہجے میں لوچ اور گفتگو میں لگاوٹ کا انداز نہیں پیدا کرنا چاہئے بلکہ

Marfat.com

وقار اور سنجیدگی اور سادگی کے ساتھ بات کرنی چاہئے تاکہ سننے والے کے نفس میں کوئی غلط قسم کی خواہش نہ پیدا ہو۔

د - ان کو بناؤ سنگار کرکے اپنی نمائش کرتے نہیں پھرنا چاہئے بلکہ اپنے گھروں کے اندر نماز، انفاق فی سبیل اللہ اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت میں اپنے کو مصروف رکھنا چاہئے۔

ہ - اللہ کی آیتوں اور رسول کی نصیحتوں کی تبلیغ ان کا اصلی کام ہونا چاہئے اور خدا کے جو بندے اور بندیاں ان چیزوں کی طالب ہوں اُن کو ان سے بہرہ مند کرنا چاہئے۔

اس اُمت میں عورتوں کی قیادت پر جس گروپ کو اول اول سرفراز کیا گیا اس کو خدا اور رسول کی طرف سے اصلاح اور تربیت و تزکیہ کا یہ پروگرام دیا گیا تھا اس کو ملاحظہ فرمانے کے بعد ذرا ایک نظر ان متبرجات پر بھی ڈالئے جو آج لیڈر بنی ہوئی ہماری بہنوں اور بیٹیوں کی رہنمائی کرتی پھر رہی ہیں۔ اور انصاف سے فرمائیے کہ ہے کوئی مناسبت دونوں میں؟ ان اخلاقی ہدایات کا کوئی پرچھاواں بھی ان کی زندگیوں کے کسی پہلو پر نظر آتا ہے؟ پھر کیا ستم ہے کہ جن شیطانی عادات و خصائل کو قرآن جاہلیت اولیٰ کے لفظ سے پکارتا ہے ہماری بہنوں اور بیٹیوں کو ان میں آلودہ کرنے کی کوشش کی جائے اور پھر دعویٰ کیا جائے کہ یہ ان کو صبغتہ اللہ میں رنگا جا رہا ہے۔ ان حضرات کی "اسلامی خدمات" میں کوئی کمی رہ گئی ہے کہ یہ اس پر دین کو دانستہ مسخ کرنے کا اور خدا اور رسول کے مقابلہ میں جسارت و بیباکی کا مزید اضافہ کرنا چاہتے ہیں؟

Marfat.com

عام عورتوں کے لئے اخلاقی نصب العین

یہ لیڈر عورتوں کے لئے ہدایات تھیں۔ اب آپ یہ ملاحظہ فرمایئے کہ عام مسلمان عورتوں کے سامنے قرآن نے کیا اخلاقی نصب العین رکھا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ	خدا کی فرمانبرداری کرنے والے مرد اور خدا کی
وَالْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِیْنَ	فرمانبرداری کرنیوالی عورتیں اور ایمان والے مرد اور
وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِیْنَ وَالصّٰدِقٰتِ	ایمان والی عورتیں، اور خدا کی طرف جھکنے والے
وَالصّٰبِرِیْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِیْنَ	مرد اور خدا کی طرف جھکنے والی عورتیں راستباز مرد
وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِیْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ	اور راستباز عورتیں، راہِ حق میں ثابت قدمی دکھانے
وَالصّٰٓئِمِیْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِیْنَ	والے مرد اور راہِ حق میں ثابت قدمی دکھانے والی
فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِیْنَ	عورتیں، خدا کے آگے پست رہنے والے مرد اور خدا
اللّٰهَ كَثِیْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ لَهُمْ	کے آگے پست رہنے والی عورتیں، اور صدقہ دینے والے مرد
مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا۔ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ	اور صدقہ دینے والی عورتیں اور روزہ رکھنے والے مرد
وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ	اور روزہ رکھنے والی عورتیں اپنی شرمگاہوں کی
اَمْرًا اَنْ یَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِیَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ	حفاظت کرنے والے مرد اور اپنی شرمگاہوں کی
وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ	حفاظت کرنیوالی عورتیں اور اللہ کو بہت زیادہ یاد
ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِیْنًا۔	کرنیوالے مرد اور اللہ کو بہت زیادہ یاد کرنیوالی عورتیں
(احزاب - ۳۵ - ۳۶)	اللہ نے ان کیلئے اپنی مغفرت اور اجر عظیم تیار کر

Marfat.com

رکھا ہے اور کسی مومن اور کسی مومنہ کیلئے جائز نہیں ہے کہ جس معاملہ کو اللہ اور رسول طے کر دیں اس میں وہ اپنے اختیار کو استعمال کریں اور جس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی تو وہ کھلی ہوئی گمراہی میں پڑا

دوسری جگہ فرمایا ہے۔

فَالصَّالِحَاتُ قَانِتَاتٌ حَافِظَاتٌ لِلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ (۳۴۔ نساء)	پس جو نیکوکار عورتیں ہیں وہ اپنے شوہروں کی فرمانبرداری کرنے والی اور راز کی حفاظت کرنے والی ہیں بوجہ اس کے کہ اللہ نے اس کی حفاظت کی۔

سورۂ تحریم میں ارشاد ہے۔

مُسْلِمَاتٌ، مُؤْمِنَاتٌ قَانِتَاتٌ، تَائِبَاتٌ، عَابِدَاتٌ، صَائِمَاتٌ (۵)	خدا کی فرمانبرداری کرنے والیاں، ایمان والیاں، خدا کی طرف دھیان رکھنے والیاں، توبہ کرنے والیاں، عبادت کرنے والیاں، روزہ رکھنے والیاں۔

سورۂ نور میں اسلامی سوسائٹی اور منافقین وفساق کی سوسائٹی کا مقابلہ کرتے ہوئے ارشاد ہوتا ہے۔

اَلْخَبِيْثَاتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثَاتِ وَالطَّيِّبَاتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبَاتِ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ (۲۶۔ نور)	بد اخلاق عورتیں بد اخلاق مردوں کے لئے ہیں اور بد اخلاق مرد بد اخلاق عورتوں کے لئے ہیں اور پاکیزہ اخلاق عورتیں پاکیزہ اخلاق مردوں کے لئے ہیں اور پاکیزہ اخلاق مرد پاکیزہ اخلاق

Marfat.com

عورتوں کے لئے ہیں۔ یہ لوگ (اہل ایمان) ان الزامات سے بری ہیں جو بداخلاق لوگ ان پر لگاتے ہیں۔

اسی سورۂ نور میں ایک جگہ تین مندرجہ ذیل صفتیں بھی مذکور ہیں۔

اَلْمُحْصَنٰتُ الْغٰفِلٰتُ الْمُؤْمِنٰتُ	پاکدامن، بھولی بھالی، ایمان والی۔

(۲۳ - نور)

مندرجہ ذیل ہدایات بھی ملاحظہ ہوں۔

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ	اور ایمان والیوں سے کہہ دو کہ اپنی نگاہیں نیچی
مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ	رکھیں، اپنے اندیشہ کی جگہوں کی حفاظت کریں
وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ	اور اپنی زینت کا اظہار نہ کریں مگر جو ناگزیر طور پہ
مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى	ظاہر ہو جائے، اور اپنے دوپٹوں کے اپنے گریبانوں
جُيُوْبِهِنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا	پر بکل مار لیا کریں اور نہ ظاہر کریں اپنی زینت مگر
لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ	اپنے شوہروں کے سامنے یا اپنے باپوں کے سامنے
بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ	یا اپنے شوہروں کے باپوں کے سامنے یا اپنے
بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ	بیٹوں کے سامنے یا اپنے شوہروں کے بیٹوں کے
اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ	سامنے یا اپنے بھائیوں کے سامنے یا اپنے بھتیجوں
نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ	کے سامنے یا اپنے بھانجوں کے سامنے یا اپنے
التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ	میل جول کی عورتوں کے سامنے یا اپنے غلاموں
الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا	کے سامنے یا اپنے ان ملازموں کے سامنے جو عورت

Marfat.com

عَلٰی عَوْرٰتِ النِّسَآءِ وَلَا یَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِیُعْلَمَ مَا یُخْفِیْنَ مِنْ زِیْنَتِهِنَّ وَتُوْبُوْۤا اِلَی اللّٰهِ جَمِیْعًا اَیُّهَا الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ۔

(۳۱-نور)

کی ضرورت کے حدود سے گذر چکے ہوں یا ان بچوں کے سامنے جو ہنوز عورتوں کے بھیدوں سے آشنا نہ ہوتے ہوں اور اپنے پاؤں زمین پر نہ ماریں کہ ان کی چھپی ہوئی زینت ظاہر ہو اور تم سب مل کر (عورت اور مرد) اے ایمان والو خدا کی طرف متوجہ ہو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں سے بیعت لیتے وقت جن اخلاقی پابندیوں کا عہد لیتے تھے وہ ملاحظہ ہوں۔

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا جَآءَکَ الْمُؤْمِنٰتُ یُبَایِعْنَکَ عَلٰۤی اَنْ لَّا یُشْرِکْنَ بِاللّٰهِ شَیْئًا وَّلَا یَسْرِقْنَ وَلَا یَزْنِیْنَ وَلَا یَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا یَاْتِیْنَ بِبُهْتَانٍ یَّفْتَرِیْنَهٗ بَیْنَ اَیْدِیْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا یَعْصِیْنَکَ فِیْ مَعْرُوْفٍ فَبَایِعْهُنَّ۔

(۱۲-ممتحنہ)

اے نبی جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں بیعت کیلئے آئیں اور عہد کریں کہ خدا کا کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گی، چوری نہ کریں گی، زنا نہ کرائیں گی، اپنی اولاد کو قتل نہ کریں[1] گی اور نہ کوئی ایسا بہتان تراشیں گی جو ان کے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان سے متعلق ہو۔ اور نہ کسی امر معروف میں تمہاری نافرمانی کریں گی تو ان سے بیعت لے لو[2]۔

---

[1] واضح رہے کہ ضبط تولید اور ارادی اسقاط کی تمام مروجہ تدبیریں بھی قتل اولاد کے تحت آتی ہیں۔

[2] دیکھو صفحہ ۱۵۱

Marfat.com

قرآن نے عورتوں کے سامنے دو مثالی کیریکٹر رکھے ہیں اور ہر مومنہ کو ان نمونوں کی پیروی کی دعوت دی ہے۔

ایک نمونہ فرعون کی بیوی کا ہے جو خدا اور اس کے دین کے ایک بہت بڑے دشمن بادشاہ کی ملکہ تھیں لیکن اتنے بڑے شخص کی بیوی ہونے اور اتنے بڑے ماحول کے اندر رہنے کے باوجود وہ صدق دل سے خدا سے ڈرنے والی اور اس کے حکموں پہ چلنے والی تھیں۔ انہیں بادشاہ کی ملکہ ہونے کا نہ صرف یہ کہ کوئی فخر نہیں تھا بلکہ رات دن اس بات کے لئے دعا کرتی رہتی تھیں کہ اس کے پنجہ سے اُن کو رہائی حاصل ہو اور اُس کی قوم پہ اُن کی بد اعمالیوں کی وجہ سے جو عذاب آئے خدا اُس میں اُن کو گرفتار نہ کرے۔

(حاشیہ صفحہ ۱۸۰) یہ بھی واضح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بیعت لیتے وقت کسی عورت کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں نہیں لیا۔ حدیث میں اس بات کی تصریح ہے کہ اس آیت کے مطابق جب حضور عورتوں سے بیعت لے رہے تھے تو عورتوں نے چاہا کہ آپ مردوں کی طرح ان کے ہاتھ بھی اپنے ہاتھ میں لے کر بیعت لیں مگر آپ نے فرمایا "میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا۔ زبانی اقرار کافی ہے" (نسائی و ابن ماجہ، باب بیعۃ النساء)۔ اب ارشاد ہو کہ دل کن کے زیادہ پاک ہیں؟ خدا کے رسول اور صحابیہ خواتین کے؟ یا ان خواتین و صاحبان کے جنہیں مصافحہ کرتے ہوئے ہم آئے دن ڈان اور سول اینڈ ملٹری گزٹ اور پاکستان ٹائمز کی تصویروں میں دیکھتے ہیں۔

Marfat.com

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۔ (۱۱۔ تحریم)

اور اللہ مثال پیش کرتا ہے ایمان والوں کے لئے فرعون کی بیوی کی جب کہ اس نے دعا کی کہ اے میرے پروردگار میرے لئے تو اپنے پاس جنت میں ایک گھر بنا اور مجھے فرعون اور اس کی بدعملیوں سے نجات دے اور مجھے ظالموں کی قوم سے نجات دے۔

دوسرا نمونہ حضرت مریم کا ہے جو عفت و عصمت اور طہارت اخلاق و پاکیزگی مزاج کا پیکر مجسم ہیں۔

وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ۔ (سورہ تحریم)

اور اللہ مثال پیش کرتا ہے مریم بنت عمران کی جس نے اپنے اندیشہ کی جگہوں کی حفاظت کی تو ہم نے اس میں اپنی روح ڈالی اور اس نے اپنے رب کی باتوں اور اس کی کتابوں کو مانا اور وہ اپنے رب کے فرمانبرداروں میں تھی۔

جس طرح پیروی اور اتباع کے لئے مذکورہ بالا دو نمونے رکھے ہیں اسی طرح عبرت و نصیحت حاصل کرنے کے بھی عورتوں کے سامنے دو بُرے کیرکٹر رکھے ہیں۔

ایک کیرکٹر تو حضرت نوح اور حضرت لوط علیہما السلام کی بیویوں کا ہے۔ ان دونوں عورتوں کو اللہ کی مہربانی سے بڑے مرتبے کے شوہر ملے تھے اور اگر یہ وفاداری اور استبازی

کے ساتھ ان کے ساتھ زندگی گذارتیں اور جس دعوت خیر کو وہ لوگ لے کر اُٹھے تھے اس میں اپنے مقدور بھر ان کا ہاتھ بٹاتیں اور اُن کے دُکھ سکھ میں ان کی شریک حال بنتیں تو ان کے شوہروں کی طرح ان کا بھی خدا کے یہاں بڑا مرتبہ ہوتا لیکن انہوں نے ان کے ساتھ وفاداری کے بجائے خیانت کی، ان کے کام میں ان کا ہاتھ بٹانے کی جگہ ان کی دعوت کو حقیر جانا اور ان کے دشمنوں کے ساتھ ساز باز رکھا، ان کے دکھ سکھ میں ان کے شریک حال ہونے کے بجائے ان سے نفرت کی اور ان کی زحمتوں میں اضافہ کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جس عذاب میں ان کی قوم کے فساق و فجار اور ان کی بدکار بیویاں مبتلا ہوئیں اسی عذاب میں خدا نے ان کو بھی پھینک دیا۔

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوا	اللہ مثال پیش کرتا ہے کافروں کے لئے نوح
امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ كَانَتَا تَحْتَ	کی بیوی اور لوط کی بیوی کی۔ یہ دونوں عورتیں
عَبْدَیْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَیْنِ	ہمارے دو صالح بندوں کے نکاح میں تھیں تو
فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ یُغْنِیَا عَنْهُمَا مِنَ	انہوں نے انکے ساتھ بیوفائی کی تو یہ دونوں اللہ
اللّٰهِ شَیْئًا وَّقِیْلَ ادْخُلَا النَّارَ	کے مقابل میں ان کے کچھ کام نہ آسکے اور ان کو
مَعَ الدّٰخِلِیْنَ۔ (۱۰۔تحریم)	حکم ملا کہ آگ میں داخل ہونے والوں کے ساتھ تم بھی داخل ہو جاؤ۔

دوسری عبرت انگیز مثال ابولہب کی بیوی کی پیش کی ہے۔ ابولہب اُس جاہلی نظام کا سب سے بڑا لیڈر تھا جو اسلامی دعوت کے ابتدائی دور میں حجاز میں قائم تھا۔ یہ

Marfat.com

ایک بدخصلت اور کمینہ آدمی تھا اور اس سے زیادہ بدخصلت اور بدذات اس کی جورو تھی۔ یہ دونوں اُس دعوتِ حق کے انتہائی دشمن تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلند کی تھی اور ان کی مخالفت کی تہ میں کوئی اصولی چیز یا کوئی قومی و وطنی حمیت نہیں تھی۔ بلکہ صرف ان کے ذاتی اغراض اور اقتدار تھے جو دعوتِ حق کی کامیابی کی صورت میں ان کو معرضِ خطر میں نظر آتے تھے۔ ابولہب کی بیوی اپنے آرائش و زیبائش کے شوقوں کو پورا کرنے اور سرو سامان کے لحاظ سے اپنی ہم چشموں میں ممتاز رہنے کے لئے ابولہب کو مجبور کرتی تھی کہ وہ جہاں سے اور جس طرح سے ممکن ہو اس کے لئے دولت اکٹھی کرے اور ابولہب اپنی رذالت اور کم ہمتی کی وجہ سے تمام جائز و ناجائز ذرائع اختیار کر کے اس کی خواہش پوری کرتا تھا یہاں تک کہ اتنا بڑا لیڈر ہونے کے باوجود وہ رفادہ[1] کا مال خرد برد کرتا تھا بلکہ تاریخوں سے یہاں تک پتہ چلتا ہے کہ بیت اللہ کے خزانے سے سونے کے ہرن کی چوری کا بھی اس پر شبہ کیا گیا۔ اس کی ان ساری حرکتوں کی محرک چونکہ اس کی بیوی ہی تھی اور وہ ایک ایسی بیوی تھی جو اس بات کی مثال بن سکتی تھی کہ کس طرح ایک بگڑی ہوئی عورت بسا اوقات پوری قوم کے لئے خطرہ بن سکتی ہے اس وجہ سے قرآن نے اس کا خاص طور پر ذکر فرمایا اور اس کے بدانجام شوہر کے انجام

---

[1] قریش کی جاہلی حکومت میں یہ فنڈ خاص حجاج کی میزبانی کے لئے قائم تھا اور آنحضرت کے بعثت کے زمانہ میں اس کا انچارج ابولہب تھا۔

Marfat.com

میں اس کو بھی شریک کیا اور اس کی تصویر پیش کی ہے کہ قیامت کے دن وہ اس لونڈی کی شکل میں اٹھائی جائے گی جو گلے میں رسیاں ڈالے ہوئے لکڑی ڈھونے کے لئے جا رہی ہو اور وہ ایندھن لا لا کر اس آگ کو بھڑکاتے گی جس میں اس کا بدبخت شوہر جل رہا ہوگا کیونکہ دنیا میں درحقیقت اس کے لئے اس آگ کے اسباب فراہم کرنے والی وہی تھی؎ چنانچہ قرآن نے اس عورت کو تمام مردوں اور تمام عورتوں کے لئے ایک مثال عبرت کی حیثیت سے ذکر فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَّتَبَّ، مَا أَغْنَىٰ عَنْهُ مَالُهُ وَمَا كَسَبَ، سَيَصْلَىٰ نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ وَّ امْرَأَتُهُ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ، فِي جِيدِهَا حَبْلٌ مِّن مَّسَدٍ ۔	ابولہب کا اقتدار ڈھے گیا اور وہ خود ہلاک ہو گیا، نہ اس کا مال اس کے کچھ کام آیا اور نہ اس کی (حرام وحلال کی) کمائی اور وہ جلد بھڑکتی آگ میں پڑے گا اور اس کی بیوی بھی (اسی میں پڑےگی) ایندھن ڈھوتی ہوئی۔ اس کی گردن میں ایک موٹی رسّی پڑی ہوئی ہوگی۔

اس پوری بحث کو ملاحظہ فرمایئے۔ یہ اخلاقی نصب العین ہے جو قرآن نے عورتوں کے سامنے رکھا ہے اور یہ نمونے ہیں جن کی پیروی کی دعوت دی ہے اور یہ مثالیں ہیں

؎ رشوت و خیانت کی آمدنیوں سے جو قیمتی اور بھاری بھاری ہار بنوائے جاتے اور پہنے جاتے ہیں، معلوم ہوتا ہے وہ قیامت کے دن لکڑی ڈھونے والیوں کی رسیوں کی شکل میں تبدیل ہو جائیں گے۔

Marfat.com

جن کو عبرت حاصل کرنے کے لئے پیش کیا ہے۔ اگر آپ سچ مچ قرآن کو اپنے لئے ضابطۂ زندگی مانتے یا مانتی ہیں تو للہ ارشاد ہو کہ ہے اس میں کہیں ذکر جلی یا خفی ناچنے والیوں اور گانے والیوں کا، پریڈیں کرنے والیوں اور سلامیاں دینے والیوں کا، جسم بنانے والیوں اور جسمانی کرتب دکھانے والیوں کا، بناؤ سنگار کرکے فتنہ اٹھانے والیوں اور نوروز منانے والیوں[1] کا، لیڈر بن کے خود گمراہ ہونے والیوں اور دوسروں کو گمراہ

---

[1] حال میں رسالہ "طلوع اسلام" کراچی دربابت جنوری فروری ۱۹۵۸ء نے ایک اطلاع شائع کی ہے جو خود اس کے الفاظ میں ہم یہاں درج کرتے ہیں:-

"سال نو کی آمد کی خوشی میں، کراچی کے ایک بہت بڑے کلب میں نوروز کی تقریب ۳۱ دسمبر اور یکم جنوری ۱۹۵۸ء کی درمیانی شب میں شراب و شباب اور سرمستیوں اور رنگینیوں کے ساتھ اس طرح منائی گئی کہ ایک دیدہ ور تماشائی کے بیان کے مطابق عمال حکومت پاکستان کی اکثر بیگمات تنتق ساماں اور دختران برق داماں، مغربی نیم عریاں لباس میں، ساق و سینہ کی تہ شرباجلوہ پاشیوں کے ساتھ اس محفل رنگ و تعطر میں غارتگر تمکین و ہوش بن رہی تھیں۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ عشائیہ Supper کے بعد میں نے پینے کے لئے پانی مانگا تو بیرے نے ایک معنی خیز تبسم کے ساتھ میری طرف دیکھا جو کھلے الفاظ میں یہ کہہ رہا تھا۔ کہ یہ اگلے وقتوں کی بوسیدہ روح یہاں کیا کرنے آگئی! اس نے کہا حضور! یہاں

(دیکھو صفحہ ۱۸۷)

لا حول

Marfat.com

کرنے والیوں کا! اور اگر کچھ مضائقہ نہ ہو تو اس سوال کا بھی جواب عنایت ہو کہ آج جن "تبسم فروش" عورتوں کو ہماری بہنوں اور بیٹیوں کے سامنے پیروی کے لئے بطور نمونہ رکھا جا رہا ہے قرآن کی پیش کردہ مثالوں کی روشنی میں یہ پیروی کے لئے موزوں ہیں یا عبرت

بقیہ حاشیہ ص۱۸۶) شاہد و شمع و شراب و شکر و نائے و سرود

میں پانی کا کیا کام؟ آج رات یہاں پانی کے نلوں سے شراب بہہ رہی ہے اس کے بعد محفلِ رقص شروع ہوئی۔ حسن و عشق کے اس امتزاج میں جسے دیکھئے

ہمہ اعضا چو موج بادہ در جوش

ٹھیک بارہ بجے تمام بتیاں بجھا دی گئیں۔ اس اندھیرے میں کیا کچھ ہوا آنکھوں نے دیکھا تو نہیں البتہ کان اس کی غمازی ضرور کر سکتے ہیں۔ انگریز کے آئین مجلسی کے مطابق (اسی آئین کے تحت یہ مجلس منعقد ہوئی تھی) اس اندھیرے میں ہر عورت کو حق حاصل ہوتا ہے کہ وہ جسے چاہے چوم لے۔ ہمارے (راوی) کا بیان ہے کہ ایک گوشہ سے ایک ساغر شکن چہچاہٹ کے ساتھ کسی مرد کی گھبرائی ہوئی سی آواز آئی کہ ارے یہ کیا — ؟

اس کے جواب میں قہقہہ کی بلوریں کھنک سے فضا مرتعش ہو گئی اور ایک شوخ و شنگ آواز نے کہا:۔

"یہ پاکستان کا نیا کلچر ہے"

Marfat.com

کی مثالوں کے خانہ میں رکھے جانے کے لائق ہیں۔

احادیث میں عورت کے لئے اخلاقی نصب العین

قرآن میں آپ نے دیکھ لیا کہ ایک مسلمہ و مومنہ کے اندر وہ کن اوصاف و خصائل کو پیدا کرنا چاہتا ہے۔ اب دوسری دینی حجت ہمارے اور آپ کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات ہیں۔ ان پر بھی ایک نظر ڈال کر دیکھ لیجئے کہ حضور نے مسلمان بی بیوں کو کن اوصاف و خصائل کی تعلیم فرمائی ہے۔

خانہ داری

اسماءؓ بنت یزید کے متعلق، جو مشہور صحابی حضرت معاذؓ بن جبل کی پھوپھی زاد بہن ہیں، استیعاب میں مندرجہ ذیل بیان ملتا ہے۔

کانت بین ذوات العقل	اسماء بنت یزید عقلمند اور دیندار خواتین میں
والدین روی عنها انها اتت	شمار ہوتی ہیں، ان سے روایت ہے کہ وہ ایک
النبی صلی علیه وسلم فقالت انی	بار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر
رسول من ورائی من جماعة	ہوئیں اور عرض کی کہ میں عورتوں کی ایک جماعت
نساء المسلمین کلهن یقلن بقولی	کی نمائندہ بن کر حاضر خدمت ہوئی ہوں۔ وہ سب
وعلی مثل رائی - ان الله تعالی	کی سب وہی کہتی ہیں جو میں عرض کر رہی ہوں
بعثك الی الرجال والنساء فآمنا	اور وہی رائے رکھتی ہیں جو میں پیش کر رہی ہوں
بك واتبعناك ونحن معشر	اللہ تعالی نے آپ کو مردوں اور عورتوں دونوں
النساء مقصورات مخدرات	کیلئے رسول بنا کر بھیجا ہے، چنانچہ ہم آپ پر

Marfat.com

قواعد بیوت و مواضع
شھوات الرجال وحاملات
اولادھم و ان الرجال
فضلوا بالجمعات و شھود
الجنائز والجھاد واذا خرجوا
للجھاد حفظنا اموالھم و
ربینا اولادھم افنشارکھم
فی الاجر یا رسول اللہ ؟
فالتفت رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم بوجھہ الی اصحابہ
فقال ھل سمعتم مقالۃ امرأۃ
احسن سؤالا عن دینھا من ھذہ؟
فقالوا لا واللہ یا رسول اللہ۔
فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم انصرفی یا اسماء واعلمی
من ورائک من النساء ان حسن
تبعل احداکن لزوجھا وطلبھا

ایمان لائیں اور ہم نے آپ کی پیروی کی لیکن
ہم عورتیں پردہ نشین، گھروں کے اندر بیٹھنے
والیاں، مردوں کی خواہشات کا محل اور
ان کے بچوں کو ڈھونے والیاں ہیں، مرد ہم
سے جمعہ، جنازہ، جہاد میں بازی لے گئے۔
جب وہ جہاد کے لئے جاتے ہیں تو ہم ان
کے گھر بار کی حفاظت کرتی ہیں اور ان کے
بچوں کو پالتی ہیں تو کیا اجر میں بھی ہم ان کے ساتھ
حصہ پائیں گی یا رسول اللہ؟ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے صحابہ کی طرف رخ کر کے فرمایا کہ
کیا تم نے کسی عورت کی گفتگو سنی ہے جس نے
اپنے دین کے بارہ میں اس سے زیادہ خوبی کے
ساتھ سوال کیا ہو؟ سب بولے کہ نہیں، خدا کی
قسم یا رسول اللہ۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے اسماء سے مخاطب ہو کر فرمایا
اے اسماء میری مدد کر اور جن عورتوں نے تم کو
نمائندہ بنا کر بھیجا ہے ان کو میری طرف سے

Marfat.com

لمرضاته واتباعها لموافقته يعدل كل ما ذكرت من الرجال۔ فانصرفت اسماء وهي تهلل وتكبر استبشارا بما قال لها رسول صلى الله عليه وسلم۔

(استیعاب ج ۲ ص ۷۰۶)

یہ بات پہنچا دو کہ تمہارا اچھی طرح خانہ داری کرنا اپنے شوہروں کی رضا جوئی کرنا اور ان کے ساتھ سازگاری رکھنے کیلئے ان کی پیروی کرنا ان ساری باتوں کے برابر ہے جو تم نے مردوں کی بیان کی ہیں۔ اسماء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد مبارک کو سن کر خوش خوش خدا کی حمد و تکبیر کرتی ہوئی واپس چلی گئیں۔

ایک دوسری مشہور حدیث ہے۔

المرأة راعية على بيت بعلها وولده وهي مسئولة عنهم۔

(ابوداؤد)

عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کے بچوں کی ذمہ دار بنائی گئی ہے اور اس سے ان چیزوں کے بارہ میں پرسش ہوگی۔

لونڈر میں بسی ہوئی، سرخی پوڈر سے لپی ہوئی، شوخی و نزاکت سے بھری ہوئی بیوی کے مقابل میں اس ملگجی بیوی کا درجہ و مرتبہ ملاحظہ ہو جو گھر کے کام کاج، شوہر کی خدمت میں رات دن مصروف رہنے والی ہے اور جس کے چہرے بشرے سے محنت کی تکان بھی نمایاں ہے اور باورچی خانے کے دھوئیں کا ملگجا پن بھی ظاہر ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم انا وامرأة سفعاء الخدين

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں اور ملگجے گالوں والی عورت قیامت کے

Marfat.com

کھاتین یوم القیامۃ۔ دن راوی کا بیان ہے کہ آنحضرت نے اپنی شہادت کی انگلی اور بیچلی انگلی کو برابر کرتے ہوئے فرمایا) اس طرح ہوں گے۔

آئیڈیل بیوی اسلامی نقطۂ نظر سے ایک آئیڈیل بیوی کے اوصاف نہایت جامع اور مختصر الفاظ میں حضور نے یہ بیان فرماتے ہیں۔

۱: الا اخبرك بخیر ما یکنز	میں بتاؤں تمہیں آدمی کا بہترین خزانہ کیا ہے؟
المرء — المرأۃ الصالحۃ اذا نظر	نیک بیوی جب اس کو دیکھے تو وہ خوش کر
الیہا سرتہ واذا امرھا اطاعتہ	دے، جب کسی بات کا حکم دے تو اس کی اطاعت
واذا غاب عنہا حفظتہ۔ (ابوداؤد)	کرے اور جب وہ کہیں باہر جاتے تو اس کے

(گھر اور بچوں اور ناموس) ہر چیز کی حفاظت کرے۔

مردوں کی ریس کرنے والی عورت جو عورتیں شکل و روپ میں، وضع و لباس میں، انداز و اطوار میں، مشاغل اور دلچسپیوں میں مردوں کی نقل اڑاتی ہیں ان پر حضور نے لعنت فرمائی ہے۔

۲: لعن المتشبھات من	مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی عورتوں
النساء بالرجال (ابوداؤد)	پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی ہے
عن ابی ھریرۃ قال لعن رسول	ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الرجل	علیہ وسلم نے لعنت کی ہے اس مرد پر جو عورتوں
یلبس لبسۃ المرأۃ والمرأۃ تلبس	کا سا لباس پہنے اور اس عورت پر جو مردوں

Marfat.com

مد لبسة الرجل ۔ (ابوداؤد) کا سا لباس اختیار کرے۔

قیل لعائشۃ ان امرأۃ حضرت عائشہ کے سامنے ذکر آیا کہ ایک عورت

مد تلبس النعل فقالت لعن رسول جو مردوں کے سے جوتے پہنتی ہے انہوں نے

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الرجلۃ فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زنانِ

من النساء (ابوداؤد) مذکر پر لعنت کی ہے۔

بے حیائی عورت جو عورتیں سوسائٹی میں اپنے آپ کو دھنسانے یا باصطلاحِ جدید

(Move) کرنے کی دلدادہ ہوتی ہیں ان کا ذکر حضور نے ان الفاظ میں فرمایا ہے۔

قال اذا استعطرت المرأۃ فرمایا جب عورت خوشبو لگا کے دوسروں کے

فمرت علی قوم لیجدوا ریحھا پاس سے اس لئے گذرے کہ وہ اس کی خوشبو

فھی کذا وکذا قال قولاً شدیداً سے محظوظ ہوں تو وہ عورت ایسی ایسی ہے۔

(ابوداؤد) نہایت سخت الفاظ میں اس کے لئے وعید سنائی۔

عن عائشۃ قالت انی سمعت حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ میں نے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے

یقول ما من امرأۃ تخلع ثیابھا سنا کہ جو عورت اپنے گھر کے سوا کسی اور جگہ

فی غیر بیتھا الا ھتکت ما بینھا اپنے کپڑے اتارے وہ اس پردہ کو چاک کرتی

وبین اللہ تعالیٰ ۔ (ابوداؤد) ہے جو اس کے اور اللہ کے درمیان ہے

ایک دوسری حدیث میں ہے

Marfat.com

مثل الرافلة فی الزینة فی غیر اھلہا کمثل ظلمة یوم القیٰمة لا نور لہا (ترمذی)

جو عورت بنی سنوری ہوئی دوسرے مردوں میں ناز و ادا کے ساتھ چل رہی ہے اس کی مثال قیامت کے دن کی تاریکی کی ہے جس کے لئے کوئی روشنی نہیں۔

فیشن ایبل عورتیں | جو عورتیں مصنوعی حسن کی دلدادہ ہوتی ہیں اور اس کے لئے جسم سازی اور خود نمائی کے نت نئے طریقے ایجاد کرتی ہیں یہاں تک کہ فطری ساخت بدل دینے کے لئے بھی طرح طرح کے جتن کرتی ہیں۔ جو لباس کو جسم کے چھپانے کے بجائے اس کے محاسن کو نمایاں کرنے کے لئے پہنتی ہیں اور ایسے ایسے فیشن ایجاد کرتی ہیں کہ عورت کپڑے پہن کر بھی ننگی ہی رہتی ہے ان کا ذکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں کیا ہے۔

عن عبد اللہ قال لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الواصلة والمستوصلة والواشمة والمستوشمة۔

عبد اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مصنوعی بال لگانے والیوں اور لگوانے والیوں اور گودنے والیوں اور گودوانے والیوں پر لعنت کی ہے۔

ایک دوسری روایت ہے۔

نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن عشر عن الوشر والوشم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس چیزوں سے منع فرمایا ہے۔ ایک دانتوں کو نکیلا اور

Marfat.com

والنتف وعن مکامعۃ المرأۃ المرأۃ . . . . (ابوداؤد) چمکدار بنوانے سے، دوسرے گدنے سے، تیسرے حاجب و ابرو کے نوک پلک نکلوانے سے، چوتھے اس بات سے کہ عورت عورت کے ساتھ ہم آغوش ہو . . . .

بعض روایات میں اس ضمن میں متنمصات، کا لفظ بھی آیا ہے جس سے مراد وہ عورتیں ہیں جو نوک پلک درست کرنے کے لئے ابرو کے بال اکھڑوا دیتی ہیں، نیز متفلجات للحسن اور المغیرات خلق اللہ کے الفاظ بھی آئے ہیں جن سے مراد وہ عورتیں ہیں جو خوبصورتی پیدا کرنے کے لئے اپنے دانتوں میں مصنوعی فصل پیدا کرتی ہیں اور اپنی قدرتی ساخت کی (اپنے زعم کے مطابق) دوسری ناہمواریوں کو درست کراتی ہیں[۱]۔

اسی سلسلہ میں یہ حدیث بھی سننے کے قابل ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو

---

[۱] ان حدیثوں میں جن چیزوں کا ذکر آیا ہے یہ عرب جاہلیت کی شوقین (Ultra fashioned) عورتیں بناؤ (Makeup) کے خیال سے کرتی تھیں، آپ اس فہرست میں ان چیزوں کا اضافہ کر لیجئے جو جاہلیت جدیدہ نے ان مقاصد کے لئے ایجاد کی ہیں۔ ان احادیث میں نفس بناؤ سنگار کی ممانعت نہیں ہے بلکہ اس غیر فطری بناؤ کی ممانعت ہے جس میں عورت قدرت کی صنعت کی اصلاح کے درپے ہوتی ہے اور بگڑی ہوئی چیز کے درست کر لینے کے بجائے قدرت کی بنائی ہوئی چیز کو بگاڑنے کی سعی کرتی ہے۔

Marfat.com

نساء کاسیات عاریات ممیلات مائلات رؤسھن کا لبخت المائلة لا ید خلن الجنة و لا یجدن ریحھا۔ (مسلم باب النساء الکاسیات العاریات)

عورتیں کپڑے پہن کے بھی ننگی ہی رہتی ہیں اور اپنے اعضا کو لچکاتی ہوئی اور لچکتی ہوئی چلتی ہیں، جن کی گردنیں بختی اونٹ کی طرح ناز سے ٹیڑھی رہتی ہیں نہ وہ جنت میں داخل ہوں گی اور نہ اس کی خوشبو پائیں گی۔

عفت کی اہمیت عفت کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس قدر اہمیت دی ہے اس کا اندازہ مندرجہ ذیل احادیث سے ہو سکے گا۔

* فاتقوا اللہ فی النساء فانکم اخذ تموھن بامانة اللہ واستحللتم فروجھن بکلمة اللہ وان لکم علیھن ان لا یوطئن فرشکم احداً تکرھونہ۔ (ابوداود)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے خطبہ کے سلسلہ میں فرمایا کہ اے لوگو، عورتوں کے حقوق کے بارہ میں خدا سے ڈرتے رہو تم نے ان کو اللہ کی امانت کی حیثیت سے پایا اور اللہ کے کلمہ کے ذریعہ سے ان کے جسموں کو اپنے لئے جائز بنایا ہے اور تمہارا ان کے اوپر یہ حق ہے کہ کسی غیر مطلوب سے تمہارے بستر کو پامال نہ کرائیں۔

* زنا العینین النظر و زنا اللسان المنطق، والنفس تمنی وتشتھی والفرج یصدق ذالک ویکذبہ

آنکھوں کا زنا بدنگاہی اور زبان کا زنا گفتگو ہے نفس ہاتھ پاؤں پھیلاتا ہے اور شرمگاہ اس کی تصدیق و تکذیب کرتی ہے۔

ان احادیث پر ایک نظر ڈال کر اندازہ فرمایئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کیلئے کیا اخلاق اور کیا خصائل پسند فرمائے ہیں اور کن اخلاق اور کن خصائل کو ناپسند فرمایا ہے اور پھر ان کو سامنے رکھ کر ان اخلاقی تصورات کا جائزہ لیجیئے جن کو آج ہماری بہنوں اور بیٹیوں کے اندر مقبول بنانے کی کوشش کی جا رہی ہے اور دونوں کا موازنہ کر کے دیکھئے کہ ہے ان دونوں میں کوئی دور قریب کی نسبت ہے کھینچ تان کرنے کی جتنی گنجائش بھی ممکن ہو آپ کو آزادی حاصل ہے کہ اس سے فائدہ اٹھایئے اور "وقت کے تقاضوں" کی جو اصطلاح آپ نے ایجاد فرمائی ہے اس کا حق بھی آپ جس قدر رکھنا چاہتے ہیں وہ بھی زیادہ سے زیادہ فیاضی کے ساتھ محفوظ کر لیجئے اور پھر فیصلہ کیجئے کہ آپ کے اخلاقی تصورات کے سانچہ میں اور اس قرآنی و نبوی سانچہ میں کوئی مناسبت بھی ہے ؟ "وقت کے تقاضوں" سے کسی کو بھی انکار نہیں ہے لیکن وقت کے تقاضوں کی خاطر جاہلیت کو اسلام اور کفر کو ایمان کی جگہ تو نہیں دی جا سکتی۔ اگر کسی کو "وقت کے تقاضوں" کے پیچھے اس طرح بگ ٹٹ بھاگنا ہے کہ اسے کفر و اسلام سے کوئی بحث ہی نہیں رہی ہے تو وہ جائے جس گڑھے میں چاہے گر جائے لیکن پھر اسے اسلام اسلام پکارتے رہنے کا کیا حق ہے ؟ اس سے کس نے کہا ہے کہ وہ اس کے ساتھ قرارداد مقاصد بھی پاس کرے اور جگہ جگہ مسلمانوں سے کہتا پھرے کہ ہم تو اسلام کو اسکی اصلی شکل اور اسپرٹ میں ازسرنو قائم کرنا چاہتے ہیں ؟ اگر وقت کے تقاضوں نے اسے بتا دیا ہے کہ پسندیدہ سانچہ ہالی وڈ کا سانچہ ہے تو وہ شوق سے اس سانچہ میں ڈھل جائے لیکن پھر یہ کیا بوالفضولی ہے کہ جگہ جگہ میلاد کی مجلسوں میں وہ وعظ کہتا پھرے کہ "دنیا کی مشکلات کا حل اگر ہے تو پیغمبر کی تعلیم میں ہے"۔

حکومت میں عورتوں کی مساویانہ حصّہ داری

کے

عقلی دلائل اور اُن پر تبصرہ

آزادیٔ نسواں کے علمبرداروں نے اپنی حمایت میں مذہب کو استعمال کرنے کی جو کوشش کی ہے، پچھلے صفحات میں اس کی اصل حقیقت ہم نے بے نقاب کردی ہے، ہماری پوری بحث جو شخص بھی غور سے مطالعہ کریگا، ہمارے نقطۂ نظر سے متفق ہو یا نہ ہو لیکن وہ اس امر سے انکار کرنے کی جرأت نہیں کرسکتا کہ اسلام ان نئے مصلحین کی "اصلاحات" کی نہ صرف یہ کہ تائید نہیں کرتا بلکہ ان کا شدید ترین مخالف ہے۔ لیکن یہ حضرات عورتوں اور مردوں کی سیاسی مساوات اور انتظام ریاست میں عورتوں کی مساویانہ حصّہ داری[1]

---

[1] یہ اچھی طرح ملحوظ خاطر رہے کہ ہم انتظام ریاست میں عورتوں کی حصّہ داری کے مخالف نہیں ہیں، ہم صرف اُس حصّہ داری کے مخالف ہیں جو مرد و زن کی مساوات کے مغربی نظریہ پر مبنی ہے۔ آگے چل کر ہم اسلامی نظریۂ مساوات کے تحت عورت کے اجتماعی و سیاسی حقوق کی نوعیت انشاءاللہ تفصیل کے ساتھ واضح کریں گے۔

Marfat.com

کی حمایت میں بعض عقلی دلائل بھی پیش کرتے ہیں جن سے ہم ابھی تک تعرض نہیں کر سکے ہیں اور یہ بحث نامکمل رہ جائے گی اگر ہم ان عقلی دلائل پر بھی تبصرہ کر کے ان کی حقیقت بھی اسی طرح واضح نہ کر دیں جس طرح ہم نے ان کی مذہبی نمائش کی قلعی کھول دی ہے تاکہ جس طرح یہ حقیقت بے نقاب ہو گئی ہے کہ ان حضرات کو مذہب سے دُور کا بھی کوئی واسطہ نہیں ہے اسی طرح یہ بات بھی اچھی طرح واضح ہو جائے کہ عقل سے بھی ان لوگوں کو کوئی لگاؤ نہیں ہے۔

اگرچہ ہماری اصل ذمہ داری صرف انہی دلائل سے تعرض کرنا ہے جو ہمارے ملک کے ارباب کار وقتاً فوقتاً پیش کرتے رہتے ہیں لیکن ہم ان لوگوں کے ساتھ فیاضانہ معاملہ کریں گے اور ان کے اُن سارے دلائل سے تعرض کریں گے جو مِل (Mill) کے زمانہ سے لے کر اب تک انتظامِ ریاست میں عورتوں کی حصہ داری کی حمایت میں پیش کیے گئے ہیں۔ اگرچہ اس فیاضی کی وجہ سے بحث کچھ طویل ضرور ہو جائے گی لیکن اس کا ایک فائدہ یہ ہوگا کہ آزادئ نسواں کی تحریک کی ابتدا سے لیکر اب تک اس سلسلہ میں عقلی رنگ میں جو کچھ کہا گیا ہے وہ سب کا سب یکجا سامنے آجائے گا اور سارے دلائل کی حقیقت کھل جائے گی جس کے بعد یہ اندیشہ باقی نہ رہے گا کہ اس ترکش میں کوئی اور تیر بھی ہے جس کو حریف استعمال کر سکے گا۔ اس بحث کو پڑھتے وقت یہ امر ملحوظ رہے کہ اس میں ہم صرف مِل اور اس کے ہم خیالوں کے دلائل کا ضعف بیان کریں گے، اپنے ان عقلی دلائل کی تفصیل نہیں کریں گے جن کی بنا پر ہم عورت کی سیاسی و معاشی سرگرمیوں کے

Marfat.com

مخالف ہیں۔ ان دلائل کی تفصیل اس کے بعد والی فصل میں آئے گی اور وہ فصل اس فصل ہی کا ایک حصّہ ہے اس لئے بغیر اُس کو پڑھے ہوئے تنہا اِس فصل کو پڑھ کر کوئی رائے نہ قائم کیجئے۔

پہلی دلیل نظامِ ریاست میں عورتوں کی براہِ راست اور مساویانہ حصّہ داری کی پہلی دلیل یہاں سے پیدا کی جاتی ہے کہ جب یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ ہر باشندۂ ملک اس بات کا حقدار ہے کہ اُس پر اچھی طرح حکومت کی جائے اور یہ بھی تسلیم شدہ ہے کہ اس حق سے پورا پورا فائدہ اٹھانا ممکن نہیں ہے جب تک انتظامِ ریاست میں باشندگانِ ملک کے لئے نمائندگی کا حق تسلیم نہ کیا جائے تو جس طرح مرد ان دونوں چیزوں کے حقدار تسلیم کئے گئے ہیں اسی طرح عورتوں کے لئے بھی یہ دونوں حق تسلیم کئے جانے چاہئیں عورتیں بھی مردوں ہی کی طرح حق رکھتی ہیں کہ اُن پر عمدہ طریق سے حکومت کی جائے اور پھر اس حق سے لازمی طور پر یہ حق بھی پیدا ہوتا ہے کہ ان کو براہِ راست اور مساویانہ حیثیت سے نظامِ مملکت میں حصہ لینے کا موقع دیا جائے۔

اوّل تو اس استدلال میں ایک چیز خواہ مخواہ کو فرض کر لی گئی ہے۔ وہ یہ کہ حکومت میں براہِ راست نمائندگی اچھی حکومت کے لئے ضامن ہے۔ اچھی حکومت اور نمائندگی میں کوئی لزوم تو درکنار سرے سے کسی قسم کا ربط ہی موجود نہیں ہے حکومت کی اچھائی یا برائی ایک علیحدہ چیز ہے اور اس میں نمائندگی ایک علیحدہ شے ہے۔ حکومت کی اچھائی دو باتوں پر منحصر ہے۔ ایک یہ کہ حکومت جن اصولوں پر قائم ہے وہ بجائے خود اچھے

Marfat.com

ہوں، دوسری یہ کہ اس کا انتظام جن ہاتھوں میں سپرد کیا جاتے وہ امن اور عدل کے صحیح اصولوں پر ایمان رکھتے ہوں اور ان پر عمل کرنے کی انہوں نے تربیت پائی ہو اگر یہ دونوں چیزیں موجود نہ ہوں تو پھر ناممکن ہے کہ مجرد نمایندگی کے بل پر اچھی حکومت حاصل کی جا سکے۔ یہ دونوں چیزیں جس حکومت کے اندر موجود ہوں عورتوں کو اس کے اندر نمایندگی حاصل ہو یا نہ ہو لیکن ان کو اچھی حکومت ضرور حاصل ہوگی۔ لیکن اگر یہ دونوں چیزیں موجود نہ ہوں تو عورتیں تو درکنار مردوں کو بھی اچھی حکومت حاصل نہیں ہو سکتی اگرچہ ان کو اس کے اندر سو فیصدی نمایندگی حاصل ہو۔ ہم اپنے اس دعوے کے ثبوت میں قدیم یونان کی ان شہری جمہوریتوں کو بھی پیش کرتے ہیں جن میں ملک کا ہر باشندہ انتظام ملک میں براہ راست حصہ لیتا تھا اور اس زمانہ کی جمہوریتوں کو بھی پیش کرتے ہیں جن میں باشندگان ملک کی نمایندہ حکومتیں قائم ہیں۔ کیا ان میں سے کوئی نظام نمایندگی بھی ملک کے باشندوں کے لیے اچھی حکومت مہیا کر سکا؟ آج دنیا میں متعدد حکومتیں ایسی موجود ہیں جن میں مردوں کی طرح عورتوں کو بھی نمایندگی کا حق حاصل ہے، کیا ان حکومتوں نے عورتوں کے لئے فی الواقع اچھی حکومت مہیا کر دی ہے؟ کیا برطانیہ، امریکہ، ٹرکی میں مظلوم مردوں اور مظلوم عورتوں کی وہ ساری قسمیں موجود نہیں ہیں جو اُن ممالک میں موجود ہیں جن میں نمایندگی کے یہ وسیع اصول ابھی اختیار نہیں کئے گئے ہیں؟ ان کے برعکس حضرت عمرؓ کی حکومت کو لیجئے۔ اس میں امریکہ اور برطانیہ کی حکومتوں کی طرح اگرچہ عورتوں کو نمایندگی حاصل نہ تھی تاہم اس حکومت کے اندر عراق کے شہروں میں بسنے والی ایک بیوہ اور صنعاء کے پہاڑوں میں بکریاں چرانے

والی ایک لونڈی کی ضروریات کی بھی پوری پوری خبر رکھی جاتی تھی اور حضرت عمرؓ فرماتے تھے کہ اگر میں زندہ رہ گیا تو اپنے بعد عراق کی بیواؤں کو کسی کا دستِ نگر چھوڑ کر نہیں جاؤں گا۔

دوسرے اس استدلال میں کھلا ہوا منطقی ضعف موجود ہے۔ اس کا تجزیہ کر کے دیکھئے تو اس کے دو جزو ہیں۔ ایک یہ کہ ہر باشندۂ ملک کو یہ فطری حق حاصل ہے کہ اس پر عمدہ طریق سے حکومت کی جائے۔ دوسرا یہ کہ اس حق سے متمتع ہونے کے لئے لازماً اس کو انتظامِ مملکت میں براہِ راست حصہ بھی ملنا چاہیے۔ اس کا پہلا جزو تو بالکل صحیح ہے۔ اس سے کسی شخص کے لئے اختلاف کی گنجائش نہیں ہے لیکن اس کا دوسرا جزو محلِ بحث و نظر ہے۔ اگر عمدہ طریقہ سے حکومت کئے جانے کے لئے انتظامِ حکومت میں براہِ راست حصہ داری لازمی ہے تو یہ حق بچوں کو بدرجۂ اولیٰ حاصل ہونا چاہیئے کیونکہ اچھی طرح حکومت کئے جانے کے وہ عورتوں سے کم نہیں بلکہ ان سے کچھ زیادہ ہی حقدار ہیں لیکن ان کے اچھی حکومت کے حق کو تو بلا کسی بحث و اختلاف کے ہر شخص تسلیم کرتا ہے مگر اس حق کی بنا پر انتظامِ حکومت میں ان کی براہِ راست نمائندگی کے حق کا کوئی بھی مطالبہ نہیں کرتا۔

اس استدلال میں اصلی غلطی یہ ہے کہ ایک شخص کے مستقل اور غیر مشروط حق اور اس کے صفاتی اور مشروط حق میں فرق نہیں کیا گیا ہے۔ ہر باشندۂ ملک کا یہ حق کہ اس پر عدل و انصاف اور رحم و شفقت کے ساتھ حکومت کی جائے اس کا ایک ذاتی اور مستقل حق ہے جو مجرد اس بات پر قائم ہے کہ وہ مملکت کا ایک شہری ہے۔ اس سے بحث نہیں کہ وہ عالم ہے یا جاہل، ذہین ہے یا کودن، ضعیف ہے یا طاقتور، مریض ہے یا تندرست،

عاقل ہے یا فرزانہ، جوان ہے یا بوڑھا۔ ان ساری چیزوں سے قطع نظر تنہا یہ بات کہ وہ حکومت کا شہری ہے اس کو اس بات کا حقدار بناتی ہے کہ اس پر عمدہ طریق سے حکومت کی جائے۔ یہ حق کسی شرط کے ساتھ مشروط و مقید نہیں ہے اس کے برعکس انتظامِ حکومت میں نمائندگی کا حق شخصی صلاحیت کے ساتھ مشروط ہے۔ اس کے لئے تنہا یہ بات کافی نہیں ہے کہ ایک شخص ملک کا باشندہ ہے۔ بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ وہ انتظام مملکت کی ذمہ داریوں کو اٹھا بھی سکتا ہو۔ ان دونوں قسم کے حقوق کو خلط ملط کرنا اور ان میں سے ایک کو دوسرے کے لئے بطورِ دلیل استعمال کرنا ایک صریح مغالطہ ہے۔ عورتوں کا یہ حق کہ ان پر عمدہ طریق سے حکومت کی جائے ایک غیر مشروط حق ہے جو ان کو بہر حال حاصل ہونا چاہیئے۔ باقی رہا یہ حق کہ ان کو انتظامِ حکومت میں براہِ راست حصہ ملنا چاہیئے تو یہ صلاحیت کے ساتھ مشروط ہے اور جب تک اس کے لئے ان کی صلاحیت دلائل کے ساتھ نہ ثابت کر دی جائے۔ ان کی طرف سے اس حق کا مطالبہ ایک بے دلیل مطالبہ ہے۔

دوسری دلیل | دوسری دلیل یہ دی جاتی ہے کہ جب خاندانی نظام کے اندر عورت کے حقِ ملکیت اور اس کے حقِ تصرف کو تسلیم کر لیا گیا ہے اور ہر معاملہ میں مردوں کی اجارہ داری کا قدیم اصول باقی نہیں رہا اور تجربہ نے اس کا مفید ہونا بھی ثابت کر دیا تو پھر یہی حق عورتوں کے لئے اجتماعی و سیاسی دائرہ کے اندر بھی کیوں نہ تسلیم کیا جائے؟ یہ کیا ظلم ہے کہ عورتوں سے ٹیکس کے لئے تو مطالبہ کیا جائے لیکن اس کے خرچ سے متعلق

Marfat.com

ان کی رائے نہ دریافت کی جاتی؟ جب عورت نے اندرونِ خانہ کی ذمہ داریوں کے لئے اپنی صلاحیتوں کا ثبوت دے دیا تو بیرونِ خانہ کی ذمہ داریوں کے لئے اسے کیوں نااہل سمجھا جاتا ہے؟ جو مساوات پرائیویٹ زندگی کے اندر خیر کا باعث ہوئی ہے آخر وہ اجتماعی معاملات میں کیوں مضر ثابت ہوگی؟

یہ دلیل مل Mill کی نشانداردلیلوں میں سے ہے لیکن غور کیجئے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ مل صاحب ایک صحیح کام کو دلیل بنا کر لوگوں سے ایک غلط کام کے لئے مطالبہ فرما رہے ہیں۔ اگر عورتوں کو خاندان کے نظام میں بالکل بے دست و پا بنا کے رکھ چھوڑا گیا تھا تو یہ ایک غلطی تھی اور اگر اس غلطی کی اصلاح کر دی گئی اور عورتوں کو خاندان کے اندر ان کے جائز حقوق و اختیارات سونپ دیئے گئے تو یہ ایک نہایت منصفانہ اور عادلانہ بات ہوئی۔ لیکن اس چیز کو دلیل بنا کر یہ مطالبہ کرنا کہ جس طرح گھر کا انتظام تم نے عورت کو سونپ دیا اسی طرح سلطنت کا انتظام بھی عورت کو سونپ دو بالکل مہمل بات ہے۔ گھر کا انتظام اگر عورت کے سپرد کر دیا گیا تو یہ تو "حق بحقدار رسید" کا معاملہ ہوا اور عقل اور فطرت کی شہادت اس کارروائی کی صحت کی تصدیق کرتی ہیں لیکن اس سے یہ بات کہاں سے ثابت ہوتی ہے کہ انتظام سلطنت میں عورت کو حصہ دار بنا دینا بھی صحیح ہے؟ یہ بات کہ عورت نے گھر کے انتظام کو اچھی طرح سنبھال لیا ہے اس لئے وہ سلطنت کی ذمہ داریوں کو بھی اچھی طرح سنبھال لے گی اپنے اندر کوئی وزن نہیں رکھتی۔ اگر ایک شخص اچھا معلم یا اچھا ڈاکٹر ہو سکتا ہے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ ایک

Marfat.com

اچھا سپہ سالار اور ایک مدبر حکمران بھی ہو سکتا ہے۔ گھر کے انتظام اور سلطنت کے انتظام کو ایک دوسرے پر قیاس کرنا، قیاس مع الفارق نہ سہی، تاہم غلط ضرور ہے۔ اور یہ بات بھی بالکل خلاف واقعہ ہے کہ پرائیویٹ زندگی کے اندر عورت اور مرد کی مساوات مفید ثابت ہوئی ہے اس لئے اجتماعی زندگی کے اندر بھی یہ مفید ہو سکتی ہے۔ کل کے زمانہ تک پرائیویٹ زندگی کے اندر عورت اور مرد کی مساوات نہ تو صحیح معنوں میں وجود میں آئی تھی اور نہ لوگ اس کے اصل نتائج کا کچھ اندازہ کر پائے تھے لیکن اب تو ہر شخص پر یہ حقیقت واضح ہو گئی ہے کہ یورپ وامریکہ میں اس "مساوات" نے خاندان کے نظام کو تہ وبالا کر دیا ہے اور انگلستان وامریکہ کے اہل نظر، جیسا کہ ہم آگے چل کر دکھائیں گے، اس کے ہولناک نتائج سے نہایت پریشان ہیں۔ بلکہ وہ یہ محسوس کر رہے ہیں کہ اگر خاندان کے نظام کو جلد انتشار سے نہ بچایا گیا تو اس کا لازمی نتیجہ سلطنت کی تباہی کی شکل میں ظاہر ہو گا۔

عورت کا ٹیکس دینا بھی اس کے لئے انتظام سلطنت میں حصہ دار ہونے کا حق نہیں پیدا کرتا۔ ٹیکس تو درحقیقت معاوضہ ہے اُس حفاظت اور حق ملکیت کا جو سلطنت کے ذریعے ایک شہری کو حاصل ہوتا ہے جس کو سلطنت کی بدولت جان ومال کی حفاظت اور ملکیت کے حقوق حاصل ہوتے ہیں اس کا فرض ہے کہ وہ سلطنت کو ٹیکس ادا کرے۔ ٹیکس، سلطنت میں حصہ داری کی کوئی قیمت نہیں ہے کہ جو یہ قیمت ادا کر دے اس کے لئے انتظام سلطنت میں جگہ مخصوص ہو جائے۔ انتظام سلطنت میں حصہ داری کے

Marfat.com

لئے دوسری چیزیں مطلوب ہیں جن میں سب سے مقدم اس کے لئے صلاحیت ہے۔

تیسری دلیل ایک دلیل یہ بھی دی جاتی ہے کہ بہت سی قومیں جو عورت کے لئے کسی قسم کا بھی سیاسی حق تسلیم نہیں کرتی ہیں بسا اوقات سلطنت کا حکمران ایک عورت کو بنا دیتی ہیں۔ پھر جب عورت کے لئے سلطنت کے مقتدرِ اعلیٰ کے منصب پر متمکن ہونا جائز سمجھا جاتا ہے تو عام شہری کی حیثیت سے انتظامِ ملک میں اس کی شرکت کو تو بدرجہ اولیٰ جائز ہونا چاہئے۔

یہ دلیل اوّل تو تمام قوموں پر حجت نہیں ہو سکتی، کیونکہ بہت سی قومیں عورت کی حکمرانی کو اصولاً غلط قرار دیتی ہیں۔ ثانیاً یہ دلیل بنائے باطل علی الباطل کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس میں استدلال کی بنیاد یہ ہے کہ چونکہ بعض قوموں نے اپنی حماقت سے یا کسی سبب سے فلاں غلطی کا ارتکاب کیا ہے اس لئے ہم سب لوگوں کو مل کر اسی بنیاد پر فلاں غلطی کا ارتکاب کر ڈالنا چاہئے۔ ہر شخص جانتا ہے کہ تاریخ میں عورتوں کے حکمران ہونے کی جو مثالیں ملتی ہیں وہ تمام تر شخصی اور خاندانی سلطنتوں سے تعلق رکھتی ہیں جن میں سلطنت کسی خاص شخص یا خاندان کی ملکیت ذاتی سمجھی جاتی ہے اور تخت سلطنت کو مورث سے وارث کی طرف منتقل ہونے والی ایک جائداد قرار دیا جاتا ہے۔ ایسی سلطنتوں کے اندر اگر اولاد اکبر کے وارث ہونے کا قانون نافذ رہا ہے اور اولادِ اکبر کوئی عورت ہی ہوئی ہے تو وہ حکمران بن گئی ہے یا یہ ہوا ہے کہ مورث نے کوئی اولادِ نرینہ سرے سے چھوڑی ہی نہیں ہے، صرف لڑکیاں ہی لڑکیاں اس نے وارث چھوڑی ہیں

Marfat.com

تو ان میں سے کسی صغریٰ یا کبریٰ نے تخت سلطنت سنبھال لیا ہے۔

یہ نظام بجائے خود از ابتداء تا انتہا باطل اور خلاف عقل ہے۔ نہ سلطنت کسی خاندان یا شخص کی ملک ذاتی ہو سکتی ہے، نہ تخت سلطنت وراثت میں منتقل ہونے والی کوئی شے ہے، نہ سابق حکمران کی اولاد کے وارث سلطنت ہونے کی کوئی عقلی یا نقلی دلیل موجود ہے۔ پھر جس نظام کا کوئی جزو بھی صحیح نہ ہو اس کو دلیل بنا کر اگر کوئی بات ثابت کی جائے گی تو وہ کس طرح صحیح ہوگی؟ اگر اس دلیل کی بنا پر عورت کی انتظام ملک میں حصہ داری کو ثابت کیا جا سکتا ہے تو اس سے نابالغ بچوں کے استحقاق حکمرانی وحق نمائندگی کا بھی ثبوت ملتا ہے۔ کیونکہ متعدد سلطنتوں میں نابالغ بچوں کے حکمران بننے کی بھی مثالیں ملتی ہیں۔ پھر جب وہ حکمران بن سکتے ہیں تو عام شہریوں کی حیثیت سے انتظام ملک میں حصہ کیوں نہیں لے سکتے؟ لیکن نہ تو ولی صاحب اس کو تسلیم کرتے ہیں اور نہ کوئی اور اس کو تسلیم کرنے کے لئے تیار ہوگا۔

چوتھی دلیل | چوتھی دلیل یہ ہے کہ اگر عورتوں کو نمائندگی اور ووٹ کا حق دیا جائے تو چونکہ ہر عورت خاندان کے ساتھ رہتی ہے اس لئے وہ لازماً سرپرست خاندان کا ساتھ دیگی۔ بیوی ووٹ میں شوہر کے ساتھ جائے گی اور لڑکی باپ کے ساتھ۔ اس طرح خاندانوں کے سرپرستوں کی سیاسی اہمیت میں اضافہ ہوگا اور خاندان کے نظام کو تقویت حاصل ہوگی اور خاندان چونکہ ریاست کی ریڑھ کی ہڈی ہے اس لئے خاندان کا یہ استحکام خود ریاست کے استحکام کا سبب ہوگا۔

Marfat.com

مل نے اس دلیل سے ان لوگوں کو چپ کرنے کی کوشش کی ہے جو حکومت میں عورتوں کی نمائندگی پر اس لئے اعتراض کرتے ہیں کہ اس سے خاندان کے نظام میں انتشار پیدا ہوتا ہے۔ لیکن مل کی یہ دلیل خود اس کے سیاسی نظریات کی کمر توڑ دینے والی ہے۔ اگر مل کا یہ اندازہ صحیح ہے کہ ہر عورت لازماً ووٹ میں اپنے سرپرست خاندان کے ساتھ جائیگی تو عورتوں کو حکومت میں حق نمائندگی دینا ایک بالکل ہی غیر ضروری اور بے معنی بات ہوئی کیونکہ اس صورت میں تو اصل نمائندگی مردوں ہی کی ہوتی۔ صرف اتنا فرق ہوا کہ عورتوں نے مل مل کو اپنے مردوں ہی کے ووٹوں میں اضافہ کر دیا۔ اور اگر مل کے اندازہ کے برعکس صورت واقعہ اس سے مختلف نکلے یعنی عورت بھی سیاست میں اپنا اقول لگانے لگ جائے تو اس نمائندگی کے فیض سے ہر گھر سیاسی نظریات کے تصادم کا ایک اکھاڑا بن جائے گا۔ میاں اگر آمریت کے علمبردار ہوں گے تو بیوی صاحبہ جمہوریت کی، والد بزرگوار

ل۱ ہماری پارلیمنٹ کے بجٹ سیشن (مارچ ۱۹۵۰ء) میں بیگم شائستہ اکرام اللہ نے مل صاحب کے اس گمان کی تصدیق کر دی۔ بیگم صاحبہ نے مرکزی حکومت کے سیکرٹری لوگوں کی تنخواہوں کے لئے پارلیمنٹ میں اس زور سے لڑائی کی کہ دیکھنے والوں نے حیران ہو ہو کر کہنا شروع کر دیا کہ اے کاش! بیگم صاحبہ اُن لوگوں کے لئے جنہوں نے ان کو اپنا نمائندہ بنا کر پارلیمنٹ میں بھیجا ہے اس سے نصف بھی دلچسپی کا اظہار فرماتیں۔ یاد رہے کہ مسٹر اکرام اللہ یعنی بیگم موصوفہ کے شوہر بھی حکومت پاکستان کے ایک محکمہ کے سکریٹری ہیں۔

Marfat.com

اگر لبرلزم کے حامی ہو گئے تو صاحبزادی صاحبہ کمیونزم کی اور اس انتشارِ فکر کا لازمی نتیجہ صرف یہ نکلے گا کہ گھر گھر نہیں باقی رہے گا بلکہ سیاسی ناچاقیوں کی ایک رزمگاہ بن جائے گا۔ ایسی صورت میں گھر کے نظام کا اوّل تو قائم رہنا ہی مشکل ہے اور اگر کسی نہ کسی طرح اس کی کوئی شکل قائم رکھی بھی گئی تو ارکانِ خاندان میں سے گھر کی زندگی سے دلچسپی کسی کو بھی نہیں ہوگی۔ میاں کسی ہوٹل میں رات گذاریں گے تو بیوی کسی کلب میں اپنی دلچسپیوں کا سامان ڈھونڈھینگی صاحبزادے صاحب کسی کوٹھے پر شب بسر کریں گے اور صاحبزادی کہیں رات گذاریں گی۔ الغرض دونوں صورتوں میں اس کا نتیجہ نہایت مہلک ہوگا۔ یا تو خاندان تباہ ہوگا یا ریاست۔ بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ دونوں تباہ ہوں گے چنانچہ انگلستان اور امریکہ میں خاندان تو تباہ ہو ہی چکے ہیں۔ اب وہاں کے اہل نظر اپنی حکومتوں کی تباہی کے وقت کے منتظر ہیں اور وہ وقت بھی اب کچھ زیادہ دور نہیں ہے۔

پانچویں دلیل | پانچویں دلیل یہ ہے کہ عورت کی دراندازی سیاست میں بہرحال ناگزیر ہے۔ آپ اسے نمائندگی دیں یا نہ دیں وہ اپنا اثر حکومت پر ڈال کے رہتی ہے۔ اگر آپ اس کو براہ راست دخیل ہونے کا موقع نہیں دیں گے تو وہ بالواسطہ دخیل ہوگی اور بالواسطہ مداخلت لازماً غیر ذمہ دارانہ ہوگی۔ پھر کیوں نہ اس کے حق کو باضابطہ ہی تسلیم کر لیا جائے کہ وہ پورے احساس ذمہ داری اور اعتدال کے ساتھ باضابطہ طور پر انتظام ملک میں حصہ لے؟

مِل کی یہ دلیل اس کی مضبوط ترین دلیلوں میں سے سمجھی جاتی ہے۔ لیکن ہماری سمجھ

Marfat.com

میں یہ بات نہیں آئی کہ ایک دلیل کی حیثیت سے اس میں کیا خوبی ہے؟ بحیثیت ایک امر واقعہ کے تو ہم مِل کی اِس بات کی تائید کرتے ہیں کہ جہاں حکومت کا نظم و نسق زن مُریدوں اور ہواۓ نفس کے بندوں کے ہاتھ میں ہوتا ہے وہاں سلطنت کے معاملات میں بالعموم عورتیں بڑی آسانی سے دخیل ہو جایا کرتی ہیں اور حکومت کے بڑے بڑے اہم فیصلے ان کے چشم و ابرو کے اشاروں پر ہونے لگتے ہیں اور بالآخر یہی چیز سلطنت کی تباہی کا باعث بھی ہوتی ہے لیکن اس سے اس بات کی معقولیت کس طرح ثابت ہوتی ہے کہ عورت کو باضابطہ حکومت میں دخیل بنا دینا چاہیئے؟ ہر شہر میں آئے دن چوریاں ہوتی ہی رہتی ہیں۔ کیا محض اس دلیل کی بنا پر کہ یہ چوریاں تو بہر حال ہونگی ہی، کسی حکومت کے لئے یہ بات جائز ہو سکتی ہے کہ وہ شہریوں کی حفاظت اور چوروں کے استیصال کے بجائے، قانوناً ہر گھر کے اندر چوروں کا ایک حصّہ مقرر کر دے تاکہ وہ پورے احساسِ ذمہ داری اور اعتدال کے ساتھ قفل توڑیں اور نقب لگائیں؟ اصل سوال یہ ہے کہ عورت کے لئے معاملات ریاست میں دخیل ہونا صحیح ہے یا نہیں؟ مِل کی مذکورہ بالا دلیل سے اس کے صحیح ہونے کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ وہ تو جس بات کو ثابت کر رہا ہے وہ صرف یہ ہے کہ عورت بہر حال معاملاتِ حکومت میں ٹانگ اڑاۓ گی ہی، اس لئے بہتر ہے کہ باقاعدہ اس کی حصّہ داری تسلیم کر لو تاکہ وہ "ذمہ داری کے احساس" اور "اعتدال کے ساتھ" ٹانگ اڑاۓ۔ لیکن کوئی ہمیں یہ بتاۓ کہ جو مداخلت بجاۓ خود صحیح نہیں ہے اس کو اگر جائز اور روا تسلیم کر لیا جاۓ تو اس سے مداخلت کرنے والے میں اعتدال

اور ذمہ داری کا احساس کہاں سے پیدا ہو جائے گا؟ کیا اس بات کی عقلی یا نقلی کوئی وجہ بھی موجود ہے کہ اگر ایک شخص کی ایک چیرہ دستی جائز تسلیم کرلی جائے تو آئندہ وہ اپنی چیرہ دستیوں میں محتاط اور معتدل ہو جائے گا؟ انسان کی نفسیات کی شہادت تو یہ ہے کہ اگر اس کی ایک ناجائز خواہش پوری کر دی جائے تو وہ دوسری کے لئے پاؤں پھیلاتا ہے لیکن مل صاحب ہمیں یہ منطق پڑھاتے ہیں کہ عورت کی سیاسیات میں مداخلت کو، جو جائز نہ سہی، اگر جائز تسلیم کر لیا جائے تو پھر عورت جائز طریق پر مداخلت کرے گی۔ سبحان اللہ۔

چھٹی دلیل چھٹی دلیل انتہا کی سکول کی طرف سے بڑے زور و قوت کے ساتھ پیش کی جاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ عورت اور مرد دونوں مساوی پیدا ہوئے ہیں اس لئے دونوں کو انتظام ملک میں مساوی طور پر حصہ دار ہونا چاہیئے۔ مرد جو کچھ کر سکتا ہے عورت بھی وہ سب کچھ کر سکتی ہے۔ اس لئے حکومت کی ذمہ داریوں سے اس کو الگ رکھنا اس کی حق تلفی ہے۔

جہاں تک عورت و مرد کے مساوی پیدا ہونے کا تعلق ہے اس کا ایک پہلو تو بالکل صحیح ہے کہ جس طریقہ سے مرد دنیا میں آیا ہے اسی طریقہ سے عورت بھی دنیا میں آئی ہے اور جس گوشت پوست سے مرد بنا ہوا ہے اُسی گوشت پوست سے عورت بھی بنی ہوئی ہے اور اس سے لازمی طور پر یہ نتیجہ بھی نکلتا ہے کہ دونوں میں سے کوئی بھی اپنی ہستی اور خلقت کے اعتبار سے حقیر و ذلیل نہیں ہے بلکہ دونوں یکساں قدر و مرتبہ رکھتے ہیں اور نظامِ کائنات میں دونوں کی اہمیت یکساں ہے۔ لیکن مجرد پیدائش کی

یکسانی سے یہ بات کسی طرح ثابت نہیں ہوتی کہ دونوں کو انتظام ملک کی ذمہ داریوں میں بھی یکساں حصہ دار ہونا چاہیئے۔ جو لوگ عورت کی انتظام مملکت میں حصہ داری کے مخالف ہیں ان کی مخالفت کی بنیاد یہ نہیں ہے کہ ان کے نزدیک عورت اور مرد کی پیدائش الگ الگ طریقوں سے ہوتی ہے یا پیدائش کے اعتبار سے ان میں سے کوئی حقیر اور فروتر ہے اور کوئی بلند و برتر۔ وہ اس کی مخالفت دونوں کی صلاحیتوں، دونوں کے فطری رجحانات اور دونوں کے صنفی میلانات کے اختلاف کی بنا پر کرتے ہیں اور یہ اختلاف ایک حقیقت ہے جس کا انکار مجرد اتنی بات سے نہیں ہو سکتا کہ دونوں کی پیدائش کے طریقہ میں ظاہری یکسانی موجود ہے۔ طریق پیدائش کی ظاہری یکسانی کے باوجود آخر عورت، عورت ہے اور مرد مرد۔ دونوں کے جسم کی ساخت الگ الگ ہے۔ دونوں کے مشاغل اور دلچسپیاں الگ الگ ہیں۔ دونوں کا ارتقاء بالکل الگ الگ خطوط پر ہوتا ہے اور معاشرے میں دونوں حصہ بھی دو مختلف پہلوؤں سے لیتے ہیں جب ایک ہی طرح سے دنیا میں آنے کے باوجود دونوں کے درمیان اتنے ظاہری اور باطنی اختلاف موجود ہیں اور ہم سر کی آنکھوں سے ان اختلافات کو دیکھ رہے ہیں تو مجرد پیدائش کی یکسانی کی بنا پر یہ دعویٰ کر دینا کہ عورت اور مرد دونوں انتظام ملک کی ذمہ داری میں حصہ لینے کے یکساں حقدار و سزاوار ہیں کس قدر بعید از عقل بات ہے! رہی یہ بات کہ مرد جو کچھ کر سکتا ہے عورت بھی وہ سب کچھ کر سکتی ہے تو اس کی تردید کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم تھوڑی دیر کے لئے تسلیم کئے لیتے ہیں کہ عورت وہ سب کچھ کر سکتی ہے جو مرد کر سکتا ہے لیکن ہمارے نے

Marfat.com

یہ باور کرنا مشکل ہے کہ مرد بھی وہ سب کچھ کر سکتا ہے جو عورت کر سکتی ہے۔ اگر ہمارے اشتراکی دوستوں کی طرف سے یہ دعویٰ بھی کر دیا جائے کہ عورت باپ بھی بن سکتی ہے تو ہم خاموش ہو جائیں گے، اس کی تردید کی کوشش نہیں کریں گے۔ لیکن ہم یہ ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں کہ مرد ماں بھی بن سکتا ہے۔ کیونکہ ہم عورتوں کی صلاحیتوں سے اچھی طرح واقف نہ سہی لیکن مردوں کے نقائص سے تو بہر حال واقف ہیں۔

یہ ہیں وہ عقلی دلائل جو مِل (سنہ ۱۸۰۶ء) کے زمانہ سے لے کر اب تک عورت اور مرد کی سیاسی مساوات کی تائید میں پیش کئے گئے ہیں۔ ہم نے دلائل بھی حتی الامکان صحت اور قوت کے ساتھ نقل کر دیئے ہیں اور مختصراً ان پر تبصرہ کر کے ان کے ضعف و قوت کو بھی واضح کر دیا ہے۔ ناظرین ان کو دیکھ کر خود فیصلہ کر سکتے ہیں کہ ان میں سے کوئی دلیل بھی ایسی ہے جس کو دلیل کا نام دیا جا سکے؟

بعض بے بنیاد دعاوی

اب اس سلسلہ میں ہم چاہتے ہیں کہ بعض بے بنیاد دعاوی کا بھی مختصراً ذکر کر دیں جن کا ہمارے ارباب کار کی طرف سے اکثر اظہار ہوتا رہتا ہے اور جن کے اندر اگرچہ فی نفسہ کوئی جان نہیں ہے لیکن چونکہ وہ اکثر مجلسوں میں لیڈر صاحبان کی زبانوں سے بار بار دہرائے جاتے ہیں اس وجہ سے بہت سے سادہ لوح لوگ ان کو ایک حقیقت سمجھ بیٹھتے ہیں۔

۱۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ جب تک عورتیں زندگی کے ہر شعبہ میں مردوں کے دوش بدوش حصّہ نہیں لیں گی اس وقت تک ملک معاشی اعتبار سے ترقی نہیں کر سکتا۔

Marfat.com

اس بات کا ذکر ہمارے وزیر خزانہ ملک غلام محمد صاحب نے کراچی کی بین الاقوامی اسلامی اقتصادی کانفرنس میں بھی فرمایا۔ انہوں نے اپنے اس دعویٰ کی چونکہ کوئی دلیل نہیں پیش کی ہے اس وجہ سے ہمارے لئے ان کے نقطۂ نظر کو ٹھیک ٹھیک معین کرنا اور اس کی تردید یا تائید کرنا تو مشکل ہے لیکن دوسرے پہلوؤں سے قطع نظر یہ رائے معاشی نقطۂ نظر سے بھی غلط معلوم ہوتی ہے۔ ملک کی معاشی خوشحالی کے لئے بھی صحیح طریق کار یہ نہیں ہے کہ عورت بھی کارخانوں میں، ملوں میں، مکتبوں میں، دکانوں میں اور دفتروں میں افزائش دولت کی مہم میں مردوں کے دوش بدوش حصہ لے بلکہ معاشی نقطۂ نظر بھی یہ تقاضا کرتا ہے کہ عورت دولت کمانے کے بجائے مرد کی کمائی ہوئی دولت کو سنبھالنے اور اپنے گھر میں سے اس کو صحیح مصرف میں استعمال کرنے کی خدمت انجام دے۔ اگر سب کے سب افزائش دولت کی مشین ہی کے پرزے بن جائیں تو یہ تو ممکن ہے (اگرچہ اس کا امکان بھی امکان عقلی ہی کی حد تک ہے) کہ دولت کی پیداوار کچھ بڑھ جائے لیکن اس سے اس چیز میں کوئی اضافہ نہیں ہوگا جس کو خوشحالی کہتے ہیں اور جو افزائش دولت کی اصلی غایت ہے۔ جس طرح افزائش دولت کی جدوجہد معاشی ترقی کے لئے ضروری ہے اسی طرح اس کو سنبھالنا بھی معاشی ترقی کے لئے ضروری ہے۔ جس طرح کمانے اور پیدا کرنے سے ملک کی دولت میں اضافہ ہوتا ہے اسی طرح بچانے اور کفایت کے طریقے اختیار کرنے سے بھی ملک کی ثروت میں اضافہ ہوتا ہے، اور جس طرح دولت کا وجود ملک اور اہل ملک کی خوشحالی کے لئے ضروری ہے شاید اسی طرح بلکہ اس سے کچھ زیادہ ہی اس کا صحیح استعمال اس خوشحالی

Marfat.com

کے لئے ناگزیر ہے۔ اس وجہ سے عورت کے لئے معاشی جدوجہد میں حصہ لینے کا صرف ایک ہی راستہ نہیں ہے کہ وہ بھی ملوں اور کارخانوں میں جا کے بھرتی ہو جائے اور کھیتوں میں جا کر ٹریکٹر چلائے بلکہ اس کا اپنے گھر کے اندر رہ کر گھر کو سگھڑپن کے ساتھ چلانا بھی ملک کی معاشی خوشحالی کے لئے اتنا ہی ضروری ہے جتنا آنریبل مسٹر غلام محمد کا فرض شناسی اور دیانت و قابلیت کے ساتھ وزیر مال کے فرائض انجام دینا۔ مثال کے طور پر ایک اس خاندان کو لیجئے جس میں مرد کما کر لا رہا ہے اور عورت گھر میں راحت و آسائش کی فراہمی کا اور بچوں کو سنبھالنے کا کام کر رہی ہے اور دوسری طرف اس خاندان کو لیجئے جس میں میاں اور بیوی دونوں کمانے کے لئے چلے جاتے ہیں اور گھر میں کوئی بھی نہیں جو راحت و آسائش کا سامان کرے اور بچوں کو سنبھالے۔ کیا یہ دونوں خاندان خوشحالی میں یکساں ہونگے؟

بہت خوب

نیز اس صورت میں ہمارے لئے بے روزگاری کا مسئلہ پہلے سے دوگنا ہو جائیگا۔ یہاں مردوں کے روزگار ہی کا مسئلہ مشکل ہو رہا ہے کجا کہ عورتیں بھی روزگار مانگنے آ کھڑی ہوں۔

۲۔ بعض لوگ ملکی مدافعت کے نقطۂ نظر سے بھی اس چیز کو بڑی اہمیت دیتے ہیں کہ عورتیں ہر قسم کے فوجی فرائض انجام دینے میں مردوں کے دوش بدوش شریک ہوں لیکن ہم کو یہ بات بھی بالکل غیر معقول سی معلوم ہوتی ہے۔ حفاظت ذات کے نقطۂ نظر سے عورتوں کو مدافعت کی اس حد تک تربیت تو ضرور دینی چاہیے کہ وہ شخصی و انفرادی

Marfat.com

چہرہ دستیوں سے اپنی ذات اور اپنے ناموس کو بچا سکیں اور ایسی چھوٹی موٹی بنی ہوئی نہ رہیں کہ آسانی سے شریروں اور پاجیوں کو اُن پہ ہاتھ ڈالنے کی جرأت ہو سکے لیکن ملک کی مدافعت نہ عورت کے فرائض میں داخل ہے۔ نہ وہ کبھی اس کام کو کر سکی ہے اور نہ آئندہ کبھی کر سکے گی جب ملک کے مرد اپنے ملک کی حفاظت سے قاصر رہ جائیں گے اس ملک کی عورتیں اس کی حفاظت نہیں کر سکتیں۔ موجودہ زمانہ کی جنگ اس بات کا تقاضا ضرور کرتی ہے کہ عورتوں کو بھی اسلحہ کے استعمال سے فی الجملہ آشنا کیا جائے لیکن یہ کام مردوں کی فوجی تربیت سے بالکلیہ فارغ ہو جانے کے بعد کا ہے نہ کہ اس سے پہلے کا۔ ہمارا ملک خدا کے فضل سے ایسا ملک ہے جو بہترین فوجی نوجوان پیدا کرتا ہے، بہترین سپاہی مہیا کرتا ہے اور ایک بہترین فوجی نسل کا معدن ہے۔ اگر ہمارے تمام قابل جنگ نوجوانوں کی فوجی تربیت ہو جائے تو ہم اپنی ہی حفاظت نہیں بلکہ دوسروں کی حفاظت بھی کر سکتے ہیں۔ ہمارے پاس نہ تو مردوں کی تعداد کم ہے اور نہ وہ نکمے ہیں کہ ہم بہنوں اور بیٹیوں پر وہ بوجھ ڈالیں جو صرف ہمارے ہی اٹھانے کا ہے۔ عورتوں سے ملک کی حفاظت کا مطالبہ کرنا یا ان کی حفاظت کا بار خود اُن پر ڈال دینا مردانہ ذمہ داریوں سے دستکشی کے مترادف ہے۔ ان سطروں کے لکھنے والے کو تو اس رجحان کے اندر قومی غیرت کا انحطاط نظر آتا ہے۔ یہ چیز اس ملک کے نوجوانوں کی حمیت کو سرد کر دے گی اور مردوں کے مردانہ جذبات کے نشوونما کو اس سے ناقابل تلافی نقصان پہنچے گا۔ قوم میں لڑنے اور مرنے کا جذبہ تو ناموس کی حفاظت ہی کے لئے پیدا ہوتا ہے جب ناموس کی حفاظت کا بوجھ خود ناموس ہی پر

Marfat.com

ڈال دیا گیا تو پھر مرد کے جینے سے کیا حاصل! اس کے بعد تو وہ زندگی کی قدر و قیمت ہی کھو بیٹھے گا۔

ایک اور پہلو سے بھی یہ مسئلہ قابلِ غور ہے۔ ہمارے حالات ہمارے پڑوسی ملک، انڈیا، سے کس پہلو سے اتنے مختلف ہیں کہ ہم اپنے ملکی تحفظ کے لئے عورتوں کی مدد کے محتاج ہو گئے ہیں اور وہ اس کا محتاج نہیں ہوا ہے؟ کیا ہمارے پاس نوجوانوں اور قابلِ جنگ مردوں کی کمی ہے اور اس کے پاس کمی نہیں ہے؟ ابھی پچھلے دنوں ہندوستان کے کمانڈر انچیف جنرل کریاپا نے امرتسر میں ایک تقریر کرتے ہوئے عورتوں کو مخاطب کر کے یہ الفاظ کہے۔

"دیویو! تم گھر کے کام کاج سنبھالو، فوج کے کاموں میں تمہاری ضرورت نہیں ہے، ہمارے پاس اس کے لئے مردوں کی کمی نہیں ہے۔"

صرف یہی نہیں بلکہ فوج میں عورتوں کی ملازمت سے متعلق حکومتِ ہند نے ایک ہنگامی قانون نافذ کر دیا ہے جس میں عورتوں کو فوج میں ملازمت سے روک دیا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

"دہلی۔ ۲۵ جنوری ۵۰ء (یو۔ پی۔ پی)

گورنر جنرل ہندوستان نے آرمڈ فورسز (مسلینیس پراویژنز) آرڈیننس ۱۹۵۰ء کے نام سے ایک ہنگامی قانون جاری کیا ہے۔ اس قانون کے ذریعہ سے فوج میں عورتوں کی ملازمت اور فوجیوں کی ٹریڈ یونینوں میں شرکت پر پابندیاں عاید

Marfat.com

کی گئی ہیں۔ فوج میں عورتوں کی ملازمت کے بارہ میں اس قانون میں یہ کہا گیا ہے کہ کسی عورت کو فوج میں نہیں لیا جائے گا الا یہ کہ مرکزی حکومت سرکاری گزٹ کے ذریعہ کسی برانچ یا کور کے لئے بطور خاص اجازت دے۔

سول اینڈ ملٹری گزٹ لاہور۔ ۲۶ جنوری ۱۹۵۰ء"

علاوہ ازیں ہندوستانی فوج کی بارکوں اور ان کے کھانے کے کمروں میں اب بنی ٹھنی لڑکیوں (Pin-up girls) کا داخلہ بند کر دیا گیا ہے۔ ہندوستانی فوج کے سپہ سالار جنرل کریاپا نے خود اپنے دستخطوں کے ساتھ یہ اعلان جاری کیا ہے کہ بنی ٹھنی لڑکیوں کے مظاہروں کی اب اجازت نہیں ہو گی۔

سوال یہ ہے کہ ہمارے اور ہمارے پڑوسیوں کے رجحان میں اس معاملہ میں اتنا اختلاف کیوں ہے؟ کیا اس لئے کہ ہم عورتوں کے بغیر اپنے ملک کا تحفظ نہیں کر سکتے اور وہ کر سکتے ہیں؟ یا اس لئے کہ ہماری اسلامی حکومت کی فوج عورتوں کے بغیر مکمل نہیں بن سکتی ہے اور ان کی فوج ہو سکتی ہے؟

(۳) بعض حضرات یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اجتماعی اور سیاسی زندگی میں ہم آہنگی اور سازگاری پیدا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ عورت اور مرد دونوں ہر شعبۂ زندگی میں دوش بدوش کام کریں ورنہ ملک کے اندر انتشار رہے گا اور اس انتشار سے دشمن

لہ اسلامک لائٹ کراچی بابت نومبر ۱۹۴۹ء تا جنوری ۱۹۵۰ء۔

Marfat.com

فائدہ اٹھائے گا۔

اب تک تو ہم انتشار اس چیز کو سمجھتے تھے کہ دو مختلف عناصر اپنی قدرتی حدبندیوں اور فطری تقسیم عمل کو توڑ کر ایک دوسرے کے حدود میں گھسنے اور بالآخر ایک دوسرے سے ٹکرانے کی کوشش کریں لیکن مذکورہ بالا ارشاد سے یہ حقیقت سامنے آئی کہ انتشار یہ نہیں ہے بلکہ یہ تو ہم آہنگی اور سازگاری ہے۔ انتشار یہ ہے کہ دونوں اپنے اپنے حدود میں اپنے فطری فرائض پہ قائم رہیں اور ایک دوسرے سے ٹکرانے کے لئے آستینیں چڑھانے اور خم ٹھونک کر میدان مقابلہ میں آنے کے بجائے صرف اپنے اپنے کاموں میں لگے رہیں۔ یہ حالت ان حضرات کے نزدیک ملک کے لئے خطرہ ہے اور دشمن اس سے فائدہ اٹھائے گا۔ سازگاری اور ہم آہنگی پیدا کرنے کا نسخہ ان لوگوں کے نزدیک گویا یہ ہے کہ عورت کو اس کی گھر گرہستی کی موجودہ ذمہ داریوں سے آزاد کر کے اس کا موقع دیا جائے کہ وہ ہر کارخانہ اور ہر کمپنی، ہر شعبہ اور ہر دفتر، ہر کالج اور ہر سکول، ہر ملازمت اور ہر پیشہ میں مرد کا مقابلہ کرے اور مرد صاحب کو مجبور کرے کہ زچہ خانہ اور باورچی خانہ کی ذمہ داریوں کے مزے وہ بھی چکھ لیں۔ اس کے بعد ان حضرات کے نزدیک اجتماعی زندگی میں ایسی ہم آہنگی پیدا ہو جائے گی کہ کیا مجال جو کوئی دشمن قیامت تک اس ملک کو آنکھ اٹھا کے بھی دیکھ سکے۔

(۴) بعض کام ایسے ہیں جن کو یورپ کی قوموں نے عورتوں کے لئے کچھ مخصوص سا کر دیا ہے مثلاً ٹائپسٹ کا کام، ٹیلیفون ایکسچینج کا کام یا نرسنگ کا کام وغیرہ وغیرہ۔

Marfat.com

اگرچہ ان کاموں کے عورتوں کے لئے مخصوص ہونے کی کوئی عقلی یا نقلی وجہ موجود نہیں ہے لیکن جو حضرات ہر معاملہ کو صرف "صاحب" کے نقطہ نظر سے دیکھنے کے عادی ہیں اور خود اپنی فکر و نظر سے کام لینے کی کم صلاحیت رکھتے ہیں ان کے نزدیک ان کاموں کا عورتوں کے لئے مخصوص ہونا ایک ایسا مسلمہ ہے جس میں کسی اختلاف کی گنجائش نہیں ہے۔ ان کا دعویٰ یہ ہے کہ یہ کام عورتوں ہی کے لئے بنے ہیں اور وہی اس کو انجام دے سکتی ہیں اور اس کی دلیل وہ یہ دیتے ہیں کہ یورپ اور امریکہ میں ایسا ہی ہو رہا ہے۔ حالانکہ یورپ اور امریکہ میں اگر ایسا ہو رہا ہے تو اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ ان کے یہاں اس بات کے لئے کوئی وحی آتری ہوئی ہے کہ یہ کام عورتوں ہی کے لئے خاص ہیں یا سائنس نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ یہ کام بس عورتیں ہی کر سکتی ہیں، مردوں کی صنف اس کی انجام دہی سے قاصر ہے، یا تجربہ سے ثابت ہو گیا ہے کہ عورتیں ان کاموں کے لئے مردوں سے بہتر ہیں بلکہ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ جب انہوں نے مساواتِ مرد و زن کے نظریہ کے مطابق زندگی کے تمام شعبوں میں عورتوں کو داخل کیا تو عورتیں بہت سے کاموں کے لئے اپنی فطری کمزوریوں کی وجہ سے ناموزوں ثابت ہوئیں اس لئے ان ہلکے کاموں کو ان کے لئے خاص کر دیا گیا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اپنے مادہ پرستانہ نقطہ نظر کی وجہ سے انہوں نے یہ چاہا کہ ہر دفتر اور ہر ہسپتال میں مردوں کا جی بہلانے کے لئے عورتوں کا بھی سامان کر دیں۔ ہم نہ تو مساواتِ مرد و زن کے اس نظریہ ہی کو صحیح سمجھتے اور نہ صاحب لوگوں کے اس اخلاقی

Marfat.com

نقطۂ نظر ہی کے قائل ہیں کہ مردوں کا جی بہلانے کے لئے ہر جگہ عورت کا ہونا ضروری ہے اس وجہ سے کوئی وجہ نہیں ہے کہ خواہ مخواہ کو ان کی بیہودہ روش کی تقلید کریں۔

لطف یہ ہے کہ جو حضرات ان کاموں کے لئے عورتوں کو ناگزیر قرار دیتے ہیں وہی ہمیں یہ بھی بتاتے ہیں کہ مرد ان کاموں کو بہت اچھی طرح کر سکتے ہیں اور انہوں نے ان کو بہت خوبی کے ساتھ انجام دیا بھی ہے مثال کے طور پر نرسنگ کو لیجئے۔ اس کے متعلق ۷ ارفروری ۵۸ء کو میو ہسپتال میں، ٹرینڈ نرسز ایسوسی ایشن کے سالانہ اجلاس کا افتتاح کرتے ہوئے بیگم سلمہ تصدق حسین صاحبہ نے ایک پر زور تقریر فرمائی جس میں انہوں نے ہر پہلو سے اس پیشہ کے لئے لڑکیوں کو راغب کیا اور اس کے لئے انہیں تمام "بوسیدہ بندشوں" کو توڑ کر پھینک دینے تک کا مشورہ بھی دیا لیکن دوران تقریر میں یہ بھی فرما گئیں کہ:۔

گذشتہ جنگ عظیم میں نرسوں کی روز افزوں ضرورت کو پورا کرنے کے لئے مردوں کی بہت بڑی تعداد بھرتی کی گئی اور یہ اسکیم کامیاب ثابت ہوئی۔ جنگ کے بعد ان مردوں (Male Nurses) کو رخصت کر دیا گیا۔ فوج میں اب بھی مردوں سے تیمارداری (Nursing) کا کام لیا جا رہا ہے"۔

سول اینڈ ملٹری گزٹ لاہور ۸ ارفروری ۵۸ء

سوال یہ ہے کہ جب مرد اس کام کو بخوبی انجام دے سکتے ہیں اور اس کا تجربہ

بھی ہو چکا ہے اور ملک میں ایک بڑی تعداد تربیت یافتہ تیمار دار مردوں کی موجود بھی ہے جو غالباً بیکار ہی ہوں گی اور ان میں سے ایک کو کام میں لگانے کے معنی ایک پورے کنبہ کی پرورش کے ہیں تو لڑکیوں کو گھروں سے نکلنے، انہیں غیر شادی شدہ زندگی بسر کرنے اور ایسی حالت میں غیر محرموں کی تیمار داری کے کام میں لگانے پر مجبور کرنے کے کیا معنی؟ کیا جو لڑکی خدا اور فطرت سے جنگ کر کے اس راہ میں اپنے آپ کو ڈالے گی محض فلورنس نائٹ انگیل کے مقدس عہد نامہ کے الفاظ اس کی محافظت کر سکیں گے!

معاشی اور سیاسی سرگرمیوں میں عورتوں کے مردوں کے دوش بدوش حصہ لینے کی تائید میں دلیل یا دعویٰ کی صورت میں جو کچھ کہا جاتا ہے وہ یہ ہے جو ہم نے ناظرین کے سامنے رکھ دیا ہے اور ہر دعویٰ اور دلیل کی حقیقت بھی واضح کر دی ہے۔ ناظرین ان دعاوی و دلائل کے ضعف و قوت کا خود فیصلہ کر سکتے ہیں۔ لیکن یہ بحث ناتمام رہ جائے گی اگر ہم اس کے ساتھ عورت کی سیاسی و معاشی سرگرمیوں کے مضر پہلوؤں کو بھی وضاحت کے ساتھ نہ بیان کر دیں چنانچہ اگلی فصل ہم اسی بحث کے لئے خاص کریں گے۔

Marfat.com

Marfat.com

عورت کی معاشی اور سیاسی مصروفیتوں کے مضر پہلو

سابق فصل میں آپ نے دیکھ لیا کہ جو لوگ عورتوں کو انتظام حکومت اور دوسری سرگرمیوں میں مردوں کے برابر کر دینے کے حامی ہیں ان کی کوئی دلیل بھی ایسی نہیں ہے جس کو دلیل کا نام دیا جا سکے لیکن مجرد یہ بات کہ ایک چیز کو دلیل سے ثابت نہیں کیا جا سکا اس کے غلط ہونے کو مستلزم نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ایک بات کو مدعی دلیل سے ثابت نہ کر سکے لیکن فی نفسہ وہ صحیح ہو۔ بہت سی باتیں ایسی ہیں جن کو اگر ثابت کرنے کی کوشش کیجئے تو اس کے لئے کوئی دلیل نہیں ملتی یا کم از کم کوئی ایسی دلیل نہیں ملتی جو مسکت ہو اور مخاطب کو قائل کر سکے لیکن تجربہ سے وہ باتیں صحیح اور مفید ثابت ہوتی ہیں یا کم از کم ان کو غلط اور مضر نہیں قرار دیا جا سکتا۔ اس وجہ سے تنہا یہ بات کہ مل اور آزادی نسواں کے دوسرے علمبرداروں کی کسی دلیل میں کوئی وزن نہیں ہے عورت کے مقدمہ کو خارج کر دینے کے لئے کافی نہیں ہے۔ اس کے لئے ہم کو اس کے مضر پہلوؤں پر بھی، اگر اس کے کچھ مضر پہلو موجود ہیں، روشنی ڈالنی چاہئے۔ اگر بے دلیل ہونے کے ساتھ ساتھ ایک چیز کا تمدنی اور اجتماعی نقطۂ نظر سے مضر ہونا بھی ثابت ہو جائے تو سمجھنا چاہئے کہ فی الواقع وہ چیز غلط ہے اور جو لوگ اس کی وکالت کر رہے ہیں وہ نہ

Marfat.com

صرف ایک بے دلیل دعویٰ کی وکالت کر رہے ہیں بلکہ وہ ملک کے اندر ایک ایسے رجحان کو ہوا دے رہے ہیں جو ہمارے نظامِ اجتماعی کو درہم برہم کرنے والا ہے۔

اس پہلو سے ہم نے عورتوں کے مسئلہ پر جس قدر غور کیا ہے اس سے ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ مساواتِ مرد و زن کے نظریہ کی اساس پر عورت کو انتظامِ حکومت اور معاشی جھمیلوں میں ڈالنا اپنے اندر مضرت کے گوناگوں پہلو رکھتا ہے۔ سب سے پہلے تو اس کا مضر اثر خود عورت کی ذات اور اس کی خلقی صفات پر مترتب ہوتا ہے، پھر آگے چل کر خاندان اور معاشرہ اس کی مضرتوں سے نہایت بری طرح متاثر ہوتے ہیں اور آخر میں خود ریاست اس کے نقصانات کا شکار ہوتی ہے یعنی یہ ایک ایسی غلطی ہے جس کے مہلک نتائج کی لپیٹ میں فرد، سماج اور سٹیٹ تینوں بیک وقت آتے ہیں۔ جس کے معنی دوسرے لفظوں میں یہ ہوئے کہ یہ ایک غلطی کر گذرنے کے بعد کسی قوم کو اپنی تباہی کے لئے کسی مزید غلطی کے ارتکاب کی ضرورت نہیں ہے۔ تنہا یہی ایک غلطی اس کے سارے نظام کا تیا پانچا کر دینے کے لئے کافی ہے۔ اب اس اجمال کی تفصیل ملاحظہ ہو۔

۱۔ نقصانات جو خود عورت کو پہنچتے ہیں

عورت کو چونکہ اللہ تعالیٰ نے معاشی اور سیاسی جھمیلوں میں پڑنے کے لئے نہیں بنایا ہے بلکہ خاندان اور گھر گرہستی کی ذمہ داریوں کے لئے بنایا ہے اس وجہ سے جب وہ اپنی اصل جگہ چھوڑ کر معاش اور سیاست کے جھگڑوں میں پڑتی ہے تو اس کو

روحانی اور مادی دونوں قسم کے گوناگوں نقصانات پہنچتے ہیں جو ناقابلِ تلافی ہوتے ہیں ان میں سے بعض کھلے ہوئے نقصانات یہ ہیں۔

الف۔ حصولِ معاش اور سیاست کے میدان میں جب عورت اترتی ہے تو اس کو ایک ایسے حریف سے (مرد سے) سابقہ پیش آتا ہے جو اس میدان کی بازی جیتنے کے لئے اس پر خلقی اور فطری برتری رکھتا ہے۔ اس میدان میں مرد کی قوتیں اور قابلیتیں ٹھیک اسی طرح اس کے ساتھ سازگاری اور تعاون کرتی ہیں جس طرح ایک مگرمچھ کی فطری صلاحیتیں سمندر کے اندر اس کے ساتھ سازگاری کرتی ہیں۔ اس کے برعکس عورت کی فطری قابلیتیں اس میدان میں اس کا ساتھ دینے کے بجائے اُلٹے اس کے حوصلوں سے مزاحمت شروع کر دیتی ہیں جس کے سبب سے وہ اپنے آپ کو بالکل اس پوزیشن میں پاتی ہیں جس پوزیشن میں ایک خشکی کا جانور اپنے آپ کو پانی میں یا پانی کا جانور خشکی میں پاتا ہے۔ اس مقابلہ میں مرد کی یہ برتری اکتسابی (Acquired) نہیں بلکہ خلقی اور فطری (In herent) ہوتی ہے۔ اس وجہ سے عورت انتہائی جدوجہد کے باوجود بھی اپنے نقص کی تلافی کی کوئی راہ نہیں پاتی جس کا لازمی نتیجہ یا تو یہ ہوتا ہے کہ عورت اپنی بے بسی تسلیم کر کے بالآخر مرد کی ایک تابعِ مہمل بن کے رہ جاتی ہے اور اپنی شخصیت مرد کی شخصیت میں بالکل گم کر دیتی یا یہ ہوتا ہے کہ احساسِ کمتری میں مبتلا ہو کر وہ ہر بات میں مرد کی ریس کرنے اور اس کی نقل اڑانے لگ جاتی ہے۔ ان دونوں حالتوں میں سے عورت کی کوئی حالت بھی قابلِ رشک نہیں ہے پہلی صورت میں وہ اپنی صلاحیتوں کی طرف سے مستقل مایوسی میں مبتلا ہو جاتی ہے جو کہ

Marfat.com

شخصیت کی ترقی کو بالکل ختم کر دینے والی چیز ہے اور دوسری صورت میں وہ خود بھی محسوس کرتی ہے اور دوسرے بھی اس چیز کو محسوس کرتے ہیں کہ اس نے جو جامہ پہن رکھا ہے یہ اس کا اپنا جامہ نہیں ہے بلکہ مستعار جامہ ہے جو مرد سے حاصل کیا گیا ہے۔

(ب) اس مقابلہ میں پڑنے کے بعد عورت اپنے بہت سے اعلیٰ اوصاف کو خیرباد کہنے پر مجبور ہوتی ہے اور ان کی جگہ پر اپنے اندر دوسرے اوصاف پیدا کرتی ہے جو کسی طرح اس کے اصلی اوصاف کے قائم مقام نہیں ہو سکتے۔ وہ دنیا میں جنم دینے والی اور پالنے والی بنا کر بھیجی گئی ہے لیکن اس نئے شوق میں مبتلا ہو کر اسے تباہ کرنے والی اور ہلاک کرنے والی بننا پڑتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے سنبھالنے والی نگہداشت کرنے والی اور فیض پہنچانے والی بنایا ہے لیکن اس مقابلہ میں پڑ کر اُسے مطالبہ کرنے سے لیکر ہڑتال اور اسٹرائیک، تخریب اور انقلاب پیدا کرنے کے سارے ہنگاموں میں حصہ لینا پڑتا ہے۔ قدرت نے اُسے مامتا کا جمال اور زوجیت کی محبوبیت اور سکینت بخشی ہے لیکن سیاست اور معاش کا روگ جب اسے چمٹ جاتا ہے تو وہ ایک جوڑ توڑ کرنے والی اور بحث و مباحثہ کرنے والی کے سوا اور کچھ نہیں رہ جاتی۔ اس کی مادرانہ شفقت کا تبسم اس آسمان کے نیچے سب سے زیادہ قیمتی اور حیات بخش دولت ہے لیکن اس میدان میں قدم رکھنے کے بعد وہ مجبور ہوتی ہے کہ اس مادرانہ تبسم کو مدبرانہ عبوست اور لیڈرانہ زہرخند سے بدلے۔ بحیثیت ایک بیوی کے اس کی معیت و رفاقت ہمارے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے الفاظ میں اس دنیا کا سب سے بڑا خزانہ ہے لیکن اس نئے مشغلہ کے

بعد ایک بیوی سے زیادہ وہ اپنے اندر ایک حریف اور مدمقابل کی خصوصیات جمع کر لیتی ہے۔ ان دونوں متقابل اوصاف کا موازنہ کر کے دیکھئے کہ دوسروں کے نفع و نقصان سے قطع نظر خود عورت اپنی ذات کے نقطۂ نظر سے یہ نفع کا سودا کرتی ہے یا خسارہ کا؟

ج - ایک عورت اپنے فطری منصب کے لحاظ سے اپنے گھر کی حکمران ہے، اپنے شوہر کی عزت اور اس کی دولت میں اس کی شریک و سہیم ہے، اس کے تمام ذاتی اختیارات و تصرفات میں اس کا دستِ راست ہے، اولاد کی کمائی اور ان کی ساری قوت و طاقت کی خزانہ دار ہے اور کسی کی مجال نہیں ہے کہ اس کی اس سلطنت میں اس کے اقتدار کو چیلنج کر سکے۔ شوہر کو اگر اس دائرہ کے اندر کوئی مداخلت کا حق ہے بھی تو اس حق کی حیثیت ایک رسمی اور قانونی حق سے زیادہ نہیں ہے۔ میاں اور بیوی کی سازگاری کی شکل میں کوئی شوہر بھی کبھی معاملاتِ خانگی میں نہ ٹانگ اڑانے کی جرأت کرتا ہے اور نہ وہ اس کا شوقین ہی ہوتا ہے۔ یہ سلطنت ہر عورت کو بلا کسی مطالبہ اور بغیر کسی کشمکش کے حاصل ہوتی ہے۔ اب غور کیجئے کہ عورت اگر اس سلطنت کو چھوڑ کر معاشی اور سیاسی سرگرمیوں میں حصہ لینے کے لئے باہر نکلتی ہے تو وہ اس کے بدلہ میں کیا حاصل کرتی ہے؟ زیادہ سے زیادہ کسی کارخانہ یا دفتر کے اندر ایک ملازمت یا حکومت کے اندر ایک کرسی جس کا بڑے سے بڑا فائدہ اگر ہو سکتا ہے تو یہ ہو سکتا ہے کہ عورت کو معاشی خود مختاری حاصل ہو جائے۔ کیا یہ

Marfat.com

معاشی خود مختاری ایسی چیز ہے جس کے لئے عورت اپنے گھر کی مملکت کو خیرباد کہدے؟ اور کیا وہ ایسا کر کے فی الواقع کوئی نفع کا سودا کرتی ہے؟ یہ خوب ملحوظ خاطر رہے کہ گھر کی مملکت خود اپنی ذمہ داریاں اور اپنی مصروفیتیں رکھتی ہے اور عورت کو اس کے اندر جو اقتدار حاصل ہوتا ہے وہ اس لئے حاصل ہوتا ہے کہ وہ ان کے اندر اپنے آپ کو کھپاتی ہے۔ اگر وہ گھر کی ذمہ داریوں سے دستکش ہو کر کسی دفتر یا کارخانہ میں اپنا وقت صرف کرنا شروع کر دے تو اس گھر کے اندر اس کا اقتدار محض اس بنیاد پر قائم نہیں رہے گا کہ وہ گھر کے مالک کی بیوی ہے یا گھر کے مالک کی اولاد اس کے پیٹ سے پیدا ہوئی ہے۔ محض یہ حقیر حیوانی رابطہ اس روحانی و اخلاقی اور مادّی سلطنت کے قیام کے لئے کافی نہیں ہے جس کو گھر کہتے ہیں۔

د۔ سیاست اور معیشت کے میدان میں عورت خواہ کتنی ہی سرمارے اوّل تو اپنی فطری کمزوریوں کی وجہ سے وہ اپنی بہت سی اعلیٰ خصوصیات کو تباہ کرنے کے بعد بھی مرد کے مقابل میں فروتر ہی رہتی ہے۔ ثانیاً اس میدان میں اگر وہ کوئی خدمت انجام دیتی بھی ہے تو مرد کی طرف سے مشکل ہی سے اس کا اعتراف کیا جاتا ہے۔ بظاہر تو عورت کو بڑے چاؤ اور پیار سے سیاسی اور معاشی سرگرمیوں میں حصہ لینے کی دعوت دی جاتی ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عورت کے تعاون کے بغیر سیاست کے سارے عقدے بھی ناکشودہ ہیں اور معیشت کی ساری راہیں بھی بند ہیں لیکن مرد فی الواقع اس میدان میں نہ عورت کی قابلیت سے متاثر ہوتا ہے اور نہ اس کا اعتراف کرتا ہے

وہ پارلیمنٹ کے ایوان کے اندر بھی عورت کو ایک مدبر اور قانون دان کی حیثیت سے دیکھنے اور اس کے تدبر اور اس کی معاملہ فہمی کی داد دینے کے بجائے اس کے دوپٹہ کی شکنوں اور اس کی ساڑی کے رنگوں ہی کو دیکھتا ہے اور اگر کوئی داد دیتا ہے تو اسی پہلو سے دیتا ہے۔ اس کے ثبوت کے لئے دور جانے کی ضرورت نہیں ہے خود اپنے ہی ملک کی پارلیمنٹ کی روداد یں جو اخباروں میں چھپتی رہتی ہیں، اگر ملاحظہ سے گذرتی ہوں تو اس کی بہت سی شہادتیں آپ کو مل جائیں گی۔ ایک تازہ شہادت ملاحظہ ہو۔ ڈان، کراچی کا نامہ نگار پاکستان پارلیمنٹ کے ۱۹۵۰ء کے بجٹ سیشن کا ذکر کرتے ہوئے ۲۴ مارچ ۵۰ء کے ڈان میں اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے:۔

"بیگم اکرام اللہ اور بیگم شاہنواز نے جو ہمیشہ خوش پوش (Well-dressed) رہتی ہیں کل اپنے لباسوں کے رنگوں کے انتخاب سے بہت متاثر کیا۔ بیگم اکرام اللہ کے لباس کا ہلکا کریم اور بیگم شاہنواز کے لباس کا ہلکا آسمانی رنگ بھیگے بھیگے موسم (Moist weather) سے خوب مناسبت رکھتا تھا۔"

سوال یہ ہے کہ اگر نسوانیت کی بہت سی خوبیاں برباد کرنے کے بعد بھی عورت مرد سے اپنی سیاسی برتری تسلیم نہ کرا سکی یا کم از کم اس پہلو سے اپنی اہمیت اور ضرورت ہی مرد پر ثابت نہ کر سکی بلکہ یہاں بھی اگر کچھ کام آئی تو اس کی نسوانیت ہی کام آئی

Marfat.com

تو اس سیاست کے پاٹ پہ بیلنے سے عورت کو فائدہ ہوا یا نقصان؟

اس میں ذرا شبہ نہیں ہے کہ تمام کوششوں کے باوجود یورپ، امریکہ، روس اور مساوات مرد و زن کے تمام مدعی ممالک میں سیاست و معیشت آج بھی صریح طور پر مرد ہی کے انگوٹھے کے نیچے ہے، اور عورت کی حیثیت اس سے زیادہ کچھ نہیں بن سکی ہے کہ وہ ایک ایسی اسسٹنٹ ہے جس کی خدمات اس لئے حاصل نہیں کی گئی ہیں کہ اس کے بغیر کام نہیں چل رہا تھا بلکہ صرف اس لئے کہ یہاں آکر ذرا مرد کا دل بہلائے۔

۸۔ نقصانات جو خاندان اور معاشرہ کو پہنچتے ہیں

یہ حقیقت اپنی جگہ پر مسلم ہے کہ تمام نظام اجتماعی و سیاسی کے اندر اصلی مرکزی نقطہ خاندان ہے۔ پہلے خاندان وجود میں آتا ہے۔ پھر خاندان کے مجموعہ سے معاشرہ بنتا ہے اور پھر معاشرہ سے ریاست وجود میں آتی ہے۔ اگر خاندان کا وجود نہ ہوگا تو ریاست وجود میں نہیں آسکتی۔ اگر خاندان کے نظام میں خرابی پیدا ہو جائے تو اس کے اثر سے ریاست کے نظام میں خلل واقع ہو جائے گا اور اگر خاندان کا شیرازہ منتشر ہو جائے تو پوری ریاست کا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ خاندان کی اس اہمیت کی وجہ سے نظام اجتماعی و سیاسی کے اندر سب سے زیادہ فکر اسی کے تحفظ کی کی جاتی ہے کیونکہ اس کی حیثیت جڑ کی ہے اور اسی کے تحفظ پر پورے نظام کے تحفظ کا انحصار ہے۔

Marfat.com

خاندان کی اس اہمیت کو اچھی طرح سمجھ لینے کے بعد اب آیئے دیکھتے کہ خاندان کی شیرازہ بندی میں اصل اہمیت کس کو حاصل ہے، مرد کو یا عورت کو؟

اگرچہ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ خاندان کی تشکیل میں مرد اور عورت دونوں ہی حصہ لیتے ہیں لیکن ساتھ ہی یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اس کام میں جو حصہ عورت کا ہے وہ حصہ مرد کا نہ ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔ سامانِ تعمیر کی فراہمی میں تو بے شک مرد کا حصہ نمایاں ہے لیکن گھر کی اصل معمار عورت ہی بنتی ہے۔ اسی کی ذات کی کشش ہے جس کی شیرازہ بندی سے گھر، گھر کی شکل اختیار کرتا ہے۔ وہ نہ ہو تو گھر کے ساتھ مرد کی وابستگی آدھی بھی باقی نہ رہے، گھر والوں کو دو وقت کی روٹی ملنی بھی دشوار ہوجائے، بچے سڑکوں اور گلیوں میں مارے مارے پھرنے لگیں اور دیکھتے دیکھتے نوکر اور نوکرانیاں گھر کو ٹھکانے لگادیں۔ عورت موجود ہے تو سارا چمن آباد ہے اور اگر وہ غائب ہوجاتے یا ذرا سی غافل ہی ہوجائے تو تھوڑی دیر بھی نہ گزرے کہ ہر طرف خاک اڑنے لگے۔

گھر کی ظاہری صورت پذیری ہی عورت کی رہین احسان نہیں ہے بلکہ غور کیجئے تو معلوم ہوگا کہ گھر کی معنوی اور روحانی صورت گری میں بھی جو حصہ عورت کا ہے وہ حصہ مرد کا نہیں ہے۔ اس کے رحم کی طہارت سے خاندان میں نجابت و شرافت کا جوہر پیدا ہوتا ہے، اس کی ماں کا جمال گھر کو رحم و محبت کی نورانیت سے منور کرتا ہے۔ رفیق زندگی کی حیثیت سے اسی کی وفاداریاں اور جانثاریاں ہیں۔ جو خاندان

Marfat.com

میں وفاداریوں اور جاں نثاریوں کی روایات چھوڑتی ہیں۔ اس کے صبر و وفا سے بچے صبر و وفا کا سبق سیکھتے ہیں۔ اسی کی قربانیوں سے اولاد کو ایثار کا درس ملتا ہے۔ اس کی آنکھوں کی ایک گردش میں جو معانی مضمر ہوتے ہیں وہ ہزارہا اوراق میں نہیں سما سکتے اور وہ اپنی پُرمحبت جھڑکیوں سے جو کچھ سکھا دیتی ہے، ہزارہا معلّموں کی محنت سے بھی وہ چیز نہیں سکھائی جا سکتی۔

یہ ساری برکتیں خاندان کو صرف عورت کی بدولت حاصل ہوتی ہیں۔ اگر عورت کو اس کی جگہ سے ہٹا کے کسی کارخانہ یا دفتر میں بھیج دیجئے تو خاندان کے اندر اس کے سبب سے جو جگہ خالی ہو گی اس کو آپ کسی اور طرح سے نہیں پُر کر سکتے۔ دفتروں اور کارخانوں کے لئے آپ کو ہر ساخت اور ہر قابلیت کے لاکھوں اور کروڑوں آدمی مل سکیں گے لیکن گھر کے اندر جو جگہ وہ خالی کرے گی اس کو بھرنے کے لئے اس آسمان کے نیچے اُس کے سوا خدا نے کسی اور کو پیدا ہی نہیں کیا ہے۔

ہم کو اس سے انکار نہیں ہے کہ روٹی ہوٹلوں میں بھی کھائی جا سکتی ہے۔ راتیں کلبوں اور سینما گھروں میں بھی گذاری جا سکتی ہیں۔ خبر گیری، تیمارداری ہسپتال اور نرسنگ ہوم میں بھی مل جاتی ہے۔ علیٰ ہذا القیاس یہ بھی ممکن ہے کہ انعامات اور تمغوں کا لالچ دلا کر (جیسا کہ روس میں کیا جاتا ہے) عورتوں سے بچے بھی جنوا لئے جایا کریں اور سرکاری پرورش گاہوں میں کرایہ کی نرسوں اور اتاؤں کے ذریعہ سے ان بچوں کی پرورش بھی کرائی جایا کرے۔ لیکن اس کو خوب یاد رکھئے کہ ہوٹل میں جینے اور ہسپتال میں مرنے

کی زندگی نہ تو خاندان کی زندگی کا بدل ہو سکتی اور نہ تمغہ اور الاؤنس کی خاطر جنے ہوئے بچّوں اور سرکاری پرورش گاہوں میں کرایہ پر اگائی ہوئی اور پرورش پائی ہوئی نسلوں سے کوئی قوم بن سکتی ہے۔ آدمی سازی اور جوتا سازی کے کام میں آسمان و زمین کا فرق ہے۔ آپ جس طرح انعام اور اُجرت کے بل پر کارخانوں میں جوتے تیار کرا سکتے ہیں اگر وہی طریقہ آپ نے آدمی سازی کے لئے بھی اختیار کیا تو آدمیوں کی شکل کی ایک مخلوق تو ضرور تیار ہو جائے گی لیکن وہ آدمیت کے تمام اوصاف سے یکسر خالی ہو گی۔ جو آدمی باٹا کے جوتوں کی طرح تیار کئے جائیں گے وہ پاؤں میں پامال کئے جانے کے لئے تو اچھے رہیں گے لیکن زمین کی خلافت میں ان کا کوئی حصہ ہو، یہ ناممکن ہے۔

جو بچے اس طرح دنیا میں آئیں گے کہ وہ اپنے باپ کو بھی متعین طور پر شناخت نہ کر سکیں وہ نجابت و شرافت کا جوہر کہاں سے لائیں گے؟ جو ماں کی ماِمتا اور اس کی شفقت سے کبھی آشنا ہی نہ ہوئے ہوں ان کے اندر رحم و شفقت کے جذبات کس طرح نشو و نما پائیں گے؟ جو حقیقی بھائیوں اور بہنوں کی طرح ایک ماں باپ کی آغوش میں پالے ہی نہ گئے ہوں وہ خونی اخوت و حمیت کے رمز سے کہاں سے آشنا ہوں گے؟ جنہوں نے ایک خاندان کے اندر رہ کر ایک وفادار اور جاں نثار ماں اور ایک وفادار اور شفیق باپ کی زندگی دیکھی ہی نہ ہو وہ وفاداری اور جاں نثاری کے مفہوم سے کس طرح واقف ہوں گے؟ جنہوں نے ماں اور باپ کے اپنا

Marfat.com

کے منہ سے منہ سے اٹھاتے ہی نہ ہوں وہ دوسروں کے لئے کس طرح ایثار کرسکیں گے ؟ اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ خاندان کے نظام کو منتشر کر دینے کے بعد ان اوصاف کی پرورش کے لئے آپ کوئی اور طریقہ ایجاد کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے تو یاد رکھئے کہ یہ محال ہے اور اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ ان جذبات و عواطف کے بغیر بھی اس دنیا کا یہ کارخانہ چل سکتا ہے تو یہ محال تر ہے۔ آج دنیا میں جو خرابیاں پھوٹ پڑی ہیں اس کا اصلی سبب یہی ہے کہ انسان ان اوصاف سے خالی ہو رہا ہے۔ اگر خدانخواستہ وہ ان اوصاف سے بالکل ہی خالی ہو گیا تب تو اس دنیا کا ایک گھڑی بھی باقی رہنا ناممکن ہو جائے گا۔ جو تباہی اس پر صبح کو آتی ہے وہ شام ہی کو آدھمکے گی۔

اگرچہ یہ باتیں بالکل واضح ہیں لیکن بعض لوگوں کے ذہنوں میں یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ اگر خاندان کے ساتھ عورت کی وابستگی اس درجہ ضروری ہے کہ اس کے اس مقام سے ہٹتے ہی سارے نظام اجتماعی و سیاسی کے انتشار کا خطرہ پیدا ہو جاتا ہے تو آخر یورپ و امریکہ اور روس جیسے متمدن اور ترقی یافتہ ممالک کے لوگوں نے اس خطرہ کو کیوں نہیں محسوس کیا اور انہوں نے عورت کو گھر کی پابندیوں سے آزاد کر کے سیاست و معیشت کی تمام سرگرمیوں میں کس طرح مرد کے برابر لاکھڑا کیا اور اس کی کیا وجہ ہے کہ اس کے باوجود ہم دیکھ رہے ہیں کہ ان ملکوں میں نہ صرف یہ کہ کوئی انتشار نہیں پیدا ہو رہا ہے بلکہ یہ برابر ترقی کر رہے ہیں ؟ اس سوال کے جواب کے لئے میں یہاں ، روس اور امریکہ میں خاندان کے نظام کا جو حال ہے اور اس کے سبب سے وہاں کے اہل نظر جو کچھ

Marfat.com

محسوس کر رہے ہیں اس کو پیش کروں گا تاکہ لوگوں کو اندازہ ہو سکے کہ یہاں سے بیٹھے ہوئے ہم ان کی حالت کو جس درجہ قابلِ رشک پا رہے ہیں اور ان کی تقلید کے لئے بیقرار ہیں وہ خود اپنی حالت کو اس قدر قابلِ رشک نہیں پا رہے ہیں بلکہ اپنے خاندانی نظام کے انتشار کی وجہ سے وہ اپنے آپ کو سخت خطرہ میں گھرا ہوا محسوس کر رہے ہیں۔

روس کے تجربات پہلے سویٹ روس کو لیجئے اور یہ دیکھئے کہ بیس سال کے اندر اندر انہوں نے اپنے خاندان کے نظام پر کیا کیا تجربے کئے، ان تجربات کے کیا نتیجے ان کے سامنے آئے اور اب وہ کس مقام پر ہیں؟

اشتراکی فلسفہ کی رُو سے انسانی زندگی میں جس چیز کو اصل اہمیت حاصل ہے وہ معیشت کا نظام ہے معاشی نظام ہی ہے، جو ان کے نزدیک مذہب، اخلاق، قانون اور تہذیب و تمدن کو جنم دیتا ہے اور سوسائٹی کی ترکیب اور اس کی شکل و صورت متعین کرتا ہے۔ چنانچہ اشتراکی منشور میں یہ قرار دیا گیا کہ بورژوائی نظام خاندان بھی سرمایہ اور شخصی مفاد کی پیداوار ہے اس لئے اشتراکی نظام جس طرح سرمایہ کو ختم کر دے گا اسی طرح اس بورژوائی نظام خاندان کو بھی ختم کر دے گا۔ اینجلز نے اپنی کتاب "خاندان کا آغاز" میں لکھا ہے کہ "خاندان دراصل اس اقتصادی نظام کا نتیجہ ہے جو ملکِ ذاتی کے نظریہ پر قائم ہے اور جو ایک نسل کو دوسری نسل سے وراثت پانے کا حق دیتا ہے، جس میں شوہر بیوی پر اس لئے تحکم جتاتا ہے کہ وہ تنخواہ وصول کر کے لاتا

Marfat.com

اینجلز نے اپنے اس نظریہ سے یہ نتیجہ نکالا کہ اگر حق وراثت اور ملک ذاتی کو اڑا دیا جائے اور عورت کو معاشی حیثیت سے مرد کے برابر کر دیا جائے تو پھر خاندانی نظام اور گھر کو قائم رکھنے کی کوئی اقتصادی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی۔ رہا بچوں کی پیدائش اور ان کی پرورش کا معاملہ تو اس کو اینجلز نے یوں حل کیا کہ عورت اور مرد کے ملاپ سے جو بچے پیدا ہوں، ان کی پرورش اور تربیت کا انتظام ریاست کرے۔ اپنی اسی کتاب میں اینجلز نے عورت اور مرد کے درمیان تعلق کا واحد محرک شہوت اور جنسی جذبات کو قرار دیتے ہوئے یہ فلسفہ ایجاد کیا کہ عورت اور مرد کے درمیان وہی تعلق جائز ہے جو شہوت اور جنسی جذبات پر مبنی ہو اور اسی وقت تک جائز ہے جب تک یہ جذبات اس تعلق کے مقتضی ہوں۔ جب یہ جذبات سرد پڑ جائیں یا ان پر کوئی دوسرا جذبہ غالب آجائے تو دونوں کو ایک دوسرے سے علیحدہ ہو جانا چاہئے۔

اسی فلسفہ پر اشتراکیوں نے روس میں اجتماعی اور معاشرتی زندگی کی تعمیر شروع کی۔ اس نقطۂ نظر کو جمعیتہ اقوام میں سویٹ روس کی نمائندہ مادام کولنتائی نے نہایت خوبی کے ساتھ ان الفاظ میں پیش کیا کہ "محبت ٹھنڈے پانی کا ایک گلاس ہے جو آدمی پیاس بجھانے کے لئے پیتا ہے، آپ پانی پی لیتے ہیں۔ گلاس کو بھول جاتے ہیں، اسی طرح عورت و مرد کے باہمی ملاپ سے، آپ لطف اٹھا لیتے ہیں اور جس سے لطف اٹھاتے ہیں اس کو بھول جاتے ہیں۔"

اس نظریہ پر معاشرے کی تشکیل کے مقصد کو پیش نظر رکھ کر اشتراکی روس کے

Marfat.com

قوانین ازدواج ۱۹۱۸ء اور ۱۹۲۶ء میں دو باتیں بالکل واضح طور پر طے کر دی گئیں۔

ایک یہ کہ تمام بچے ریاست کی ملک ہوں گے۔

دوسری یہ کہ مذہب کے تحت باندھے ہوئے تمام نکاح ناجائز قرار دیئے جاتے ہیں۔ ان کو ختم کرنے کے لئے ایک فریق کا دوسرے کو اپنے ارادہ سے محض ایک کارڈ کے ذریعہ سے اطلاع کر دینا کافی ہوگا۔

خاندانی نظام اور گھر بنا کر رہنے کے خلاف جذبات کو یہاں تک مشتعل کیا گیا کہ اشتراکی پارٹی کی تیرھویں کانگریس نے گھر (Family) کو سابق نظام سرمایہ داری کے ہتھکنڈوں کا مرکز اور اس کی کمینہ حرکات کی آخری کمین گاہ قرار دیا۔

گھر کو تباہ کرنے کے لئے اشتراکی انقلاب کی ابتداء کے ساتھ ہی حسب ذیل طریقے اختیار کئے گئے۔

۱۔ ۱۷ اور ۳۲ سال کے درمیان کی تمام عورتیں ریاست کی ملک قرار دے دی گئیں اور ان پر سے اُن کے شوہروں کے حقوق ساقط کر دیئے گئے۔

۲۔ بچوں میں یہ رجحانات پیدا کئے گئے کہ وہ اپنے والدین کے خلاف حکومت میں جاسوسی کریں۔

۳۔ پہلے ہر مرد اور عورت پر یہ لازم کیا گیا کہ جو کام اس کو دیا جائے وہ بہر حال اس کو کرنا ہوگا۔ پھر یہ کیا جانے لگا کہ شوہر کو اگر ایک شہر میں کام دیا جاتا تو بیوی کو کسی دوسرے شہر میں کام پر لگایا جاتا۔

Marfat.com

۴- اس صورتِ حال سے جب بعض شوہروں اور بیویوں کو مشکلات محسوس ہوئیں تو لیبر بورڈ نے ان مشکلات کا یہ حل نکالا کہ میاں اور بیوی دونوں کو یہ اختیار دے دیا کہ اپنی اپنی جگہ پر جس کو چاہیں میاں اور بیوی بنالیں اور ساتھ ہی جائز اور حرامی بچوں کو تمام حیثیتوں سے برابر کر دیا گیا۔

۵- عورتوں کی "سہولت" کے لئے ملک میں جگہ جگہ سرکاری اہتمام میں حمل گرانے کے مرکز قائم کر دیئے گئے تاکہ جو عورتیں اپنے جائز یا ناجائز حمل گرانے کی خواہشمند ہوں ان کو کوئی زحمت نہ پیش آئے۔

ان باتوں کا جو نتیجہ نکلا وہ یہ ہے کہ چند ہی سالوں میں ملک کا یہ حال ہو گیا کہ لاوارث اور آوارہ بچے باؤلے کتوں کی طرح گلی کوچوں میں پھرنے اور چوری، مارپیٹ اور قتل تک کی وارداتیں کرنے لگے۔ پیٹن کی بیوی کے اندازہ کے مطابق ایسے بچوں کی تعداد ۰۰ء۷ لاکھ تک پہنچ گئی تھی۔ بچوں کے جرائم کا مسئلہ اتنا اہم ہو گیا تھا کہ ۷ اپریل ۱۹۳۵ء کو مرکزی انتظامیہ کمیٹی اور سرکاری محکموں کے اعلیٰ افسروں کی کونسل نے متفقہ طور پر یہ قرار دیا کہ بارہ سال سے زائد عمر کے بچوں کو پوری — یعنی بالغ آدمیوں کے برابر — سزا دی جایا کرے۔

۱۹۳۴ء کے اعداد و شمار کے لحاظ سے صرف ماسکو میں ۵۷۰۰۰ ولادتوں کے مقابلہ میں ۱۵۴۰۰۰ حمل گرائے گئے اور دیہات میں ۲۴۲۹۷۹ ولادتوں کے مقابلہ میں ۳۲۴۱۹۴ حمل گرائے گئے۔ گویا شہروں میں پیدا ہونے والے ہر چار

بچوں میں سے تین کو رحمِ مادر ہی میں موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا۔

طلاقوں کی کثرت کا یہ حال ہوا کہ ۱۹۳۵ء کے پہلے پانچ مہینوں میں رجسٹری شدہ شادیوں کے مقابلہ میں طلاقوں کی تعداد ۳۸ فیصدی زیادہ تھی یعنی جہاں ایک سو شادیاں ہوتیں وہاں ۳۸ جوڑے منتشر ہو جاتے۔ مئی ۱۹۳۵ء میں یہ تعداد ۴۴٫۳ تک پہنچ گئی۔

عورت کی آزادی کے یہ شاندار نتائج جب سامنے آ گئے تو اشتراکیوں کی آنکھیں ذرا کھلیں۔ جس طرح اس سے پہلے لینن کو کچھ مدت تک فطرت سے لڑنے کے بعد یہ معلوم ہوا تھا کہ ملک ذاتی کی کامل نفی کے معنی یہ ہیں کہ لوگوں کو بھوکا مار دیا جائے اسی طرح ان ہولناکیوں کو دیکھنے کے بعد اس کے جانشینوں پر یہ حقیقت آشکارا ہوئی کہ گھر اور خاندان کی بربادی خود قوم اور ریاست کی بربادی ہے۔

چنانچہ اس کے بعد انہوں نے یک لخت پلٹی کھائی۔ اور یا تو یہ حال تھا کہ رشتہ نکاح اور زن و شوہر کی وفاداری سے زیادہ کوئی چیز لائق تمسخر نہ تھی یا دفعتہً یہ حال ہوا کہ مشہور اخبار ازوسٹیا (Iznestia) نے اپنی ۴ جولائی ۱۹۳۵ء کی اشاعت میں اس بات پر زور دیا کہ:

"وقت آگیا ہے کہ ازدواجی زندگی میں خیانت کو قانونی جرم قرار دیا جائے اور لوگوں پر واضح کر دیا جائے کہ تعلقات زن و شو میں بیوفائی اشتراکی اخلاق کی رو سے سخت معیوب اور قابل مواخذہ ہے۔"

Marfat.com

اب تک حکومت کے سارے وسائل و ذرائع اپنا سارا زور اسقاطِ حمل، طلاق اور آزادانہ عشقبازی کی تبلیغ و ترویج پر صرف کر رہے تھے اور اب اس سے کہیں زیادہ شدت کے ساتھ ان چیزوں کی مذمت کرنے پر زور صرف کرنے لگے۔ والدین کے حقوق اور مرتبہ کو تسلیم کیا جانے لگا۔ بچوں کی پرورش اور تربیت کی ذمہ داری پھر والدین پر ڈالی جانے لگی۔ کثرت سے ایسا لٹریچر شائع کیا جانے لگا جس میں طلاق اور اسقاطِ حمل کی خطرناکیوں اور ان کے گھنونے پن کا اظہار ہوتا۔ شفقتِ پدری اور محبتِ مادری کے گن گائے جانے لگے۔ گھریلو زندگی کے محاسن، اس کے فوائد اور اس کی برکتیں دلوں میں بٹھائی جانے لگیں۔ حکومت کی طرف سے یہ احکام جاری کیے گئے کہ جگہ جگہ کانفرنسوں اور جلسوں کے ذریعہ سے گھر اور خاندان کی خوبیاں لوگوں کے ذہن نشین کی جائیں۔ ابھی ۱۴۔ ۱۵ برس پہلے جو اخبار نویس، جو ادیب اور جو ترقی پسند مصنفین گھر اور خاندانی نظام کی برائیوں اور تباہ کاریوں پر سارا زورِ قلم صرف کر رہے تھے اب وہ اس سے زیادہ زور و قوت کے ساتھ لوگوں کو یہ سمجھانے اور سکھانے لگے کہ گھر اور خاندان کے نظام کو مضبوط کرنا ابتدائی اشتراکی اخلاق ہے اور جو لوگ طلاق کا ناروا استعمال کریں وہ سزا کے مستحق ہیں۔

محکمہ انصاف کے سرکاری رسالہ نے عقدِ نکاح کی دوامی حیثیت کی توثیق کرتے ہوئے لکھا کہ شادی کی قدر و اہمیت اسی صورت میں ہے جبکہ فریقین اس کے ذریعہ زندگی بھر کے ملاپ کا ارادہ رکھتے ہوں۔ آزادانہ عشقبازی بورژوائی کردار ہے، سوشل

Marfat.com

باشندوں کو اس سے احتراز واجب ہے۔

۱۹۳۶ء میں ماہرین قوانین و عمرانیات کے کمیشن کے صدر سٹولز (Stolz)

نے مندرجہ ذیل سفارشیں کیں۔

۱۔ نکاح ایک اجتماعی فریضہ ہے۔ اب تک طلاق بہت سہل چیز رہی ہے، ضرورت ہے کہ آیندہ اسے دشوار بنایا جائے۔

۲۔ ایک سوشلسٹ ملک میں اسقاط حمل کے جواز کے لئے کوئی گنجائش نہیں ہے۔

۳۔ اشتراکی عورت بلاشبہ مرد کی ہم رتبہ ہے لیکن وہ اس عظیم فرض سے سبکدوش نہیں کی جا سکتی جو قدرت نے اس پر عاید کیا ہے یعنی ماں بننے کا فرض۔ اس کی زندگی دہری اہمیت رکھتی ہے، ایک اس کی شخصی حیثیت سے دوسری ماں ہونے کی حیثیت سے۔

اس کے بعد رشتہ نکاح اور خاندان کے نظام کے استحکام کے لئے اشتراکیوں نے جو قوانین نافذ کئے اور جو اصلاحات جاری کیں وہ یہ ہیں۔

۱۔ پوسٹ کارڈوں کے ذریعہ سے طلاق دینے کا طریقہ منسوخ کر دیا گیا۔

۲۔ طلاق پر فیس عائد کر دی گئی مثلاً پہلی طلاق پر ۵۰ روبل، دوسری پر ۱۵۰ روبل، تیسری پر ۳۰۰ روبل اور بعض حالات میں اس کی شرح ۲۰۰۰ روبل تک کر دی گئی۔

۳۔ طلاق کو ایک قابل نفرت شے بنانے کے لئے طلاق دینے والے اشخاص کے پاسپورٹوں پر بھی ان کی اس خصلت اور ان کے طلاقوں کی تعداد کا اظہار ضروری

Marfat.com

سمجھا گیا۔

۴۔ جائز اور حرامی بچوں کے درمیان امتیاز کو بحال کر دیا گیا۔

۵۔ اسقاط حمل کو قتل کا ہم معنی جرم قرار دیا گیا۔ یہاں تک کہ اس کا مشورہ دینے والے تک کے لئے دو سال قید کی سزا مقرر کی گئی۔

۶۔ غیر شادی شدہ مردوں اور عورتوں اور تین سے کم بچوں والے والدین پر ٹیکس عاید کر دیا گیا۔

۷۔ بچوں کی پیدائش کی ترغیب دینے کے لئے عورت کو زچگی کے دنوں میں رعایتیں اور سہولتیں بہم پہنچانے کا اور بچوں کے لئے وظائف کا طریقہ جاری کیا گیا۔

۸۔ جن بچوں کو پہلے والدین کے خلاف جاسوسی کرنے پر اکسایا جاتا تھا اب ان کو یہ تعلیم دی جانے لگی کہ بچوں کو اپنے ماں باپ سے محبت اور ان کی عزت کرنی چاہئے، اگرچہ وہ پرانی وضع کے ہوں اور بچوں کی اشتراکی لیگ سے نفرت بھی کرتے ہوں۔

۹۔ اسٹالین نے خود بچوں سے میل جول کا اظہار شروع کیا اور ان کے ساتھ تصویریں کھنچوائیں۔

اس طرح سے بیس سال کے اندر اندر ہی گھر اور خاندان اور زن و شو کے تعلقات سے متعلق اشتراکیوں نے اپنے سارے فلسفہ کو لپیٹ کر رکھ دیا اور تجربہ نے ان پر واضح کر دیا کہ وہ بالکل غلط راہ پر چل پڑے تھے۔ اب وہ لڑکوں اور لڑکیوں کے اسکولوں اور کالجوں کو بھی ایک دوسرے سے الگ کرنے اور مخلوط تعلیم کے طریقہ کو ختم کرنے پر بھی زور دے

Marfat.com

رہے ہیں۔ ان کا تجربہ یہ ہے کہ ان مشترک اداروں کی وجہ سے عورتوں اور مردوں میں صرف ذہنی انارکی اور اخلاقی آوارگی ہی نہیں پیدا ہو رہی ہے بلکہ ملک کی اجتماعی اور فوجی قوت پر بھی اس کا بہت بُرا اثر پڑ رہا ہے۔ا

یہ سب کچھ اشتراکیوں نے کیا لیکن اب بھی چونکہ اصلی غلطی وہاں جوں کی توں باقی ہے اور عورت کو خاندان کی ذمہ داریوں سے الگ کر کے کارخانوں اور دفتروں میں لگا رکھا گیا ہے اس وجہ سے ان تمام اصلاحات کے باوجود بھی وہاں عورت سے بچے جنوانے کے لئے اس کو انعام اور تمغہ اور الاؤنس کا لالچ دینا پڑ رہا ہے۔ عام حالات کے اندر جبکہ عورت اور مرد دونوں فطری تقسیم عمل کے مطابق اپنے اپنے دائروں کے اندر زندگی بسر کر رہے ہوں عورت کے لئے ماں بننے اور مرد کے لئے باپ بننے کی خواہش ایک فطری خواہش ہے جس طرح وہ کھانا کھاتے ہیں اور پانی پیتے ہیں اور اپنے ان کاموں پر کسی سے تمغہ اور انعام کے طلبگار نہیں ہوتے اسی طرح وہ ماں اور باپ بننے پر بھی کسی سے تمغہ لینے اور الاؤنس پانے کے خواہشمند نہیں ہوتے۔ مرد اپنی رجولیت کا یہ تقاضا سمجھتا ہے کہ وہ باپ بنے اور اس کے بغیر وہ اپنے آپ کو ناقص سمجھتا ہے اور عورت اپنی انوثت کا یہ مقتضی سمجھتی ہے کہ وہ ماں بنے اور اس کے بغیر وہ صرف اپنی گود ہی خالی نہیں پاتی بلکہ اس کو اپنی ہستی ہی سرے سے بے معنی اور بے مقصد معلوم ہونے لگتی ہے۔ لیکن جب عورت کو اس کی اصلی جگہ سے ہٹا کر اس کو دفتروں اور کارخانوں میں بھیج دیا جاتا ہے تو بچہ جننا اس کے لئے پہاڑ ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اس غرض کیلئے

Marfat.com

اسٹالین صاحب کو امومت (Motherhood) کا تمغہ جاری کرنا پڑتا ہے اور جس طرح میدان جنگ میں غیر معمولی بہادری کا کوئی کارنامہ انجام دینے پر بہادر سپاہی کو تمغہ دیا جاتا ہے اسی طرح سوویٹ روس میں وہ عورت بڑی تیس مار خاں سمجھی جاتی ہے جو بچے جنتی ہے اور اس کارنامے پر اس کو تمغہ دیا جاتا ہے۔

امریکہ میں خاندانی نظام اور معاشرہ کا حال

اب ذرا امریکہ کا حال ملاحظہ ہو کہ وہاں عورت کو خاندانی نظام سے الگ کر کے معاشی اور سیاسی سرگرمیوں میں مصروف کرنے کا کیا نتیجہ برآمد ہوا ہے اور اس کی وجہ سے وہاں کے اہل نظر کس طرح بیک وقت خاندان، معاشرہ اور ریاست تینوں کی تباہی کے اندیشوں سے پریشان ہیں۔ اس سلسلہ میں اپنی طرف سے کچھ لکھنے کے بجائے میں ایک گھر کے بھیدی کی شہادت کو زیادہ بہتر سمجھتا ہوں اس لئے فلٹن ہجے شین Fulton J. Sheen کی کتاب Communism and the Conscience of the West سے خود اس کے الفاظ میں امریکہ میں خاندان کے حال کا نقشہ پیش کرتا ہوں۔ وہ لکھتا ہے:-

"امریکہ کی گھریلو زندگی میں جس قدر ہیجان اس وقت پایا جاتا ہے اس کی مثال اس ملک کی پوری تاریخ میں نہیں ملتی۔ اپنی قوم (مصنف کا خطاب اپنے اہل قوم سے ہے) کے متعلق ہر پہلو سے ٹھیک ٹھیک اندازہ کرنا ہو تو اس کی گھریلو زندگی کو دیکھ لیجئے جو حالت آپ ایک متوسط گھرانے کی پائیں بس

وہی حالت پورے امریکہ کی سمجھ لیجئے۔"

"اگر ایک متوسط گھرانا قرض پر گذر کر رہا ہے، اسراف میں مبتلا ہے، مقروض ہوتا جا رہا ہے تو یقین کر لیجئے کہ امریکہ قومی قرضوں کے نیچے دبتا چلا جائے گا، یہاں تک کہ تباہی کے گڑھے میں جا گرے۔ اگر ایک متوسط گھر کے میاں اور بیوی ایک دوسرے سے وفاداری نہیں برت رہے ہیں تو سمجھ لیجئے کہ امریکہ اٹلانٹک چارٹر اور چار آزادیوں کی پابندی پر استوار نہیں رہے گا۔ اگر گھروں کے اندر جان بوجھ کر قصداً بچوں کی پیدائش کو روکا جا رہا ہے تو قوم میں لامحالہ یہ ذہنیت پرورش پائے گی کہ وہ قیمتوں کو برقرار رکھنے کی خاطر فصلوں کو برباد کرے، قہوہ کو سمندر برد کرے اور زندگی کو اس کے فطری نہج پر حرکت کرنے سے روکے۔ اگر گھر کے اندر میاں اور بیوی خودغرضی سے کام لے رہے ہیں، ایک دوسرے کے مفاد اور احساسات کو نظر انداز کر رہے ہیں اور یہ بھول گئے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک کی خوشی اور بھلائی کا انحصار دوسرے کی خوشی اور بھلائی پر ہے تو آپ کے ملک میں سرمایہ اور محنت کے درمیان وہ صورت پیدا ہو کر رہے گی جو گھر کے اندر میاں اور بیوی کے درمیان پیدا ہو چکی ہے اور وہ سوسائٹی کو اس کے اجتماعی امن اور اس کی محنتوں کے پھل سے اسی طرح محروم کر دے گی جس طرح میاں اور بیوی نے گھر کو ان سے محروم کر رکھا ہے۔ اگر اپنی گھریلو

زندگی میں میاں اور بیوی ایک دوسرے کو غیروں سے آنکھ لڑانے کی گنجائش دے رہے ہیں تو ہماری قوم لازماً ایک ایسی قوم میں تبدیل ہو جائے گی جس کے اندر بیرونی فلسفے اور نظریات آگھسیں اور وہ قوم اور ملک سے لوگوں کی وفاداری کو اسی طرح ختم کر دیں جس طرح اشتراکیت ہر ملک میں ان کو ختم کر رہی ہے۔ اگر ایک امریکی گھر کے اندر میاں اور بیوی خدا سے آزاد اور بے نیاز ہو کر زندگی بسر کر رہے ہیں تو پورے امریکہ میں ضرور وہ لوگ برسر اقتدار آئیں گے جو الحاد اور زندقہ کو قومی پالیسی کے طور پر اختیار کرنے پر زور دیں۔ قومی زندگی کے بناؤ اور بگاڑ کا سارا انحصار گھر کی زندگی کے بناؤ اور بگاڑ پر ہے۔ گھر ہی قوم کی زندگی میں فیصلہ کن ادارہ ہے۔ جو کچھ آپ کے گھروں میں ہوگا وہی کچھ آپ کی اسمبلیوں میں ہوگا، وہی کچھ آپ کی کیبنٹ اور سکرٹریٹ میں ہوگا اور وہی کچھ آپ کی عدالت عالیہ میں ہوگا۔ جیسی کچھ ہمارے گھروں کے اندر کی زندگی ہوگی بعینہ اسی طرح کی ہماری اجتماعی زندگی ہوگی۔"

"جب ہمارے ملک کے ۳۰ بڑے شہروں میں طلاق کی شرح اس حد کو پہنچ جائے کہ ہر دو شادیوں میں سے ایک کا انجام طلاق ہو، جب قوم کے اندر سال بھر کی کل ۲۲,۸۵,۵۰۰ شادیوں میں ۶,۰۰,۰۰۰ کا حشر طلاق ہو رہا ہے تو یہ اس امر کا قطعی ثبوت ہے کہ امریکہ کو اندر سے

گھن لگ چکا ہے۔ اس کے ساتھ ہی اس امر کو بھی سامنے رکھئے کہ لوگوں کی کتنی بڑی تعداد کو فوجی خدمت کے لئے ناکارہ قرار دے کر واپس کیا جا رہا ہے۔ نرسانہ آگزلیبری کور کے لئے امیدوار لڑکیوں میں سے ایک تہائی کو صرف دماغی اور اعصابی بیماریوں کی بنا پر واپس کیا گیا۔ اسی طرح پندرہ لاکھ مردوں کو بھی انہی اسباب سے واپس کر دینا پڑا۔ قتل کی وارداتیں ۱۹۰۰ء میں ۴ء۳ فی لاکھ تھیں، ۱۹۴۱ء میں یہ ترقی کر کے ۶ فی لاکھ تک پہنچ گئیں۔ اس سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ ذہنیتیں دشمن اجتماعیت (Antisocial) رجحانات کی راہ پر جا رہی ہیں۔ ۱۹۲۰ء کے بعد شراب کی وجہ سے دماغی امراض میں ۵۰ فیصدی اضافہ ہو گیا ہے اور یہ بات اب قطعی طور پر ثابت ہو چکی ہے کہ بہت سی عورتوں کی دماغی اور اعصابی بیماری کا اصل سبب ان ذمہ داریوں کے آ پڑنے کا خوف ہے جو قدرت نے ماں کی حیثیت سے ان کے سپرد کی ہیں۔ اسی طرح مردوں میں بھی تلون کا سبب باپ بننے کی ذمہ داریاں سر آ پڑنے کا خوف ہی ہوتا ہے۔ طلاق رنج و غم ہی کا آخری مظہر ہوتی ہے اور اس سے پہلے فریقین پر ایک مدت تک ذہنی پریشانی اور دماغی عدم توازن کی حالت طاری رہتی ہے۔ امریکہ میں ۸۳ فیصدی طلاقیں ان جوڑوں میں ہوتی ہیں جن کے ہاں کوئی بچہ نہیں پیدا ہوا ہوتا

Marfat.com

ہے تعلیم اس کا کوئی علاج نہیں ہے کیونکہ کالجوں سے نکلی ہوئی ۵ہم فیصدی اور اسکولوں سے نکلی ہوئی ۱۲ فیصدی عورتیں بچے پیدا کرنے کے ناقابل[1] ثابت ہو رہی ہیں"

خاندان کی زندگی کے انتشار کی وجہ سے امریکن قوم اور امریکی ریاست کو جو خطرات درپیش ہیں مصنف ان خطرات کا ذکر ان الفاظ میں کرتا ہے۔

"امریکہ اپنی گھریلو زندگی میں جس راہ پر جا رہا ہے۔ اس کو اس نے اگر ترک نہ کیا تو مذہبی و اخلاقی نقطۂ نظر سے الگ صرف معاشی نقطہ نظر

---

[1] اس کی وجہ یہ ہے کہ اسکولوں اور کالجوں کی لڑکیاں یا تو کنواری ماں بننے کے خوف سے بچے پیدا کرنے کے اعضاء کو ناکارہ کر دیتی ہیں یا منع حمل اور اسقاط کی تیز دوائیں ان کو ناکارہ بنا دیتی ہیں۔ اس سے اسکولوں اور کالجوں کی اندرونی حالت اور ان کی تربیت کے نتائج کا اندازہ کیجیے اور پھر اس امر پر غور فرمائیے کہ جب امریکہ جیسے ترقی یافتہ ملک میں جہاں منع حمل اور اسقاط کا فن اس قدر ترقی کر چکا ہے ناکارہ ہو جانے والی لڑکیوں کا یہ اوسط ہے تو جہاں یہ فن شریف اس درجہ ترقی یافتہ حالت میں نہیں ہے، جیسے ہمارا ملک، وہاں ناکارہ ہو جانے والی لڑکیوں کا اوسط کیا ہو گا؟ (اصلاحی)

سے بھی وہ نہایت ہولناک نتائج سے دوچار ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

اوّلاً یہ کہ امریکن بتدریج ایک غداروں کی قوم بنتے چلے جائیں گے۔ جس قوم کے اندر پچاس فیصدی لوگ یہ سمجھنے لگ جائیں کہ وہ جب چاہیں محض اپنی خوشی اور سہولت کی خاطر نکاح کے مقدس عہد کو بلا تامل توڑ کر پھینک دے سکتے ہیں تو سمجھنا چاہئے کہ اس قوم کی زندگی میں وہ ساعت آن پہنچی ہے جبکہ اس کے شہری ملک وملت سے وفاداری کے عہد کو کوئی اہمیت دینا چھوڑ دیں گے۔ جب کسی ملک کے شہریوں کا لگاؤ گھر سے ختم ہو جائے جو دولت مشترکہ اور حکومت خود اختیاری کا اصلی مرکز ہے تو زیادہ دیر نہیں گذرے گی کہ قوم اور وطن سے بھی ان کا لگاؤ باقی نہیں رہے گا۔ جس ملک میں بیگم الف ہر آن بیگم ج بننے کے لئے تیار رہیں اس ملک کے باشندوں کو غیروں سے ساز باز کرنے سے کوئی نہیں روک سکتا۔ جو آج گھر میں غداری کے مرتکب ہو رہے ہیں وہ کل قوم کے ساتھ غداری کرنے سے باز نہیں رہ سکتے۔

ثانیاً یہ کہ لوگوں کی ذہنیتیں ایسی بنتی چلی جائیں گی کہ پھر کوئی شخص ملک وملت کی خاطر ایثار کرنے، ان کے لئے مصائب جھیلنے، ان کے فائدہ کی خاطر مشقت اٹھانے کے لئے تیار نہ ہو گا۔ کیونکہ گھر ہی تو وہ جگہ ہے جہاں افراد قوم کو ضبط نفس کا، اجتماعی مفاد کے پاس و احساس

Marfat.com

کا اور دوسروں کے ساتھ مل کر اور ان کے واسطے زندگی بسر کرنے کا سبق ملتا ہے۔ گھر ہی وہ درسگاہ ہے جہاں آدمی کو اپنی خوشی کو دوسروں کی خوشی پر، اپنی خواہشوں کو دوسروں کی خواہشوں پر، اپنے آرام کو دوسروں کے آرام پر حتیٰ کہ اپنی جان کو دوسروں کی جان پر، بغیر کسی بدلہ یا غرض کے اور بغیر کسی تردد کے قربان کر دینے کی تربیت ملتی ہے ...... اگر گھروں کے اندر رہبر و پیدا کرنے کا انتظام باقی نہ رہے گا تو قوم کے اندر رہبرو کہاں سے آئیں گے ؟ جو لوگ اپنے بال بچوں کے لئے محنت و مشقت کرنے سے بھاگیں گے وہ قوم و ملک کی خاطر کیوں اور کس طرح مشقت کریں گے ...... ایثار و قربانی کی تربیت کے لئے جب گھر کا نظام باقی نہیں رہے گا تو قوم کے اندر سے اس چیز کی جڑ ہی کٹ جائے گی۔"[1]

ان اقتباسات سے ہر شخص اندازہ کر سکتا ہے کہ اس وقت روس اور امریکہ دونوں ملکوں میں خاندان کے نظام کی ابتری کا کیا حال ہے اور اس کے سبب سے ان کا پورا معاشرتی اور اجتماعی نظام کس خطرہ سے دوچار ہے۔ نیز یہ حقیقت بھی واضح ہو جائے گی کہ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے عورت اور مرد کے فرائض کی قدرتی تقسیم

---

[1] ملاحظہ ہو فلٹن جے شین کی کتاب کمیونزم اینڈ دی کانشنس آف دی ویسٹ صفحات ۱۴۸-۱۵۱

کو توڑ کر خاندان کے نظام کو عورت کی نگرانی سے محروم کر دیا ہے۔ ان حالات سے اُن حضرات کو سبق لینا چاہیئے جو کبھی امریکہ کے نظام کو اسلام سے قریب تر پاتے ہیں اور کبھی روس کے نظام کو عین اسلام سمجھ بیٹھتے ہیں۔

نقصان جو ریاست کو پہنچتا ہے

ریاست کے نظام میں عورت کی براہِ راست شرکت سے خود ریاست کو بھی نقصان پہنچتا ہے۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ عورت کی فطرت اور سیاست کے

لے روس اور امریکہ میں خاندان کے نظام کا حال آپ نے دیکھ لیا۔ اگر ان مسلمان ملکوں کے حالات کا اندازہ کرنے کا شوق ہو جو مغربیت کے راستہ پر جا رہے ہیں تو مصر کا حال ملاحظہ ہو۔ مصری اخبارات نے حال ہی میں ایک غیر ملکی خاتون نامہ نگار کی رپورٹ شائع کی ہے یہ نامہ نگار رقمطراز ہے کہ "میں حال ہی میں ایک میٹنی شو دیکھنے گئی۔ سینما ہال کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ دفعتہً فلم دکھانا بند کر دیا گیا اور منیجر نے اعلان کیا کہ ایک شخص باہر کھڑا یہ کہہ رہا ہے کہ اس کی بیوی کسی شخص کے ہمراہ سینما دیکھ رہی ہے اور اگر وہ باہر نہ آئی تو وہ گڑبڑ پیدا کرے گا۔ لہذا میں پانچ منٹ کے لئے بتیاں بجھا دیتا ہوں اور اس خاتون سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ سینما ہال سے باہر تشریف لے جائے۔ لیکن یہ دیکھ کر میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ جب پانچ منٹ کے بعد بتیاں دوبارہ جلائی گئیں تو میرے سوا سینما ہال میں اور کوئی عورت موجود نہ تھی۔" (ا۔پ۔پ) از نوائے وقت لاہور ۲۴ مارچ سنہ ۵۰ء

مزاج میں فطری نامناسبت ہے۔ عورت کے مزاج میں فعل سے زیادہ انفعال، کسر سے زیادہ انکسار اور تاثیر سے زیادہ تاثر کا غلبہ ہے۔ وہ زود حس بھی واقع ہوتی ہے اور شدید التاثر بھی، اس وجہ سے واقعات وحالات سے وہ جلد اثر پذیر بھی ہوتی ہے اور اس کا یہ اثر تیز اور شدید بھی ہوتا ہے۔ اس کی یہ فطرت اس کے فطری دائرہ کے اندر، جہاں معاملہ صرف اپنوں سے ہے، اس کے فرائض کے لحاظ سے نہایت موزوں (اور ضروری بھی) ہے۔ اس کے سبب سے وہ متعلق افراد یعنی شوہر اور اولاد کے لئے سراپا ایثار ومحبت بنی ہوئی رہتی ہے۔ ان کی ہر ضرورت اور ہر تکلیف کا وقت سے پہلے احساس کر لیتی ہے اور جب احساس کر لیتی ہے تو اس کے ازالہ کے لئے اس کے اندر ایسی بے چینی اور بیقراری پیدا ہو جاتی ہے کہ جب تک اُسے دُور نہ کرلے اس کو چین نہیں پڑتا، اگرچہ اس کے لئے اُسے سب کچھ قربان کر دینا پڑے۔ لیکن سیاست کے اندر اس کا یہ مزاج نہ تو خود اس کے لئے مناسب حال پڑتا ہے اور نہ ریاست کے۔ اوّل تو حکومت کا مزاج انفعال سے زیادہ فعل، انکسار سے زیادہ کسر اور تاثر سے زیادہ تاثیر کا مقتضی ہے۔ اس کی خصوصیات مردانہ ہیں۔ وہ اپنا ایک متعین ارادہ رکھتی ہے اور اس ارادہ کو فاعلانہ عزم اور آمرانہ زور وقوت کے ساتھ نافذ کرنا چاہتی ہے۔ ثانیاً اس کے معاملات نہایت پھیلے ہوئے، اپنوں اور بیگانوں ہر ایک سے تعلق رکھنے والے ہوتے ہیں اس لئے اس کے انصرام میں وہی رویہ زیادہ قرین مصلحت وسیاست ہوتا ہے جس میں جذباتی پن سے زیادہ سکون مزاج اور سرعت وجلد بازی سے زیادہ عزیمت غالب ہو۔

Marfat.com

چنانچہ عورت ہی کی کچھ خصوصیت نہیں ہے وہ مرد بھی ریاست کے لئے ناموزوں ہوتے ہیں جو جذباتی اور ضرورت سے زیادہ حساس ہوتے ہیں۔ وہ اگر حکومت کے کاموں میں دخیل ہو جاتے ہیں تو اپنی صحت بھی کھو بیٹھتے ہیں اور بسا اوقات سلطنت کو بھی خطرہ میں مبتلا کر دیتے ہیں۔

انفعالی عناصر (Passive Elements) کی زیادتی یوں تو کسی ریاست کے مزاج کے بھی مناسب حال نہیں ہے لیکن ایک اسلامی ریاست تو خصوصیت کے ساتھ اس کا تحمل نہیں کر سکتی۔ موجودہ زمانہ کی جمہوری حکومتیں جو عوام کی نمائندہ ہوتی ہیں اور جن کا کام اپنے آپ کو عوام کی پسند کے رنگ میں رنگنا ہے، وہ تو ممکن ہے کہ ایک حد تک اس کو برداشت بھی کر لے جائیں لیکن اسلامی حکومت جس کا اصلی مقصد عوام کے رنگ میں اپنے آپ کو رنگنے کے بجائے لوگوں اور اپنے آپ کو خدا کے رنگ میں رنگنا اور اس کی مرضی پر چلانا ہے اور صرف کسی ایک دائرہ ہی کے اندر نہیں بلکہ خدا کی پوری زمین پر اس کے دین کو قائم کرنے کی کوشش کرنا ہے وہ تو مشکل ہی سے اس کو برداشت کر سکتی ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت بھی ہے کہ جب آپ کو معلوم ہوا کہ اہل ایران نے کسریٰ کی بیٹی کو اپنا بادشاہ بنایا ہے تو آپ نے ارشاد فرمایا لن یفلح قوم ولوا امرھم امرأۃ - وہ قوم کبھی کامیاب نہیں ہوگی جنہوں نے اپنی باگ ایک عورت کے ہاتھ میں دے دی ہے۔

فلسفہ سیاست کا مشہور عالم بلنچلی (Bluntschli) بھی اسی خیال

Marfat.com

کی تائید کرتا ہے۔ وہ اپنی کتاب "نظریہ سلطنت" The Theory of the State میں لکھتا ہے۔

"جن عورتوں نے سیاست میں شہرت پائی ہے انہوں نے عموماً ریاست کو اور اپنے دوستوں کو نقصان پہنچایا ہے۔ ان کی ہوشیاری اور ذکاوت نے ایک سازش کی شکل اختیار کر لی ہے اور جب ایک مرتبہ سیاسی نفرت، انتقام اور طمع کے جذبات عورت کے سینہ میں بھڑک اٹھے ہیں تو وہ جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئے ہیں۔ یہ بات صرف بادشاہوں کی آشناؤں ہی کی حد تک صحیح نہیں ہے بلکہ بہت سی بیویوں اور ماؤں کے متعلق بھی صحیح ہے جو تاریخ میں مشہور ہوئی ہیں۔ روم کی تاریخ انقلاب فرانس کی سرگذشت اور شاہان فرانس کے درباروں کے حالات سب سے اسی بات کی تائید ہوتی ہے۔" (ص ۱۹۳)

پچھلی جنگ کے موقع پر فرانس کے لیڈروں نے بھی اس امر کا اقرار کیا کہ ان کی شکست میں سب سے زیادہ ہاتھ ان عورتوں کا ہے جو سیاست میں دخیل تھیں۔

اسلامی تاریخ کی شہادت اس بارہ میں جو کچھ ہے اس کو ہم اوپر نقل کر آئے ہیں، اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔

Marfat.com

اسلامی ریاست میں

عورتوں کے حقوق و فرائض

اسلامی ریاست میں جس طرح مردوں کو حقوق حاصل ہیں اُسی طرح عورتوں کو بھی حقوق حاصل ہیں اور جس طرح مردوں پر فرائض عائد ہوتے ہیں اُسی طرح عورتوں پر بھی کچھ فرائض عائد ہوتے ہیں بحیثیت شہری کے ایک مسلم اور ایک مسلمہ میں کوئی فرق نہیں ہے۔ لیکن دونوں کے حقوق و فرائض کی نوعیت میں کچھ اختلاف ہے اور یہ اختلاف دو اہم حقیقتوں پر مبنی ہے جن کو سمجھ لینا ضروری ہے۔

اولاً یہ کہ اسلام مساواتِ مرد وزن کے اُس مغربی نظریہ کو تسلیم نہیں کرتا جو عورت اور مرد کی صلاحیتوں میں سرے سے کوئی فرق ہی نہیں کرتا اور دونوں کو زندگی کے ہر شعبہ میں بالکل یکساں استعمال کرنا چاہتا ہے۔ اسلام اس مساوات کو مساوات نہیں قرار دیتا بلکہ اس کو ظلم قرار دیتا ہے کیونکہ اوّل تو عورت اور مرد کے طبعی رجحانات و میلانات میں بڑا فرق ہے، دوسرے خاندان کی ذمہ داریوں کا ایک بہت بڑا بوجھ پہلے سے عورت کے اوپر لدا ہوا ہے جس کو اس کے سوا کوئی دوسرا نہیں اٹھا

Marfat.com

سکتا۔ اس وجہ سے یہ بالکل خلاف انصاف ہے کہ اس کے اوپر ریاست کی ذمہ داریاں بھی بالکل مرد کے برابر برابر لاد دی جائیں۔

ثانیاً اسلام معاشرہ کے اخلاقی تحفظ کے لئے دونوں جنسوں کو الگ الگ رکھنا چاہتا ہے اور اس کے لئے اس نے نہایت تفصیل کے ساتھ پردہ کے احکام دیئے ہیں اس وجہ سے اسلامی نظام میں اس بات کی کوئی گنجائش نہیں ہے کہ عورت اور مرد دونوں معاشی و سیاسی سرگرمیوں میں دوش بدوش حصہ لے سکیں بلکہ وہ لازماً دونوں کے لئے الگ الگ دائرہ عمل معین کرتا ہے۔ یہ علیحدگی اخلاقی پہلو سے قطع نظر عورت کے حقوق کے تحفظ کے نقطہ نظر سے بھی منصفانہ ہے کیونکہ مشترک دائرہ کے اندر یہ لازمی ہے کہ مرد اپنی فطری برتری کی وجہ سے عورت پر حاوی رہے گا جس کے سبب سے عورت کے حقوق تلف ہوں گے اور اگر عورت کا دائرہ عمل الگ ہو تو اپنے دائرہ کے اندر اس کو پوری خود مختاری حاصل رہے گی۔

ان دو اصولوں کو پیش نظر رکھ کر اب آئیے عورت کے حقوق و فرائض پر غور کیجئے[1]۔

---

[1] اس مسئلہ پر تفصیلی بحث ہم نے اپنی کتاب اسلامی ریاست کے دو بابوں میں کی ہے۔ ایک میں شہریت کے عام حقوق و فرائض سے بحث کی ہے اور دوسرے میں خاص عورتوں کے حقوق و فرائض کی وضاحت سے اس وجہ سے ہم یہاں صرف سرسری اشارات پر اکتفا کریں گے۔ جو لوگ اس سلسلہ کی (باقی ص ۲۵۷ پر)

Marfat.com

عورت کے حقوق جہاں تک حقوق کا تعلق ہے اسلامی ریاست عورتوں اور مردوں کے درمیان کوئی خاص فرق نہیں کرتی۔

—— اسلامی ریاست ہر عورت کے جان و مال اور ناموس کی حفاظت کا ذمہ لے گی۔

—— عورت اپنی ملکیت ذاتی (PRIVATE PROPERTY) رکھ سکے گی اور ریاست اس کے اس حق کی محافظ ہوگی۔

—— شریعت نے عورت کو جو حقوق دے رکھے ہیں ریاست اس بات کی ذمہ دار ہوگی کہ ان حقوق سے بہرہ مند ہونے کے لئے عورت کو پوری آزادی حاصل رہے۔ رسم و رواج وغیرہ کے قسم کی چیزیں اس کی آزادی اور اس کے حقوق پر اثرانداز نہ ہو سکیں۔

—— عورتوں کو تحریر و تقریر کی پوری آزادی حاصل ہوگی، وہ اپنی انجمنیں بنا سکیں گی، اپنے اخبار اور رسالے نکال سکیں گی، حکومت پر تنقید کر سکیں گی، اپنے اسلامی حقوق کا مطالبہ کر سکیں گی، ہر قسم کے عام ملکی مسائل پر آزادانہ اظہار رائے کر سکیں گی۔

—— عورت کی شخصی آزادی بالکل محفوظ ہوگی۔ شریعت کی مقررہ پابندیوں کے سوا اور کوئی پابندی اس پر عائد نہیں کی جائے گی۔

—— اسلام کے حدود کے اندر مسلک و مذہب اور رائے و خیال کی جو آزادی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۵۶) تفصیلات اور دلائل کے طالب ہوں انہیں مذکورہ ابواب کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔

Marfat.com

مردوں کو حاصل ہوگی وہ عورتوں کو بھی حاصل ہوگی۔

—— عورت کو قانونی مساوات حاصل ہوگی یعنی غربت و امارت اور شرافت وحقارت کی بنا پر قانون ایک عورت اور دوسری عورت میں کوئی فرق نہیں کرے گا۔

—— نسل و نسب، غربت و امارت اور پیشہ وغیرہ کی بنا پر اسلامی ریاست میں کسی کو شریف اور کسی کو کمین نہیں قرار دیا جائے گا۔

—— اسلامی بیت المال میں جس طرح مردوں کے حقوق ہوں گے اسی طرح عورتوں کے بھی حقوق ہوں گے۔

—— ہر حاجت مند عورت کی جملہ ضروریات کی کفالت ریاست کے ذمہ ہوگی۔

—— جس طرح مردوں کی تعلیم کا ریاست بندوبست کرے گی اسی طرح عورتوں کی تعلیم کے لئے بھی وہ ذمہ دار ہوگی۔

—— بے لاگ اور بے معاوضہ انصاف حاصل کرنے کا انتظام جس طرح مردوں کے لئے ہوگا اسی طرح عورتوں کے لئے بھی ہوگا۔

—— اگر کوئی عورت قرض چھوڑ کر مرے گی اور کوئی ایسی چیز نہیں چھوڑے گی جس سے وہ قرض ادا کیا جاسکے تو ریاست اس کے قرضہ کی ادائیگی کی ذمہ دار ہوگی۔

—— کسی عورت کو اطاعت الٰہی کے خلاف کسی بات کا حکم نہیں دیا جائے گا۔

. . . .

—— ہر عورت کو ریاست کے بڑے سے بڑے حاکم سے درخواست و فریاد

Marfat.com

کرنے اور اس پر اعتراض و نکتہ چینی کرنے کا پورا حق ہو گا۔

عورت کی ذمہ داریاں

ان حقوق کے معاوضہ میں عورتوں پر ریاست سے متعلق مندرجہ ذیل ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔

سمع وطاعت ---- جس طرح مردوں کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ معروف میں اولوالامر کی پورے خلوص قلب کے ساتھ اطاعت کریں اسی طرح عورتوں کے لئے بھی ضروری ہے کہ وہ معروف کے حد تک اولوالامر کے احکام کی اطاعت کریں۔ اولوالامر کے احکام سے انحراف صرف اسی شکل میں جائز ہے جب ان کا حکم شریعت کے حکم کے خلاف ہو۔

خیر خواہی و ہمدردی ---- جس طرح مردوں پر ریاست کی ہمدردی و خیر خواہی فرض ہے اسی طرح عورتوں پر بھی فرض ہے۔ اس ہمدردی کا تقاضا یہ ہے کہ جو بات ریاست کے مفاد کے خلاف ہو اس سے احتراز کرے، جو بات ریاست کے لئے نافع ہو اس کو حسن و خوبی سے انجام دینے کی کوشش کرے، محض ذاتی اغراض و فوائد کے لئے ریاست کے ساتھ دلچسپی نہ رکھے۔ جو تجویز مفید ذہن میں آئے اس سے کارکنوں کو برابر آگاہ کرتی رہے، اس کی قدر کی جائے یا نہ کی جائے۔ جو بات ریاست کے خلاف مفاد ہوتی دیکھے اس کو ہاتھ سے روک سکے تو روک دے، اگر ہاتھ سے نہ روک سکے تو زبان سے روکنے کی کوشش کرے، اگر اس کی قابلیت نہ رکھتی ہو تو دل سے اس کو برا جانے۔ اپنی تنقید و احتساب میں بھی پوری مخلص ہو اور اگر ریاست کی کوئی خدمت اس کے سپرد کی جائے تو پوری راستبازی و دیانت کے ساتھ اسے خدا کی عبادت سمجھ کر انجام دے۔

لے دیکھو صفحہ ۲۶

Marfat.com

تعاون ــــ عورتوں کے لئے ان کے حالات کے لحاظ سے کارکنان ریاست کے ساتھ تعاون کی مختلف شکلیں ہوں گی۔

الف۔ ریاست کی مجلس شوریٰ میں عورتوں کی خود ان کی منتخب کردہ نمائندہ عورتیں ہوں گی جو عورتوں سے متعلق قوانین و اصلاحات کے بارہ میں عورتوں کے نقطۂ نظر سے حکومت کو آگاہ کرتی رہیں گی اور حکومت عورتوں سے متعلق مسائل میں ان کی رائے معلوم کرنے کے بعد ہی کوئی قدم اٹھائے گی۔ اوپر اسماء بنت یزید انصاریہ کا واقعہ ہم نقل کر آئے ہیں کہ وہ کس طرح عورتوں کی نمائندہ کی حیثیت سے آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور آپ سے سوالات کئے اور پھر آنحضرت صلعم نے کس طرح ان کو اپنا نمائندہ بنا کر عورتوں کے پاس بھیجا اور انہوں نے عورتوں کو آنحضرت صلعم کے جوابات سے آگاہ کیا۔ اسی طرح شفاء ام سلیمان بن ابی خثمہ کے متعلق روایت ہے کہ:۔

کان عمر یقدمھا فی الرائے و یرضاھا و یفضلھا و ربما ولّاھا شیئاً من امر السوق[1]

حضرت عمرؓ ان کو شورہ میں مقدم رکھتے تھے، ان کی رایوں کو پسند فرماتے تھے، ان کو ترجیح دیتے تھے اور بعض اوقات بازار (مارکیٹ) کے بعض

(حاشیہ نمبر ۲۵۱) اس مسئلہ پر بھی تفصیلی بحث ہمارے رسالہ "شہر نبی اور اس کے حقوق و فرائض" اور اسلامی ریاست کے باشندوں کے متعلق حقوق و سوالات میں ہوگی۔ یہاں تاہم ہم صرف اجمالی اشارات ہی اکتفا کریں گے۔

[1] الاستیعاب لابن عبدالبر ص ۷۲۱

Marfat.com

معاملات کا انتظام بھی انکے سپرد کر دیتے تھے۔

ب ـــ وہ سارے شعبے جو خاص عورتوں سے متعلق ہونگے مثلاً زنانہ کالج اور اسکول، زنانہ ہسپتال، زنانہ پولیس، زنانہ فوجی تربیت کے مراکز وغیرہ بہ کلیتہ عورتوں کی نگرانی اور ان کے اہتمام میں ہوں گے۔ اسلامی نصب العین کے مطابق ان چیزوں کو چلانے کے لئے انہیں خود مختاری حاصل ہوگی۔

ج ـــ حکومت مذکورہ شعبوں کے سوا دوسرے شعبوں میں بھی عورتوں کی خدمات سے فائدہ اٹھائے گی بشرطیکہ وہ پردہ کے حدود کے احترام کے ساتھ انجام دی جا سکتی ہوں۔ جو عورتیں اپنی ذہانت و قابلیت کی بنا پر کسی مخصوص علم و فن میں مہارت اور کسی شعبۂ زندگی کے معاملات میں بصیرت بہم پہنچائیں گی ان کو کام کرنے کا بھی پورا موقع دیا جائیگا اور ان کی صلاحیتوں سے استفادہ کرنے میں بھی کوئی چیز مانع نہ ہوگی۔

فوجی خدمات ـــ فوجی خدمات میں براہ راست حصہ لینے اور فوج میں عملی شرکت کرنے کی ذمہ داری عورتوں پر اسلام میں نہیں ہے لیکن ان کا اسلحہ کے استعمال، ہوائی حملہ کی صورت میں بچاؤ، فرسٹ ایڈ اور اس قسم کے دوسرے کاموں سے واقف رہنا ضروری ہے اس لئے حکومت اس امر کا انتظام کرے گی کہ عورتیں اسلامی حدود کے اندر رہتے ہوئے ان چیزوں کی ضروری تربیت حاصل کریں تاکہ اگر کوئی ناگہانی صورت پیش آجائے تو عورتیں بھی ملک وملت کی مدافعت اور جہاد کے اجر و ثواب میں شریک ہو سکیں۔

یہ سب کچھ اس غرض کے لئے کیا جائے گا کہ عورتیں فی الحقیقت اپنی اور اپنے ملک کی

Marfat.com

حفاظت کے قابل ہوں، نہ اس لئے کہ انہیں بنا سجا کر مہمانوں کے سامنے تحفتہً پیش کیا جائے۔ اگر مقصود صرف ان قومی ضروریات کو پورا کرنا ہے جو عورتوں سے متعلق ہیں تو اسلام میں اس کی پوری گنجائش موجود ہے لیکن اگر مقصود کچھ اور ہے تو پھر کوئی اور راہ دیکھئے، اسلام میں اس کی گنجائش نہیں ہے۔

جمیل احمد
ذخیرہ

Marfat.com

مسئلہ ملکیتِ زمین

(قرآن اور حدیث کی روشنی میں)

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی

ترجمان القرآن میں چند سال پیشتر ملکیتِ زمین کے مسئلہ پر مولانا نے کتاب وسنت سے استدلال کرتے ہوئے ایک مختصر بحث سپرد قلم کی تھی، اب جبکہ یہ مسئلہ ملک میں زیر بحث ہے اور نہایت غیر ذمہ دار لوگ اسلام کی طرف سے طرح طرح کے فتوے دے رہے ہیں، مولانا نے جیل ہی میں اُس بحث کی نظرِ ثانی فرما کر اسے ایک جامع مقالے کی صورت میں بدل دیا ہے، اس مقالے میں نہ صرف یہ کہ ملکیتِ زمین اور مزارعت وغیرہ کے بارے میں قرآن وحدیث کی پوری رہنمائی کو یکجا پیش کر دیا گیا ہے، بلکہ یہ بھی واضح کیا گیا ہے کہ اس مسئلے کے متعلق اشتراکی زاویۂ نگاہ اور اسلامی زاویۂ نگاہ میں فرق کیا ہے اور اسلام سے حقیقی وفاداری رکھنے والوں کا طرزِ فکر کیا ہونا چاہئے۔

قیمت ایک روپیہ

مکتبہ جماعت اسلامی اچھرہ، لاہور

Marfat.com

سلسلۂ مباحث

اسلامی ریاست

مبحث :- کارکنوں کی ذمہ داریاں اور ان کے اوصاف — قیمت ۴ آنے

مبحث :- شہریت اور اس کے حقوق و فرائض قیمت ۶/

مبحث :- اطاعت کے شرائط اور حدود ، ۱۰ آنے

مبحث :- غیر مسلموں کے حقوق ، ۱۴ آنے

مولانا امین احسن اصلاحی

Marfat.com

Marfat.com

ذخیرہ

Marfat.com

Marfat.com

پاکستانی عورت دوراہے پر

امین احسن اصلاحی

مرکزی مکتبہ جماعت اسلامی پاکستان

1640

Marfat.com